عام فہم تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا
ایک سدابہار مبارک سلسلہ

درسِ حدیث

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ رکھے جس نے میری بات سنی اور اسکو یاد کیا اور اسکو محفوظ رکھا اور پھر دوسروں کو پہنچادیا۔ (ترمذی)
نیز فرمایا سب سے افضل صدقہ یہ ہے کہ مسلمان علم دین کی بات سیکھے پھر اپنے مسلمان بھائی کو سکھادے۔ (ابن ماجہ)

زیرنگرانی

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ
رئیس دارالافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

عام فہم تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا
ایک سدا بہار مبارک سلسلہ

۱۱-۱۲

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ رکھے جس نے میری بات سنی اور اسکو یاد کیا اور اسکو محفوظ رکھا اور پھر دوسروں کو پہنچا دیا۔ (ترمذی)
نیز فرمایا سب سے افضل صدقہ یہ ہے کہ مسلمان علم دین کی بات سیکھے پھر اپنے مسلمان بھائی کو سکھادے۔ (ابن ماجہ)

از افادات
اُستاد المحدثین حضرت مولانا ادریس میرٹھی صاحب رحمہ اللہ

اِدارۂ تالیفاتِ اَشرفیہ
چوک فوارہ مُلتان پاکستان
(061-4540513-4519240

درسِ حدیث

تاریخ اشاعت............... شعبان المعظم ۱۴۲۹ھ

ناشر...........................ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان

طباعت.......................سلامت اقبال پریس ملتان

قارئین سے گذارش

ادارہ کی حتی الامکان کوشش ہوتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔
الحمدللہ اس کام کیلئے ادارہ میں علماء کی ایک جماعت موجود رہتی ہے۔
پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو برائے مہربانی مطلع فرما کر ممنون فرمائیں
تاکہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاکم اللہ

ادارہ تالیفات اشرفیہ......چوک فوارہ......ملتان　　مکتبہ رشیدیہ......راجہ بازار......راولپنڈی

ادارہ اسلامیات......انارکلی......لاہور　　یونیورسٹی بک ایجنسی......خیبر بازار......پشاور

مکتبہ سید احمد شہید......اردو بازار......لاہور　　ادارۃ الانور......نیو ٹاؤن......کراچی نمبر5

مکتبہ رحمانیہ......اردو بازار......لاہور　　مکتبہ المنظور الاسلامیہ......جامعہ حسینیہ......علی پور

ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K　　119-121- HALLIWELL ROAD
(ISLAMIC BOOKS CENTERE　　BOLTON BL1 3NE. (U.K.)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض ناشر

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ادارہ کی جدید مرتبہ ''درس حدیث'' کی سابقہ دس جلدیں ماشاءاللہ کافی مقبول ہوئیں۔

درس حدیث کا یہ مبارک سلسلہ فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ کی زیرنگرانی شروع ہوا' یقیناً یہ بھی حضرت کیلئے دیگر حسنات جاریہ میں سے ایک ہے اس لئے اس جلد پر بھی مقدمہ حضرت ہی کا لکھا ہوا دیا جارہا ہے۔

عرصہ دراز سے مزید جلدوں کا انتظار تھا۔ اللہ پاک ہمارے اکابر رحمہم اللہ کو اجر عظیم سے نوازیں جو بے حد محنتوں سے ہمارے لئے دین اوراس کے مآخذ کو سہل الوصول فرما گئے۔ اور دین کے ہر شعبہ سے متعلق معلومات فضائل واحکام کا عظیم ذخیرہ جو اپنی عربی زبان کی وجہ سے حلقہ خواص تک محدود تھا۔ ان حضرات اکابر نے دیگر خدمات جلیلہ کے ساتھ ساتھ یہ عظیم خدمت بھی سرانجام دی کہ ان دینی علوم کو اردو کے لباس سے آراستہ کر کے عوام النّاس کی ایک بڑی ضرورت کو پورا فرما گئے۔

اللہ تعالیٰ ان کی قبور کو ٹھنڈا اور جنت کو ان کا ٹھکانہ بنائیں آمین

الحمدللہ شروع سے ادارہ کی کوشش رہی ہے کہ اپنے اکابر کی مستند و بے غبار تعلیمات کو مزید مزین وسہل کر کے پیش کیا جائے۔

اس جلد کے سلسلہ میں بھی اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال رہا اور علماء کرام کی مشاورت سے سابقہ جلدوں کی طرح اسے بھی سبق وار درس کی شکل میں مرتب کیا گیا ہے۔

بلاشبہ گھروں' مساجد' اسکولوں ومکاتب میں ان سبق وار احادیث کو سننے سنانے کی پابندی کی جائے تو مختصر وقت میں دین کی اہم باتیں سیکھی جاسکتی ہیں۔ اس مبارک سلسلہ احادیث کی یہ جلد حضرت مولانا ادریس میرٹھی رحمہ اللہ کی تالیف ''شرح ریاض الصالحین'' سے انتخاب کی گئی ہے۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب

نوٹ: دعائیہ کلمات ''مناجات مقبول'' (جو قرآن وحدیث کی دعاؤں کا مستند ذخیرہ ہے) سے لئے گئے ہیں۔

اللہ پاک ہم سب کو دین کی صحیح فہم نصیب فرمائیں اور اپنے فضل سے خدمت دین الی یوم الدین لیتے رہیں۔

والسلام محمد اسحٰق عفی عنہ شعبان المعظم ۱۴۲۹ھ بمطابق اگست 2008ء

فہرست عنوانات

افضل اعمال کی ضرورت واہمیت

عن ابی ذر جندب بن جنادة رضی الله عنه قال: قلت: یارسول الله، ای الاعمال افضل؟ قال: والایمان بالله، والجهاد فی سبیله، قلت: ای الرقاب افضل؟ قال: انفسها عند اهلها، اکثرها ثمنا، قلت: فان لم افعل؟ قال: تعین صانعا او تصنع لاخرق، قلت یارسول الله ارایت ان ضعفت عن بعض العمل؟ قال: تکف شرک عن الناس فانها صدقة منک علی نفسک (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت ابوذر (جن کا نام) جندب بن جنادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا یارسول اللہ! کونسا عمل (سب سے زیادہ) افضل ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا (پھر) میں نے عرض کیا: کون سا غلام آزاد کرنا (سب سے زیادہ) افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: جو غلام مالکوں کے نزدیک (سب سے زیادہ) نفیس ہو اور اس کی قیمت سب سے زیادہ ہو میں نے عرض کیا پس اگر میں (اپنی تہی دستی کی وجہ سے) نہ کروں (یعنی غلام آزاد نہ کرسکوں؟ آپ نے فرمایا: تم کسی کاریگر کی مدد کرو یا کسی ناکارہ کے لئے کام کرو" (یعنی خود محنت مزدوری کرکے اس کو دے دو یا اس کی معاش کی کفالت کرو) میں نے عرض کیا یارسول اللہ! ذرا بتلایئے اگر میں ان میں سے بھی کوئی کام نہ کروں (یعنی نہ کرسکوں) آپ فرمایا "تم اپنے شر سے لوگوں کو بچاؤ" (یعنی کسی بھی شخص کو کسی بھی طرح کا ضرر یا اذیت نہ پہنچاؤ) کہ یہ تمہارا خود اپنے اوپر احسان اور کار ثواب ہے بخاری و مسلم۔

تشریح: حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اس کے بعد سوال کرتے ہیں۔

قلت: یارسول الله ارأیت ان ضعفت عن بعض العمل

میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ذرا بتلایئے اگر میں (اپنی کسی مجبوری کی وجہ سے) ان دونوں میں سے کوئی کام بھی نہ کروں؟

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

تکف شرک عن الناس فانها صدقة منک علی نفسک.

تم لوگوں کو اپنے شر سے بچاؤ (یعنی کسی کو اذیت یا ضرر نہ پہنچاؤ) اس لئے کہ یہ تمہارا کارِ خیر احسان ہے اپنے حق میں۔

ظاہر ہے کہ اگر تم نے کسی بھی شخص کو کسی بھی طرح کی اذیت یا کسی بھی قسم کا ضرر پہنچایا یا تو تم یقیناً گنہگار ہو گے لہٰذا تم نے لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھ کر خود کو گناہ سے بچایا اسی لئے یہ خود تمہارے حق میں کار خیر اور کار ثواب ہے جو تم نے کیا یہی وہ کار خیر ہے جس میں نہ کوئی پیسہ خرچ کرنا پڑتا ہے نہ ہی کوئی کام کرنا پڑتا ہے نہ ہاتھ پاؤں ہلانے پڑتے ہیں کوئی مسلمان بھی کسی بھی حالت میں اس کار خیر سے محروم نہیں رہ سکتا۔ مگر یہ کارہائے خیر اسی صورت میں کار خیر اور ثواب کا کام ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر عمل کرنے کی اور ثواب آخرت حاصل کرنے کی غرض سے کئے جائیں بالفاظ دیگر عبادت سمجھ کر اور عبادت کی نیت سے کرنا شرط ہے ورنہ تو بہت

سے غیر مسلم بھی انسانی ہمدردی کے جذبہ سے یہ اور اسی قسم کے کام (جن کا ذکر آئندہ احادیث میں آ رہا ہے) کرتے ہیں مگر نہ ان کو کارخیر کہا جا سکتا ہے نہ ہی اجر و ثواب کا سوال پیدا ہوتا ہے اس لئے کہ وہ ثواب و عذاب کو جانتے اور مانتے ہی نہیں۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر صبح تم میں سے ہر شخص کے (بدن کے) ہر جوڑ پر ایک کارخیر (شکر نعمت) واجب ہو جاتا ہے چنانچہ ہر تسبیح' سبحان اللہ کہنا ایک کارخیر (اور اداء شکر نعمت) ہے ہر تحمید' الحمد للہ کہنا۔

ایک کارخیر (اداء شکر نعمت) ہے ہر تہلیل' لا الہ الا اللہ کہنا۔

ایک کارخیر (اداء شکر نعمت ہے) ہے اور ہر تکبیر' اللہ اکبر کہنا۔

ایک کارخیر (اداء شکر نعمت) ہے اور کسی بھی (شرعاً) اچھے کام کے لئے کسی کو کہنا (کہ یہ کام کرو) ایک کارخیر (اداء شکر نعمت ہے) اور ہر شرعاً برے کام سے کسی کو منع کرنا ایک کارخیر (اداء شکر نعمت) ہے اور ان سب کاموں کے بجائے چاشت کی دو رکعتیں پڑھ لینا بھی کافی ہے۔ صحیح مسلم

ظاہر ہے کہ سبحان اللہ' الحمد للہ' لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر ان میں سے ہر کلمہ کو حضور قلب کے ساتھ کہنا اور اسی طرح محض اللہ تعالیٰ کے لئے کسی بھی شرعاً نیک کام کے لئے کسی کو کہنا اور کسی بھی برے کام سے کسی کو منع کرنا ان میں سے ہر ایک کام ایک مستقل کام اور ایک مستقل عبادت اور کار ثواب ہے۔

اور یہ بھی حقیقت ہے کہ یہ انسانی بدن اور بدن کے جوڑ جن سے بدن حرکت کرتا ہے اور انسان مختلف و متنوع کام انجام دیتا ہے یہ سب اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتیں ہیں اگر یہ بدن اور بدن کے جوڑ نہ ہوتے تو انسان پتھر کی طرح ایک جگہ پڑا رہتا نہ حرکت کر سکتا نہ کوئی کام کاج کر سکتا گویا یہ بدن' اعضاء اور ان کے جوڑ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اسی لئے دیئے ہیں کہ ان سے انسان دن بھر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق کام کاج کرے اور ایک لمحہ کے لئے بھی اللہ تعالیٰ کے اس عظیم انعام واحسان سے غافل نہ ہو اور ان نعمتوں کا شکریہ یہ ہے کہ انسان مذکورہ بالا کارہائے خیر اور ان کے علاوہ دوسرے کارہائے خیر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق انجام دیتا رہے اس کے برخلاف اگر اس بدن اور اس کے جوڑوں سے اللہ رسول کے احکام پر عمل کرنے کے بجائے اپنی اغراض وخواہشات نفسانی کے تحت برے بھلے حرام وحلال جائز وناجائز کام کرتا رہا تو یہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے ناجائز فائدہ اٹھانا ہے اسی کا نام ناشکری اور کفران نعمت ہے جس کی سزا بہت سخت ہے اللہ تعالیٰ کا اعلان ہے۔

لئن شکرتم لازیدنکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید (سورۃ ابراھیم آیت۷)

اور بخدا اگر تم نے (میری نعمتوں کا) شکریہ ادا کیا تو میں (تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ) تمہیں اور نعمتیں دوں گا اور بخدا اگر تم نے ناشکری کی تو بلاشبہ میرا عذاب بہت سخت ہے۔

اس نعمت کی ناشکری کی ادنیٰ درجہ کی سزا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس نعمت کو سلب کر لیں اور کسی ایسی بیماری میں مبتلا کر دیں کہ ہلنا جلنا محال ہو جائے کسی حادثہ میں ہاتھ پاؤں بیکار ہو جائیں یہ تو دنیا کی سزا ہے اور آخرت کا عذاب اس کے علاوہ ہو گا جس سے اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو بچائیں۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! میں بُری عمر اور دل کے فتنہ سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں۔

افضل اعمال کی ضرورت واہمیت

عن ابی ذر جندب بن جنادة رضی الله عنه قال: قلت: یارسول الله، ای الاعمال افضل؟ قال: والایمان بالله، والجهاد فی سبیله، قلت: ای الرقاب افضل؟ قال: انفسها عند اهلها، اکثرها ثمنا، قلت: فان لم افعل؟ قال: تعین صانعا او تصنع لاخرق، قلت یارسول الله ارایت ان ضعفت عن بعض العمل؟ قال: تکف شرک عن الناس فانها صدقة منک علی نفسک (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت ابوذر (جن کا نام) جندب بن جنادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا یارسول اللہ! کونسا عمل (سب سے زیادہ) افضل ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا (پھر) میں نے عرض کیا: کون سا غلام آزاد کرنا (سب سے زیادہ) افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: جو غلام مالکوں کے نزدیک (سب سے زیادہ) نفیس ہو اور اس کی قیمت سب سے زیادہ ہو میں نے عرض کیا پس اگر میں (اپنی تہی دستی کی وجہ سے) نہ کروں (یعنی غلام آزاد نہ کرسکوں؟ آپ نے فرمایا: تم کسی کاریگر کی مدد کرو یا کسی ناکارہ کے لئے کام کرو' (یعنی خود محنت مزدوری کر کے اس کو دے دو یا اس کی معاش کی کفالت کرو) میں نے عرض کیا یارسول اللہ! ذرا بتلایئے اگر میں ان میں سے بھی کوئی کام نہ کروں (یعنی نہ کرسکوں) آپ نے فرمایا "تم اپنے شر سے لوگوں کو بچاؤ" (یعنی کسی بھی شخص کو کسی بھی طرح کا ضرر یا اذیت نہ پہنچاؤ) کہ یہ تمہارا خود اپنے او پر احسان اور کار ثواب ہے بخاری و مسلم۔

تشریح: ایک غلط فہمی کا ازالہ

اس کے معنی یہ نہیں کہ انسان اپنی تمام طبعی و غیر طبعی اغراض وخواہشات سے کلی طور پر دست بردار ہو کر ہر وقت صرف اللہ اللہ ہی کرتا رہے اور انسان کے بجائے فرشتہ بن جائے بلکہ مطلب یہ ہے کہ تم اپنی ہر غرض اور ہر خواہش کو پورا کرو مگر شریعت کی مقرر کردہ حدوں کے اندر رہ کر' اچھے سے اچھا کھاؤ پیؤ' عیش کرو ہر طرح کے کام کاج کرو' کاروبار کرو مگر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے تحت اور شرعی حدود کے اندر رہ کر کرو (جیسا کہ اسی باب کی چوتھی حدیث میں اس کی تصریح آتی ہے) غرض یہ ہے کہ سب کچھ کرو مگر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے تحت رہ کر کرو اور ہر وقت یہ خیال رکھو کہ یہ بدن اور یہ ہاتھ پاؤں اور یہ عمل کی قوت' سب اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتیں ہیں اس سے ایک لمحہ کے لئے غافل نہ ہو۔ جو مسلمان اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ان نعمتوں' لذتوں اور سامان راحت و آسائش سے انتفاع کو زہد و تقویٰ اور پرہیز گاری کے منافی اور خدا پرستی کے خلاف سمجھ کر ٹھکراتے ہیں ان پر ذیل کی آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ شدید عقاب اور ناراضگی کا اظہار فرماتے ہیں۔

یایها الذین امنوا لا تحرموا طیبات مآ احل الله لکم ولا تعتدوا' ان الله لا یحب المعتدینo وکلوا مما رزقکم الله حلالاً طیباً واتقوا الله الذی انتم به مؤمنونo (المائدة: ۸۷-۸۸)

اے ایمان لانے والو! جو عمدہ (لذیذ) چیزیں اللہ تعالیٰ

نے تمہارے لئے حلال کی ہیں ان کو (اپنے اوپر) حرام مت کرو اور اللہ کی حلال کردہ چیزوں کو حرام کر کے) حد سے تجاوز نہ کرو (بندہ ہو کر خدا بننے کی کوشش نہ کرو) بلاشبہ اللہ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا اور جو حلال وطیب چیزیں اللہ نے تم کو دی ہیں وہ کھاؤ (پیو) اور اس اللہ سے (ہر وقت) ڈرتے رہو جس پر تم ایمان لائے ہو۔

یہ آیت کریمہ ان صحابہ کے متعلق نازل ہوئی ہے جنہوں نے عہد کیا تھا کہ ہمیشہ دن کو روزے رکھا کریں گے اور راتیں مصلے پر گزارا کریں گے بیویوں کے پاس تک نہ جائیں گے خوشبو کو ہاتھ نہ لگائیں گے گوشت بالکل نہیں کھائیں گے بستر پر ہرگز نہیں سوئیں گے (اور اس ترک لذت وآسائش کے ذریعہ نفس کشی کریں گے) چنانچہ اس وعید کے نازل ہوتے ہی ان صحابہ نے اپنے عہد توڑے اور خدا کی دی ہوئی نعمتوں سے لطف اندوز ہو کر ہی ان کا شکریہ ادا کیا۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم اسی پرفریب پرہیز گاری کے متعلق فرماتے ہیں۔

لارھبانیة فی الاسلام اسلام رہبانیت (ترک دنیا) کی تعلیم نہیں دیتا۔

یہ رہبانیت تو عیسائیت کا شعار اور ناکام تجربہ ہے یا ہندو دھرم کا پرفریب جال ہے یہ تارک الدنیا راہب اور نفس کشی کرنے والے سادھو درون خانہ اعلیٰ درجہ کے دنیادار اور حرام خور ہوتے ہیں جیسا کہ تاریخی واقعات سے ثابت ہے۔

نماز چاشت اور اس کی اہمیت وفضیلت

ابوذر کی اس حدیث سے نماز چاشت کی عظیم فضیلت بھی ثابت ہوئی کہ دن بھر کے حدیث میں مذکور کارہائے خیر کی جگہ صرف چاشت کی نماز کافی ہوجاتی ہے سورج چڑھ آنے کے بعد دو یا چار رکعتیں نماز اشراق کہلاتی ہیں اور دوپہر سے پہلے تقریباً دس گیارہ بجے چار یا آٹھ رکعتیں نماز ضحیٰ (دن چڑھے کی نماز) کہلاتی ہیں چاشت کی نماز کی کم سے کم دو رکعتیں ورنہ چار رکعتیں ہیں اور نماز ضحیٰ (دن چڑھے کی نماز) کی چار یا آٹھ رکعتیں ہیں علاوہ ابوذر کی روایت کے نماز چاشت کی فضیلت سے متعلق ایک اور حدیث قدسی بھی آئی ہے جو یہ ہے۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تبارک تعالیٰ کا ارشاد ہے ''اے آدم کی اولا! دتو دن کے اول حصہ میں میرے لئے چار رکعتیں پڑھ لے تو میں دن کے آخر تک تیرے لئے کفایت کروں گا'' (تیرے سارے کام بنادوں گا)۔ (ترمذی)

دُعا کیجئے اے اللہ! آپ کے اس واسطہ سے کہ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں میں آپ سے پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ آپ مجھے گمراہ کردیں، بلا کی سختیوں، بدقسمتی کے حصول، بُری تقدیر، دشمنوں کے طعنوں اور اس کام کی بُرائی سے جو میں نے کیا اور اس کام کی برائی سے جسے میں نے نہیں کیا۔ اور اس چیز کی برائی سے جو مجھے معلوم ہے یا مجھے معلوم نہیں (ان سب سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں) اور میں آپ سے آپکی نعمت کے جاتے رہنے، آپ کے امن کے پلٹ جانے اور آپ کے ناگہانی عذاب آجانے اور آپ کی ناخوشی سے اپنی شنوائی کی خرابی، اپنی بینائی کی خرابی اپنی زبان کی خرابی اپنے دل کی خرابی، اپنی بے جاشہوت رانی کی خرابی اور فاقہ سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں۔ (اور اس سے بھی آپ کی پناہ مانگتا ہوں کہ) میں کسی پر زیادتی کروں یا کوئی مجھ پر زیادتی کرے اور کسی چیز کے میرے اوپر گرجانے اور میرے کسی چیز پر گر پڑنے، ڈوب جانے، جل جانے، اور اس سے کہ شیطان مجھے موت کے وقت گڑ بڑ (وساوس) میں ڈالے اور اس سے کہ میں جہاد سے بھاگتا ہوا مروں یا اس سے کہ میں کسی جانور کے ڈسنے سے مروں آپ کی پناہ چاہتا ہوں۔

بارگاہِ نبوت میں اعمال کی پیشی

قال النبی صلی الله علیه وسلم : عرضت علی اعمال امتی حسنها و سیئها، فوجدت فی محاسن اعمالها الاذی یماط عن الطریق، ووجدت فی مساوی اعمالها النخاعة تکون فی المسجد لا تدفن. (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کے اچھے اور برے دونوں طرح کے اعمال میرے سامنے پیش کئے گئے تو میں نے ان کے اچھے اعمال میں اس تکلیف دہ چیز تک کو بھی پایا جسے عام راستہ سے ہٹادیا جائے اور ان کے برے اعمال میں مسجد میں اس (ناک کی) ریزش تک کو پایا جسے دفن نہ کیا گیا ہو۔

تشریح: اللہ تعالیٰ نے انسان کو اچھے اور برے ہر قسم کے کاموں کے کرنے کی قدرت عطا فرمائی ہے اور اچھے اور برے کاموں میں تمیز کرنے اور فرق کرنے کے لئے عقل بھی عطا فرمائی ہے مگر بسا اوقات خواہ اپنی کم فہمی، یا کج فہمی کی بناء پر خواہ بیرونی گمراہ کرنے والے شیاطین جن وانس کے دھوکے اور فریب کی وجہ سے یا مکار نفس کی مکاری وفریب کاری کی وجہ سے عقل اچھے اور برے کاموں میں فرق وامتیاز کرنے میں ناکام رہتی ہے اور بہت سے اچھے کاموں کو برا اور بہت سے برے کاموں کو اچھا سمجھ لیتی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے بتقاضاء رحمت وربوبیت انسانوں کی صحیح رہنمائی کے لئے ہر زمانہ میں نبیوں اور رسولوں کو بھیجا اور آسمانی وحی ان پر نازل فرمائی کہ وہ وحی الٰہی کی روشنی میں انسانوں کی صحیح رہنمائی کریں آخری زمانہ میں پیغمبر آخرالزماں خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت تک دنیا کے انسانوں کی رہنمائی کے لئے بھیجا اور کتاب الٰہی، قران کریم، آپ پر نازل فرمائی اور روحانی مکاشفات سے آپ کو نوازا تا کہ رسول آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی میں خود، اور اپنی وفات کے بعد کتاب وسنت اور مکاشفات کے ذریعہ قیامت تک کے لئے رہنمائی کا نظام قائم کریں اور اپنی امت کے ذمہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو لازم قرار دے کر اس محکم نظام کو جاری فرمائیں۔

اسی کے ساتھ چونکہ آپ آخری نبی ہیں آپ کے بعد قیامت تک کوئی اور نبی نہیں آئے گا اس لئے آپ کو بطور کشف پہلے سے یہ بھی بتلا دیا کہ یہ ان چھوٹے بڑے اچھے کاموں کی فہرست ہے جو آپ کی امت کرے گی اور یہ ان چھوٹے بڑے برے کاموں کی فہرست ہے جو آپ کی امت کرے گی نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے از راہ شفقت ورحمت اپنی امت کو ہر بڑے سے بڑے اور چھوٹے سے چھوٹے اچھے اور برے کام سے آگاہ کر دیا تا کہ اچھے کام کرتے وقت چھوٹے سے چھوٹے اچھے کام کو بھی یہ خیال کر کے نہ چھوڑیں کہ یہ بھی کوئی اچھا کام ہے؟ اسی طرح برے کاموں سے اجتناب اور پرہیز کرتے وقت کسی چھوٹے سے چھوٹے برے کام کو بھی سمجھ کر نہ کر بیٹھیں کہ اس کام کے کرنے میں کیا حرج ہے؟ یہ بھی کوئی برا کام ہے؟ اس حدیث میں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو چھوٹے سے چھوٹے اچھے اور برے کاموں سے آگاہ فرماتے ہیں جبکہ

دوسری حدیثوں میں جو اسی باب میں آتی ہیں بڑے سے بڑے اچھے اور برے کاموں سے آگاہ فرماتے ہیں جب کہ دوسری حدیثوں میں جو اسی باب میں آتی ہیں بڑے بڑے سے اچھے برے کاموں سے آگاہ فرمایا ہے کہ یہی مقصد ہے اللہ تعالیٰ کے محاسن اعمال اور مساوی اعمال کے آپ پر کشف فرمانے کا۔

ظاہر ہے کہ انسان عام راستہ اور گزرگاہ سے کسی بھی ایذا رسان اور تکلیف دہ چیز ہٹا دینے کو کوئی اہم کار خیر اور کار ثواب نہیں سمجھتا حالانکہ بہترین خدمت خلق ہے اور راستہ چلنے والوں کی دعا خیر کا موجب ہے اور مسجد میں چھینک آنے پر ناک کی ریزش (رینٹھ) یا کھانسی اٹھنے پر منہ سے بلغم، ناک یا منہ سے نکلنے اور گر جانے کو برا کام نہیں سمجھتا حالانکہ مسجد کو گندا کر دینے کے لحاظ سے نمازیوں کے لئے بے حد تکلیف دہ اور انسانوں کی گالیوں اور فرشتوں کی بددعاؤں کا موجب ہے اس کم فہمی یا کوتاہ فہمی پر متنبہ فرمانے کے لئے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں ان دونوں درجہ کے اچھے اور برے کاموں کا ذکر فرمایا ہے کاش کہ مسلمان ان میں سے کوئی کار خیر تو اختیار کریں؟ کرتے ہیں مگر عبادت سمجھ کر اور ثواب کی نیت سے نہیں کرتے اور ثواب سے محروم رہتے ہیں۔

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی غفلت اور بے حسی کو دور کرنے کی غرض سے مندرجہ ذیل دعا مانگنے کی ہدایت فرمائی ہے۔

اللهم لا تجعل الدنيا اكبر همنا ولا مبلغ علمنا ولا غاية رغبتنا

اے اللہ تو دنیا کو ہمارا سب سے بڑا مقصد اور منتہائے علم اور ہماری آخری رغبت (مرغوب چیز) نہ بنائیو۔

اس دعا کی روشنی میں ہماری حالت

آج ہماری حالت یہی ہے کہ ہمارا سب سے بڑا مقصد دنیا ہے آخرت کا بھول کر بھی خیال نہیں آتا تحصیل علم کی منتہا بھی دنیا ہے یعنی ہم جو بھی علم حاصل کرتے ہیں اگرچہ دینی علم ہی ہو اس کا مقصد صرف دنیوی اغراض ہیں اور بس آگے ہمیں کچھ نہیں چاہئے دنیاوی کامرانیاں ہی ہمیں مرغوب و مطلوب ہیں اور بس وائے برما و برحال ما (افسوس ہم پر اور ہمارے حال پر)

آپ بھی اس دعا کو یاد کر لیجئے اور دل کی گہرائیوں سے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگا کیجئے یاد رکھئے اللہ تعالیٰ خلوص قلب سے مانگی ہوئی دعاؤں کو ضرور قبول فرماتے ہیں و باللہ التوفیق۔

باقی مسجد میں چھینک آنے پر ریزش کا ناک سے نکلنا یا کھانسی آنے پر منہ سے بلغم نکلنا غیر اختیاری چیز ہے اس لئے اس برے کام کا کفارہ بھی بتا دیا۔

عن انس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم البزاق في المسجد خطيئة و كفارتها دفنها (متفق عليه)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسجد میں تھوک خطا ہے اور اس کو دفن کر دینا اس خطا کا کفارہ ہے۔ بخاری مسلم

اگر مسجد کی زمین کچھ نرم ہو تو ذرا مٹی کرید کر اس کو دفن کر دینا چاہئے اگر فرش پختہ ہو تو اپنے رومال، چادر یا کرتے کے کنارہ پر لے کر اس کو مسل دینا چاہئے یا کسی بھی اور طریقہ سے اس کا ازالہ کر دینا چاہئے تاکہ مسجد پاک و صاف رہے اسی لئے حضرت ابوذر کی حدیث میں **لاتدفن** (جو دفن نہ کی گئی ہو) کی قید ہے اگر کسی بھی طرح ازالہ کر دیا تو برائی ختم ہو گئی ناک کی ریزش، تھوک اور بلغم سب کا ایک حکم ہے۔

غریبوں کیلئے صدقہ اور ثواب میں سہولتیں

ان ناسا قالوا: يارسول الله، ذهب اهل الدثور بالاجور، يصلون كما نصلى، ويصومون كما نصوم، ويتصدقون بفضول اموالهم قال: أوليس قد جعل الله لكم ما تصدقون به: ان بكل تسبيحة صدقة، وكل تكبيرة صدقة، وكل تحميدة صدقة وكل تهليلة صدقة، وأمر بالمعروف صدقة، ونهى عن المنكر صدقة، وفي بضع احدكم صدقة (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ (ایک مرتبہ) کچھ لوگوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مال دار لوگ سب اجر وثواب لے گئے (اور ہم منہ تکتے رہ گئے دیکھئے) وہ نمازیں پڑھتے ہیں جیسے ہم پڑھتے ہیں وہ روزے رکھتے ہیں جیسے ہم روزے رکھتے ہیں (مگر) وہ اپنے فاضل اموال (دل کھول کر) صدقہ کرتے ہیں (ہم فقر وافلاس کی وجہ سے صدقہ نہیں کر سکتے اس لئے وہ اجر وثواب میں ہم سے بڑھ گئے ہم ان سے پیچھے رہ گئے) آپ نے فرمایا: کیا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے صدقہ کرنے اور اجر وثواب حاصل کرنے کے کام نہیں تجویز کئے (جو بغیر مال ودولت تم کر سکتے ہو دیکھو) ہر کلمہ تسبیح (سبحان اللہ کہنا) ایک صدقہ (کارثواب) ہے اور ہر کلمہ تکبیر (اللہ اکبر کہنا) ایک صدقہ (کارخیر) ہے ہر کلمہ تحمید (الحمدللہ کہنا) ایک صدقہ (کارخیر) ہے ہر کلمہ تہلیل (لا الہ الا اللہ کہنا) ایک صدقہ (کارثواب) ہے۔ کسی کو بھلے کام کو کہنا ایک صدقہ (کارخیر) ہے ہر برے کام سے کسی کو منع کرنا ایک صدقہ (کارثواب) ہے اور تم میں سے ہر شخص کی شرمگاہ (کے معاملہ میں بھی) ایک صدقہ (کارخیر) ہے انہوں نے عرض: یارسول اللہ! ایک شخص اپنی (خواہش نفس) کو پورا کرتا ہے اور اس میں بھی اسے اجر وثواب ملتا ہے؟ آپ نے فرمایا: تم مجھے بتلاؤ اگر وہ اپنی اسی خواہش کو حرام محل میں (اجنبی عورت سے) پورا کرتا تو کیا اس پر گناہ نہ ہوتا؟ (ضرور ہوتا) تو اسی طرح جب اس نے اپنی اسی خواہش کو حلال محل میں (بیوی سے) پورا کیا تو اس پر اسے اجر نہ ملے گا (ضرور ملے گا؟) کیونکہ اس نے ایک حلال کام کر کے خود کو حرام کام اور اس کے گناہ سے بچالیا کتنا بڑا کارثواب ہے۔

تشریح: حدیث کا حاصل یہ ہے کہ کارہائے خیر اور اجر وثواب کے کام اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال ودولت خرچ کرنے میں منحصر نہیں ہیں کہ تہیدست ونادار لوگ مالداروں کے مقابلہ میں خود کو کمتر محسوس کریں بلکہ بیشمار کام ایسے ہیں کہ انسان اگر چاہے تو بغیر پیسہ خرچ کئے کر سکتا ہے صرف سبحان اللہ والحمدللہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر خلوص قلب اور رضاء الٰہی کی نیت سے کہے تو یہی چار کلمات جنت میں سرسبز وشاداب باغات لگانے کے لئے کافی ہیں چنانچہ حدیث میں آیا ہے۔

حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شب معراج میں (ساتویں آسمان پر) حضرت ابراہیم علیہ السلام سے میری ملاقات ہوئی تو انہوں نے فرمایا۔ اے محمد! اپنی امت کو میرا سلام اور یہ پیغام پہنچادو کہ جنت کی زمین نہایت عمدہ (اور زرخیز) ہے پانی بھی میٹھا ہے (مگر ابھی) وہ خالی پڑی ہے **سبحان الله، والحمدلله**

ولا اله الاالله واللہ اکبر' اس کے پودے ہیں (جس قدر ممکن ہوسکے زیادہ سے زیادہ سرسبز وشاداب باغات لگالو)

اسی طرح کسی بھی شخص کو خوش اسلوبی سے شرعاً بھلی بات بتلانا اور شرعاً بری بات سے منع کرنا بھی کوئی دشوار کام نہیں نہ ہی اس میں روپیہ پیسہ خرچ ہوتا ہے بشرطیکہ نیک نیتی اخلاص اور خوش اسلوبی سے انجام دیا جائے تو بہت بڑے اجر وثواب کا موجب ہے بلکہ یہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر تو اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق: تم (اے امت محمد) بہترین امت ہو تمہیں لوگوں (کی رہنمائی) کے لئے پیدا کیا گیا ہے تم بھلی بات کا حکم کرتے ہو بری بات سے منع کرتے ہو۔

امت محمد یہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا طغریٰ امتیاز ہے۔

اسی طرح ایک مسلمان اپنے گھر جا کر اہل وعیال کے درمیان بیٹھتا اٹھتا' کھاتا پیتا' بات چیت کرتا' سوتا جاگتا ہے اور نیت اس کی یہ ہوتی ہے کہ یہ میرے اہل وعیال ہیں ان کے اعمال واخلاق کی نگرانی میرا فرض ہے غیر شرعی اعمال واخلاق سے بحسن تدبیر ان کو روکوں اور منع کروں اور شرعی اعمال وافعال اور اسلامی آداب واخلاق کی غیر محسوس طریق پر ان کو تعلیم دوں' اسلامی تہذیب ومعاشرت سے ان کو روشناس کروں مثلاً گھر کے تمام رہنے والے عورتیں' بچے جوان' بوڑھے ایک دسترخوان پر کھانا کھائیں اور خود بسم اللہ الرحمن الرحیم ذرا بلند آواز سے کہہ کر کھانا شروع کرے جو بچے کم عمر ہیں ان کو پیار محبت سے سمجھائے کہ بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کرتے ہیں تو جن سمجھدار مردوں' عورتوں نے ناواقفیت یا بے پروائی کی بنا پر بسم اللہ نہیں پڑھی ہوگی وہ تو اپنی غلطی یا کوتاہی خود ہی محسوس کرکے بسم اللہ پڑھ لیں گے اور دوسرے وقت جب دسترخوان پر بیٹھیں گے تو کھانا شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا نہ بھولیں گے اور اسی طرح روزانہ بار بار کی یاددہانی اور فہمائش سے تمام گھر والے اس سنت پر عمل کرنے لگیں گے اور کھانا شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کی سب کو عادت پڑ جائے گی دیکھئے کہ ایک سنت کو زندہ کرنا کتنا بڑا کار خیر ہے اور کتنے بڑے ثواب کا کام ہے لیکن یہ کام اسی صورت ہوسکا جب اسی نیت اور اسی ذمہ داری کے فرض کو ادا کرنے کے ارادہ سے اہل خانہ کے ساتھ بیٹھ کر دونوں وقت روزانہ کھانا کھایا یہ تو ایک چھوٹی سی مثال ہے اسی طرح اور اسی نیت سے اگر اہل خانہ کے درون خانہ تمام اعمال وافعال اور آداب واخلاق کی نگرانی اور اصلاح کی جائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

تم میں سے ہر شخص نگران ہے اور (قیامت کے دن) تم میں سے ہر شخص سے اس کے زیر نگرانی لوگوں کے بارے میں بازپرس ہوگی اور ہر مرد اپنے اہل وعیال کا نگران ہے اس سے اس کی رعایا (اہل خانہ) کے بارے میں بازپرس ہوگی۔

اس تفصیل کے مطابق ہر مسلمان کے لئے اپنے گھر میں بھی بے شمار کارہائے خیر اور ثواب کے کام موجود ہیں بشرطیکہ وہ خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور آخرت کے ثواب کی نیت اور غرض سے ان کاموں کو انجام دے ورنہ تو ہر شخص خصوصاً مہذب اور تعلیم یافتہ طبقہ کے سب ہی لوگ اپنے اہل وعیال کو ادب تمیز سکھلانے اور آداب واخلاق سے آراستہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں مگر اس غرض اور نیت سے کہ سوسائٹی میں ان کو عزت کی نظر سے دیکھا جائے اور ان کی تعریف کی جائے نہ کہ ارشاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت وفرمانبرداری اور آخرت کی مسئولیت سے بچنے کی غرض سے چنانچہ ان کو وہی آداب واخلاق سکھلاتے ہیں جو سوسائٹی میں مقبول اور پسندیدہ سمجھے جاتے ہیں دیکھئے آج کل ہاتھوں میں

پلیٹیں اور چمچے لے کر کھڑے کھڑے چلتے پھرتے کھانا کھانا اور پانی پینا عین تہذیب سمجھا جاتا ہے اور گھروں میں اسی کی تعلیم وتربیت دی جاتی ہے حالانکہ یہ اسلامی تہذیب اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے بالکل خلاف گداگرانہ اور بہیمانہ فعل ہے مگر اس طبقہ کا مقصد تو صرف سوسائٹی میں سرخروئی حاصل کرنا ہے ان کو خدا رسول اور آخرت کے ثواب وعذاب سے کیا واسطہ؟ بھول کر بھی کبھی خدا رسول کا خیال نہیں آتا یاد رکھئے! اسلامی معاشرہ اور خداپرستی کا ماحول سٹیج کی تقریروں اور منبروں کی وعظوں سے کبھی قائم نہیں ہوسکتا بہت سے نیک دل مسلمان جس وقت ان تقریروں اور وعظوں کو سنتے ہیں اس وقت صدق دل سے ان پر عمل کرنے کا ارادہ بھی کرتے ہیں مگر جونہی ان وعظوں اور تقریروں کی مجلس سے اٹھتے اور اپنے گھر آتے ہیں یا کاروبار میں مشغول ہوتے ہیں تو وہی غیر اسلامی کام کرتے ہیں جن کی بچپن سے عادت پڑی ہوتی ہے یاد رکھئے علم نفسیات کے مطابق عادت سب سے "قوی موثر اور عامل" ہے۔

اس لئے جب تک ہر مسلمان گھرانے کا بڑا' سربراہ مذکورہ حدیث کے مطابق اپنی ذمہ داری کو محسوس نہ کرے گا کہ ان اہل خانہ عورتوں' مردوں' بچوں اور بوڑھوں کی دینی اصلاح اور اسلامی تربیت میرا فرض ہے اور میں ہی قیامت کے دن جواب دہ ہوں اور عملی طور پر ان کے نشست برخاست خورد ونوش' خفت وخواب کی عادتوں کو اسلامی آداب واخلاق اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے سانچے میں نہ ڈھالا جائے گا اس وقت تک گھر کا ماحول دینی اور اسلامی نہیں ہوسکتا اور جب تک اس فرض کو اہم ترین ذمہ داری اور آخرت کے مواخذہ سے بچنے کا واحد ذریعہ سمجھ کر نہ ادا کیا جائے گا اس وقت تک کوئی تبدیلی نہیں آسکتی اسی طرح جب ہر گھر اور خاندان کا بڑا اور سربراہ اسی طریق کار پر عمل کرے گا تو پوری بستی کا معاشرہ اسلامی ماحول دینی ہوسکتا ہے اور جب ہر بستی اور ہر شہر کے مسلمان اسی طرح اپنے اپنے گھرانوں اور بستیوں میں اسی نہج پر کام کریں گے تو پورے ملک کا معاشرہ اسلامی اور خداپرستی کے ماحول سے تبدیل ہوسکتا ہے یہی واحد تدبیر ہے اسلامی معاشرہ قائم کرنے کی۔

غرض اس چوتھی حدیث کا حاصل یہ ہے کہ درون خانہ بھی اور بیرون خانہ بھی اتنے زیادہ اور بے شمار کارہائے خیر ہیں کہ انسان کی زندگی کا ایک لمحہ بھی ایسا نہیں جس میں کوئی ثواب کا کام کرنے کے لئے نہ ہو' کرنیوالا ہونا چاہئے اور کرنے والا وہی شخص ہوسکتا ہے جس کو آخرت کی فکر ہو پھر ساری زندگی اجر وثواب کا ذریعہ بن سکتی ہے لہٰذا کسی بھی مسلمان کو کسی بھی حالت میں یہ خیال ہرگز نہ کرنا چاہئے کہ میں اس حالت میں کوئی کار ثواب نہیں کرسکتا فقر وافلاس ہو' دکھ بیماری ہو ہر حالت میں سبحان اللہ' والحمدللہ ولاالہ الااللہ' واللہ اکبر' تو کہہ سکتا ہے زبان سے کہنے میں دشواری ہو تو دل میں تو کہہ سکتا ہے طلب صادق اور لگن ہونی چاہئے پھر کوئی چیز مانع نہیں ہوسکتی اللہ تعالیٰ ہمیں سب کو کتاب لکھنے والے کو بھی اور پڑھنے والوں کو بھی' اور شائع کرنے والوں کو بھی یہ لگن عطا فرمائیں تاکہ ہماری زندگی کا ایک ایک لمحہ کارہائے خیر میں صرف ہو اور ہم ہمہ وقت ثواب کے کاموں میں مشغول رہیں۔

دُعا کیجئے: اے اللہ! آپ مجھے بڑا صبر کرنے والا، بڑا شکر کرنے والا بنا دیجئے اور مجھے میری نظر میں چھوٹا اور دوسروں کی نظروں میں بڑا بنا دیجئے۔ اے اللہ ہمارے ملک میں برکت شادابی اور امن رکھ دیجئے۔ اور جو کچھ آپ نے مجھے دیا ہے اس کی برکت سے مجھے محروم نہ فرمائیے۔ اور جس چیز سے آپ نے مجھے محروم رکھا ہے اس کے بارہ میں آپ مجھے فتنہ میں نہ ڈالئے۔

کسی بھی نیک کام کو حقیر نہ سمجھئے

قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: لا تحقرن من المعروف شیئا ولو ان تلقی اخاک بوجه طلیق (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: (اے ابوذر) تم بھلائی کے کاموں میں سے کسی بھی کام کو حقیر (اور معمولی) ہرگز نہ سمجھنا اگرچہ اپنے (دینی بھائی) سے خندہ پیشانی کیساتھ ملنا ہی (کیوں نہ) ہو۔

تشریح: اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوذر کو خاص طور پر خطاب کر کے متنبہ فرماتے ہیں کہ کبھی کسی بھی بھلے کام کو "معمولی" اور حقیر سمجھ کر ہرگز نہ ترک کرنا یہ نفس کا فریب اور دھوکا ہے۔ وہ تم کو کار خیر کے ثواب سے محروم کرنا چاہتا ہے چنانچہ ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان سے خوش روئی اور خندہ پیشانی سے ملنا اور ملاقات کرنا بھی کار ثواب ہے اگرچہ بظاہر اس میں نہ اس کی کوئی مالی امداد و اعانت ہوتی ہے نہ ہاتھ پاؤں کی کوئی مدد مگر یہ طرز ملاقات اپنے دوررس نتائج کے اعتبار سے بے حد اہم کار خیر ہے اس لئے کہ اس طرح سے ملنے اور ملاقات کرنے سے مسلمانوں میں باہمی اخوت اور بھائی بندی کا رشتہ استوار اور مضبوط ہوتا ہے اور ضرورت کے وقت ایک دوسرے کی امداد و اعانت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے باہمی میل جول بڑھتا ہے اور ضرورت کے وقت بغیر کسی جھجک کے ایک دوسرے سے صدہا اور جائز دنیوی کام لئے جا سکتے ہیں جو بغیر باہمی تعاون کے نہیں ہو سکتے۔

انسانی زندگی میں یہ باہمی امداد و تعاون اس قدر ضروری اور ناگزیر چیز ہے کہ دنیا کے ہر ملک اور قوم میں خدا پرست ہوں یا خدا ناشناس حتیٰ کہ خالص کمیونسٹ ملکوں اور قوموں میں بھی امداد باہمی کی بڑی بڑی انجمنیں اور ادارے موجود ہیں فرق صرف اتنا ہے کہ وہ صرف دنیوی کاموں میں خواہ وہ کام جائز ہوں خواہ ناجائز امداد باہمی کے منصوبے اور پروگرام بناتے ہیں خدا پرستی دینداری اور آخرت کے یا وہ سرے سے منکر ہیں یا غافل ہیں اس لئے دینی کاموں کا ان کے ہاں سوال ہی نہیں لیکن خدا پرست اور دیندار لوگ خدا کی عبادت و طاعت اور آخرت میں کام آنے والے کاموں کو دنیوی اغراض ومقاصد پر مقدم رکھتے ہیں اور مرنے کے بعد ایک ابدی اور لافانی زندگی پر یقین و ایمان رکھتے ہیں اس لئے ان کے نزدیک دینی کاموں میں باہمی امداد و تعاون دنیوی کاموں کی بہ نسبت زیادہ ضروری ہے اور دنیاوی کاموں میں امداد و تعاون صرف شرعاً جائز کاموں تک محدود رکھتے ہیں اور گناہ و نافرمانی میں باہمی امداد کو حرام اور ممنوع سمجھتے ہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔

نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ و ظلم میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے (ہر حالت میں) ڈرتے رہو بلاشبہ اللہ کا عذاب بہت سخت ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اوپر والی ابوذرؓ کی حدیث میں امر بالمعروف کو ایک کار ثواب بتلایا ہے اس لحاظ سے اس پانچویں حدیث میں ابوذر کو ہی خطاب کر کے تنبیہ فرمائی کہ تم کسی بھی کار خیر کو حقیر اور معمولی مت سمجھنا اگرچہ اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے ملنا ہی ہو اس لحاظ سے یہ پانچویں حدیث چوتھی حدیث کا نتیجہ ہے اور امر بالمعروف ہی سے متعلق ہے۔

بدن کے تین سو ساٹھ جوڑوں کا شکرانہ

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: كل سلامى من الناس عليه صدقة كل يوم تطلع فيه الشمس: تعدل بين الاثنين صدقة، وتعين الرجل فى دابته، فتحمله عليها، او ترفع له عليها متاعه صدقه، والكلمة الطيبة صدقة، وبكل خطوة تمشيها الى الصلاة صدقة، (متفق عليه)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کے (بدن کے) جوڑوں میں سے ہر جوڑ پر ایک صدقہ (کارخیر بطور شکرانہ) واجب ہے (۱) دو شخصوں کے درمیان تم انصاف کرو یہ ایک (کارخیر بطور شکرانہ) واجب ہے۔ (۲) کسی شخص کی سواری (پر سوار ہونے میں) مدد کرنا اس کو (سہارا دے کر) اس پر سوار کر دینا یا اس کا سامان اٹھا کر سواری پر اس کو دے دینا ایک کار ثواب ہے۔ (۳) اچھی بات (کسی کو بتا دینا) ایک کارثواب ہے (۴) ہر قدم جو نماز کے لئے (مسجد) جانے میں اٹھاؤ یہ ایک کارثواب ہے (۵) راستہ (گذرگاہ) سے ایذا رساں چیز کو ہٹا دینا ایک کارثواب ہے (بخاری اور مسلم)

امام مسلم نے بھی یہ حدیث (ذرا تفصیل کے ساتھ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی وہ کہتی ہیں کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اولاد آدم میں سے ہر انسان کے (بدن میں) تین سو ساٹھ جوڑ پیدا کئے گئے ہیں پس (ان جوڑوں کا شکرانہ ادا کرنے کے لئے) جس شخص نے **الله اكبر** کہا **الحمدالله** کہا **لااله الاالله** کہا **سبحان الله** کہا **استغفر الله** کہا اور لوگوں کے راستے (گذرگاہ) سے پتھر ہٹا دیا یا کانٹا ہڈی لوگوں کے راستہ سے ہٹا دی یا (کسی کو) بھلے کام کے لئے کہا یا برے کام سے منع کیا (اسی طرح) تین سو ساٹھ جوڑوں (کے اداء شکر کے لئے) تین سو ساٹھ کام کر لئے تو اس شخص نے اس دن شام ہونے تک اپنے آپ کو (جہنم کی) آگ سے دور (اور محفوظ) کر لیا۔

تشریح: اس سے قبل حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی دوسری حدیث میں بھی انسان کے بدن کے جوڑوں پر اللہ تعالیٰ کا عظیم انعام واحسان ہونا اور اس انعام واحسان کے شکریہ میں کارہائے خیر انجام دے کر شکریہ ادا کرنے کا بیان آچکا ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیثوں میں بھی اسی اداء شکر کا بیان ہے لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ان جوڑوں کی تعداد تین سو ساٹھ بتلائی ہے اور صبح سے شام تک روزانہ تین سو ساٹھ کارہائے خیر انجام دے کر خود کو کفران نعمت کی سزا جہنم سے نجات دلانے کی تاکید فرمائی ہے۔

ان دونوں حدیثوں میں جن کارہائے خیر کا ذکر ہے ان کی تعداد حسب ذیل ہے۔ (۱) ہر کلمہ سبحان اللہ (۲) ہر کلمہ الحمد للہ (۳) ہر کلمہ لا الہ الا اللہ (۴) ہر کلمہ اللہ اکبر (۵) ہر کلمہ استغفر اللہ (۶) ہر بھلا کام کسی کو بتلانا (۷) ہر برے کام سے کسی کو منع کرنا (۸) دو شخصوں کے درمیان انصاف کرنا (۹) کسی کمزور انسان کو سواری پر سوار ہونے یا سامان اٹھا کر اس کو دے دینے میں مدد کرنا (۱۰) ہر اچھی بات کہنا (۱۱) نماز کے لئے مسجد جانے میں

ہر قدم اٹھانا (۱۲) عام گزرگاہ سے ہر ایذا رسان چیز کو دور کرنا (۱۳) لوگوں کے راستہ سے پتھر، کانٹے یا ہڈی کو ہٹا دینا۔

یہ کارہائے خیر اپنی نوعیت کے اعتبار سے تو صرف تیرہ قسم کے کام ہیں مگر ہر کام تعمیر کے اعتبار سے یہ بے شمار ہو جاتے ہیں جن سے کوئی انسان کسی وقت بھی خالی نہیں رہ سکتا (جس کی تفصیل اسی باب کی دوسری حدیثوں کی تشریح کے ذیل میں گزر چکی ہے) مگر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں تو صرف دن چڑھے کی دو رکعتوں کو ہی ان تمام کارہائے خیر کی بجائے کافی قرار دے دیا ہے۔

سبحان اللہ کتنا بڑا اللہ تعالیٰ کا احسان اور بندہ پروری ہے کہ تین سو ساٹھ جوڑوں کے اداء شکر کے لئے تین سو ساٹھ کارہائے خیر کی جگہ صرف دو رکعتوں کو ہی کافی قرار دے دیا اس کے بعد بھی اگر کوئی خدا پرست انسان ان بدن کے جوڑوں کا شکر یہ ادا نہ کرے تو اس سے بڑھ کر احسان ناشناس، ناشکرا اور کفران نعمت کی سزا کا مستحق اور کون ہو سکتا ہے۔

ہماری حالت

لیکن وائے برما (افسوس ہماری حالت پر) ہم تو دن رات اس قدر دنیا میں منہمک اور سرگرداں ہیں کہ کسی وقت بھول کر بھی ہمیں خیال نہیں آتا کہ یہ ہاتھ پاؤں اور اعضا جن سے ہم دنیا کے تمام کام لے رہے ہیں خواہشات پوری کر رہے ہیں اغراض حاصل کر رہے ہیں ان کو عطا کرنے والے کا بھی ہم پر کچھ حق ہے یا کسی کے انعام واحسان کا شکریہ ادا کرنا تو انسانیت اور شرافت کا تقاضا بھی ہے جانور بھی چارہ ڈالنے والے کے سامنے سر جھکاتا ہے ہم تو جانوروں سے بھی گئے گزرے ہیں ہم تو دنیا میں اس قدر منہمک اور سرگرداں ہیں کہ ہمیں یہ سوچنے سمجھنے کی فرصت ہی نہیں ہمارے متعلق ہی فرمایا ہے۔

بل تؤثرون الحیوۃ الدنیا (اعلیٰ:۱۶)

بلکہ تم تو دنیا کی زندگی کو (آخرت پر) ترجیح دیتے ہو۔

حالانکہ یہ دنیا کی زندگی جس میں ہم نے اپنے آپ کو کھپا رکھا ہے اس کی آخرت کی زندگی کے مقابلہ میں جس سے ہم بالکل بے پرواہ اور بے خبر ہیں کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتی نہ ہی اس کی کوئی بنیاد ہے ارشاد ہے۔

والاخرۃ خیر وابقی (اعلیٰ:۱۷)

حالانکہ آخرت (کی زندگی بدرجہا) بہتر اور پائیدار (لافانی) ہے۔

ہم بچشم خود مشاہدہ کرتے ہیں کہ بڑے بڑے خوشحال اور دولت مند زمانہ کی گردش کا شکار ہو جاتے ہیں اور دیکھتے دیکھتے نان شبینہ تک کے محتاج ہو کر دربدر ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہیں درحقیقت یہ ہمارے خبیث نفس کی سرکشی اور سرتابی ہے کہ وہ ہمیں ان روز روشن کی طرح واضح حقیقتوں کے سوچنے سمجھنے کی مہلت ہی نہیں دیتا اور دولت وثروت جاہ ومنفعت کے نئے سے نئے سبز باغ دکھا کر شب وروز سرگرداں رکھتا ہے اور مرتے دم تک اسی فنا ہونے والی دنیا میں ہم سر کھپاتے رہتے ہیں اس کا انجام یہ ہے ارشاد ہے۔

فامامن طغی واثر الحیوۃ الدنیا فان الجحیم ھی الماوی (النزعت آیت ۳۸،۳۷)

اور جس نے سرکشی اختیار کی اور دنیا کی زندگی کو (پسند کیا اور) ترجیح دی پس بیشک جہنم ہی اس کا ٹھکانا ہے۔

بجز اس خوش نصیب اور سعید ازلی شخص کے جو اس مکار نفس کی فریب کاری سے آگاہ ہو کر قیامت کے دن خدا کے روبرو پیش ہونے سے اور گناہوں کی سزا سے ڈرا اور اس بے لگام نفس کے منہ میں احکام خداوندی کی پابندی کی لگام دی اور

اس کو ناجائز خواہشات سے باز رکھا تو بیشک قیامت کے دن جنت اس کا ٹھکانہ ہوگی ارشاد ہے۔

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى

(سورۃ النزعت آیت ۴۰، ۴۱)

اور جو اپنے رب کے سامنے کھڑے (اور پیش) ہونے سے ڈرا اور نفس کو خواہشات سے باز رکھا تو بیشک جنت ہی اس کا ٹھکانا ہے۔

اس باب کی احادیث اور ان کی تشریحات کے ذیل میں ہر حالت میں اور ہر وقت کارہائے خیر میں مصروف رہنے کا مقصد اسی بے لگام نفس کے منہ میں لگام دینا خدا اور سول کے احکام کے خلاف ورزی اور ممنوع اغراض وخواہشات سے روکنا اور قیامت کے دن سرخرو ہونا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان دنیاوی خواہشات واغراض سے دور اور محفوظ رکھے جو قیامت کے دن جہنم میں لے جانے والی ہوں۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! آپ نے میری صورت اچھی بنائی ہے پس آپ میری سیرت بھی اچھی کر دیجئے اور میرے دل کی بے اطمینانی دور فرمائیے اور گمراہ کرنے والے فتنوں سے جب تک میں زندہ ہوں مجھے محفوظ فرمائیے۔

اے اللہ! مجھے موت کے وقت ایمان کی محبت تلقین فرمائیے۔

اے میرے پروردگار! میں آپ سے آج کے دن اور جو چیز اس کے بعد ہو بھلائی کا سوال کرتا ہوں۔

اے اللہ! میں آپ سے آج کے دن کی خیر اور اس کی فتح، ظفر اور اسکی برکت وہدایت کا سوال کرتا ہوں۔ اے اللہ میں آپ سے اپنے دین ودنیا اور اہل ومال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتا ہوں۔

اے اللہ! میرا عیب ڈھانپ دیجئے اور خوف کو امن سے بدل دیجئے۔

اے اللہ! میری آگے سے، پیچھے سے، دائیں بائیں سے اور میرے اوپر سے حفاظت فرمائیے۔ اور میں آپ کی عظمت کے واسطہ سے پناہ چاہتا ہوں کہ اس سے کہ میں ناگہاں اپنے نیچے سے پکڑ لیا جاؤں۔ یاحی یاقیوم میں آپ کی رحمت کے واسطے سے آپ سے فریاد کرتا ہوں کہ میرے سارے حال کو درست کر دیجئے اور مجھے میرے نفس کی طرف ایک لمحہ کے لئے بھی سپرد نہ فرمائیے۔ اے اللہ میں آپ کے اس نور کے واسطہ سے جس سے آسمان وزمین روشن ہیں اور ہر اس حق کے واسطہ سے جو آپ کا ہے اور اس حق کے واسطہ سے جو مانگنے والے کا آپ پر ہے سوال کرتا ہوں کہ آپ مجھ سے درگزر فرمائیں اور وہ یہ کہ اپنی قدرت سے مجھے دوزخ سے پناہ دے دیجئے۔ اے اللہ آج کے دن کے اوّل حصہ کو میرے حق میں بہتر بنا دیجئے، درمیانی حصہ کو فلاح اور آخری حصہ کو کامیابی بنا دیجئے۔

اے سب سے بڑے مہربان میں آپ سے دنیا وآخرت (دونوں کی) بھلائی چاہتا ہوں۔

اے اللہ! میرے گناہ بخش دیجئے اور میرے شیطان کو دور کر دیجئے اور میرا بند کھول دیجئے اور میرا پلہ بھاری کر دیجئے اور مجھے طبقہ اعلیٰ میں (شمار) فرمائیے۔

مسجد میں نماز باجماعت ادا کرنے والے کی مہمانی

عن ابی هريرة رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: من غدا الی المسجد او راح، اعد الله له فی الجنة نزلا كلما غدا او راح. (متفق عليه)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص صبح کو (نماز کے لئے) مسجد گیا یا شام کو گیا اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں خصوصی ضیافت تیار فرمائیں گے جتنی مرتبہ بھی وہ صبح یا شام کو (مسجد) جائے گا۔

تشریح: نزل (عربی زبان میں) اس (خصوصی) غذا (کھانے کو اور ہر اس چیز) کو کہتے ہیں جو مہمان کے لئے تیار کی جائے۔

اس نزل (خصوصی ضیافت) کی خوشخبری فرشتے (مرتے وقت) ہر اس مسلمان کو سناتے ہیں جو تمام عمر اللہ تعالیٰ پر ایمان اور دین پر پختگی کے ساتھ قائم رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

بے شک جن لوگوں نے (صدق دل سے) کہا: ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر (تمام عمر پختگی کے ساتھ) اس پر قائم رہے ان کے پاس (مرتے وقت) فرشتے آتے ہیں (اور کہتے ہیں) اب تم نہ کسی چیز کا خوف کرو اور نہ ہی کسی چیز کا غم کرو اور تم کو خوشخبری ہو اس جنت کی جس کا (دنیا میں) تم سے وعدہ کیا گیا تھا ہم دنیا کی زندگی میں بھی تمہارے مددگار رہے اور آخرت میں بھی تمہارے مددگار رہیں گے اس جنت میں تمہیں وہ تمام چیزیں (نعمتیں) ملیں گی جن کو تمہارا جی چاہے گا اور اس جنت میں تمہیں ہر وہ چیز (نعمت) ملے گی جو تم طلب کرو گے (یہ) خصوصی ضیافت ہے۔

بہت مغفرت کرنے والے مہربان (رب) کی جانب سے۔

یہ حقیقت ہے کہ روزانہ پابندی کے ساتھ پانچوں وقت مسجد میں جا کر جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا اتنا عظیم دین کا کام (عبادت) ہے کہ جو مسلمان اس کی پابندی کر لیتا ہے اس کے لئے اور دین کے کاموں (عبادتوں) کی پابندی آسان ہو جاتی ہے اور جو مسلمان پنجوقتہ نماز باجماعت کی پابندی نہیں کر سکتے وہ اور دین کے کاموں (عبادتوں) کی پابندی بھی نہیں کر سکتے اور فرض عبادتوں تک کو ترک کرنے کے مجرم اور گنہگار ہوتے ہیں اسی لئے اللہ تعالیٰ نماز کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں۔

اور تم (دین کے تمام کاموں میں) مدد حاصل کرو ثابت قدمی اور نماز سے بلا شبہ نماز (پڑھنا) بہت زیادہ گراں (اور دشوار) ہے سوائے ان لوگوں کے جن کو یقین ہے کہ ان کو (مرنے کے بعد) اپنے رب کے سامنے ضرور پیش ہونا ہے اور وہ (دنیا سے) اسی کے پاس لوٹ کر جائیں گے (اور سب سے پہلے نماز کے متعلق ہی سوال ہوگا کہ پابندی کے ساتھ پڑھی یا نہیں)

فارسی کا شاعر کہتا ہے۔

روز محشر کہ جان گداز بود　　اولین پرسش نماز بود

محشر کے دن جبکہ جان پگھلی جا رہی ہوگی سب سے پہلے نماز کا سوال ہوگا۔

اس آیت کریمہ میں صبر سے مراد وہی استقامت ہے جس کا ذکر اس سے پہلی آیت میں آیا ہے یعنی تمام عمر دین وایمان پر پختگی کے ساتھ قائم رہنا۔

اسی لئے حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں تمام صوبوں کے والیوں (گورنروں) کے پاس ذیل کا فرمان بھیجا تھا۔

بلاشبہ تمہارے دین کے کاموں (عبادتوں) میں سب سے زیادہ اہم نماز ہے تو جس شخص نے نماز کی پابندی کر لی وہ کاموں (عبادتوں) کی آسانی سے پابندی کر سکے گا اور جس اور نے نماز کو ضائع کر دیا وہ اور کاموں کو زیادہ آسانی کے ساتھ ضائع کر دے گا۔

اور اسی نماز کی محبت و مسرت کی بنا پر دین کے اور تمام کام بھی آسان اور سہل ہو جاتے ہیں اسی لئے قرآن کریم میں صبر اور صلوٰۃ سے دین کے تمام کاموں میں مدد لینے کا حکم فرمایا ہے کہ یہی نماز کی پابندی دین کے تمام کاموں کی پابندی کو آسان بنا دیتی ہے جیسا کہ تمام عالم اسلام کے مسلمانوں کو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے فرمان میں بتلایا گیا ہے نماز نہ صرف دین کے کاموں کو آسان کر دیتی ہے بلکہ دنیا کی تمام پریشانیوں کو بھی دور کر دیتی ہے جیسا کہ حدیث میں شریف میں آیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی (پریشان کن) دشوار امر پیش آتا تو آپ نماز کی طرف دوڑتے (اور فوراً نماز پڑھنے لگتے)

گویا نماز دین و دنیا دونوں کے دشوار کاموں کو آسان کر دیتی ہے اور پریشانیوں سے نجات دلاتی ہے نہ صرف یہ بلکہ نماز بے حیائی کے کاموں اور شرعاً ممنوع کاموں سے بھی روکتی ہے۔

کاش اس کتاب کے پڑھنے والوں کے کان اس اللہ تعالیٰ کے ارشاد کو دل و جان سے سن لیں اور دین و دنیا کی تمام فکروں اور پریشانیوں سے نجات حاصل کریں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ کتاب کے لکھنے والے اور شائع کرنیوالے کو بھی اللہ تعالیٰ ذکر اللہ کی توفیق عطا فرمائیں۔

بات لمبی ہو گئی مختصر یہ ہے کہ اس حدیث میں پانچویں وقت مسجد میں جا کر جماعت سے نماز پڑھنے والوں کے لئے غفور و رحیم پروردگار کی جانب سے خصوصی ضیافت کی بشارت اور خوشخبری دی گئی ہے واللہ اعلم بالصواب۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! مجھے اپنے عذاب سے بچا دیجئے جس دن آپ اپنے بندوں کو اٹھائیں۔

اے اللہ! ساتوں آسمانوں اور ہر اس چیز کے جس پر ان کا سایہ ہے اور اے پروردگار! زمینوں اور ہر اس چیز کے جسے وہ اٹھائے ہوئے ہیں اور اے پروردگار! شیطانوں اور ہر اس چیز کے جس کو انہوں نے گمراہ کیا ہے تمام مخلوق کی برائی سے میرے نگہبان رہئے اس چیز سے کہ کوئی ان میں سے مجھ پر ظلم یا تعدی کرے۔ آپ ہی کا پناہ دیا ہوا محفوظ ہے اور آپ ہی کا نام بابرکت ہے۔ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں آپ کا کوئی شریک نہیں آپ پاک ہیں۔

اے اللہ! میں آپ سے ہر گناہ کی معافی چاہتا ہوں اور آپ سے آپ کی رحمت کا سوال کرتا ہوں۔ اے اللہ مجھے بخش دیجئے اور مجھے میرے گھر میں وسعت اور مجھے میرے رزق میں برکت دیجئے۔

اے اللہ! مجھے بہت توبہ کرنے والوں میں کر دیجئے اور اے اللہ! مجھے بہت صاف لوگوں میں کر دیجئے۔

اے اللہ! مجھے بخش دیجئے اور مجھے ہدایت، رزق اور عافیت دیجئے اور جس چیز کے حق ہونے میں اختلاف ہوا اس میں مجھے اپنے حکم سے سیدھی راہ دکھا دیجئے۔

ہمسایہ کے حقوق

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ويا نساء المسلمات لا تحقرن جارة لجارتها ولو فرسن شاة. (متفق عليه)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اے مسلمان عورتو! کوئی پڑوسن اپنی پڑوسن کے لئے (کسی بھی چیز کو) حقیر نہ سمجھے اگرچہ بکری کا کھر ہی ہو۔

تشریح: (امام لغت) جوہری کا کہنا ہے: اونٹ کا فرسن (تلوے) ایسے ہی ہوتے ہیں جیسے چوپایہ کے کھر' نیز کہا اور بسا اوقات فرسن کا لفظ بکری کے (کھر کے) لئے بھی استعمال ہوتا ہے (اس حدیث میں اسی معنی میں استعمال ہوا ہے)

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان عورتوں کو خاص طور پر اس لئے خطاب فرمایا ہے۔ کہ عام طور پر عورتیں اپنی لاعلمی اور کم فہمی کی بنا پر تھوڑی سی یا چھوٹی موٹی چیز پڑوسن کو دینے میں شرم محسوس کرتی ہیں کہ "اتنی سی چیز کیا دیں" حالانکہ پڑوسن کو اس کی ضرورت ہوتی ہے وہ اس حقیر چیز کو غنیمت سمجھتی ہے اسی طرح بسا اوقات لینے والی پڑوسن اس حقیر سی چیز کے دینے کو اپنی توہین سمجھتی ہے اور کہتی ہے "کیا دینے چلی ہیں اتنی سی چیز دیتے ہوئے شرم بھی نہ آئی" حالانکہ اس کو اس معمولی چیز کی ہی ضرورت ہوتی ہے۔ معمولی سی چیز بھی پڑوسن کو دے کر پڑوس کا حق ادا کرنا بھی اہم کار خیر ہے یہی نیت اس معمولی سی چیز دینے کے وقت کرنی چاہئے تو اس معمولی سے کام پر بھی۔ جس کے مواقع کثرت سے میسر آتے ہیں بڑا ثواب ملتا ہے اس لئے پڑوس کے حقوق اتنے زیادہ ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم' مازال جبرئيل يوصيني بالجار حتى ظننت انه سيورثه

حضرت جبرئیل اتنی کثرت سے پڑوسی کے حقوق بتلانے کیلئے میرے پاس آئے کہ میں نے گمان کیا کہ وہ پڑوسی کو وارث بنا دینگے۔

دوسرے لفظوں میں یوں کہئے کہ اس حدیث سے پہلے احادیث میں جن کارہائے خیر کا ذکر آیا ہے وہ بالعموم عامۃ الناس اور مردوں سے متعلق ہیں اس حدیث میں عام طور پر عورتوں کو پڑوسی کے حقوق کی طرف رہنمائی فرمائی ہے کہ پڑوس کے حقوق عام لوگوں کی بنسبت بہت زیادہ ہیں ان کا ادا کرنا بھی عظیم کار ثواب ہے۔

اللہ تعالیٰ اس زمانہ میں ہماری مسلمان عورتوں کو بھی اتنی سمجھ اور کثرت سے کارہائے خیر کرنے کی تڑپ عطا فرمائیں اس لئے کہ اس زمانہ کی عورتیں ثواب کے ان کاموں سے بالکل بے خبر اور ناواقف ہیں اور زینت و آرائش میں ہر وقت منہمک ہیں اللہ ہم سب پر رحم فرمائیں۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! میرے دل، میری بینائی اور شنوائی میں نور کر دیجئے۔ میری دائیں طرف، بائیں طرف، نور کر دیجئے میرے پیچھے اور سامنے نور کر دیجئے اور میرے لئے خاص نور فرما دیجئے اور میرے پٹھوں، گوشت میں نور کر دیجئے اور میرے خون، اور بالوں میں نور کر دیجئے، اور میری جلد، میری زبان میں نور کر دیجئے اور جان میں نور کر دیجئے اور مجھے نور عظیم دیجئے اور میرے اوپر نور کر دیجئے اور میرے نیچے نور کر دیجئے اور مجھے نور عطا فرمائیے۔

ایمان کے شعبے

عن ابی هريرة رضی الله عنه عن النبی صلی الله عليه وسلم قال: الايمان بضع وسبعون، او بضع وستون شعبة فأفضلها قول لا اله الا الله وآدناها اماطة الاذی عن الطريق، والحياء شعبة من الايمان. (متفق عليه)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان کے چند اور ستر یا (فرمایا) چند اور ساٹھ شعبے ہیں تو ان میں سب سے افضل شعبہ لا الہ الا اللہ ہے اور ان میں سب سے ادنیٰ شعبہ (عام) راستے سے ایذا رساں چیز کو مٹا دینا (ہٹا دینا) ہے اور حیا (شرم) تو ایمان کا بہت ہی اہم شعبہ ہے۔ بخاری و مسلم

بضع کا لفظ تین سے نو تک کے لئے استعمال ہوتا ہے اور اس کا تلفظ ب کے زیر کے ساتھ ہوتا ہے کبھی کبھی ب کے زبر کے ساتھ بھی بولا جاتا ہے اور شعبہ کے معنی حصہ کے ہیں۔

تشریح: ایمان کا محل مومن کا دل ہے جب ایمان دل سے نکل کر ہاتھ پاؤں اور اعضاء و جوارح پر اعمال کی شکل میں نمودار ہونا شروع ہوتا ہے تو سب سے پہلے زبان پر کلمہ طیبہ آتا ہے اور اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا رسول الله کہتا ہے اس کے بعد ہاتھ پاؤں حرکت میں آتے ہیں وضو کرتا ہے مسجد جاتا ہے اور با جماعت پنجوقتہ نمازیں پڑھنا شروع کر دیتا ہے رمضان کا مہینہ آتا ہے تو روزے رکھتا ہے مال پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے تو زکوٰۃ ادا کرتا ہے اللہ تعالیٰ کے فضل سے مال میں مزید وسعت میسر آتی ہے اور حج فرض ہوتا ہے تو حج بھی ادا کرتا ہے اسی طرح رفتہ رفتہ تمام بدنی اور مالی فرض اور نفل عبادتیں ادا کرنے لگتا ہے اور حسب مقدور زیادہ سے زیادہ اعمال خیر اور ثواب کے کام کرنے لگتا ہے اس مرحلہ پر پہنچ کر ایمان کا نام اسلام ہو جاتا ہے اور یہی پانچ اسلام کے بنیادی ستون کہلاتے ہیں جن میں کلمہ شہادت مرکزی ستون ہے کہ اس کے بغیر تو کوئی مسلمان ہی نہیں ہوتا اور چار عبادتیں اور ان کے ساتھ سنن و نوافل نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج چاروں طرف کے چار ستون ہیں جن پر اسلام کی عظیم الشان عمارت قائم ہے اور اس پوری عمارت کو شیطان اور نفس امارہ کی رخنہ اندازیوں (گناہوں اور معصیتوں) سے بچانے اور محفوظ رکھنے کے لئے ایک بہت ہی اہم اور عظیم شعبہ کہئے یا حفاظتی ستون (چہار دیواری) حیا اور شرم ہے یہ حیا اور شرم خواہ انسانوں سے ہو خواہ احکم الحاکمین سے بہر صورت بے حیائی کے کاموں اور اخلاقی و شرعی برائیوں (گناہوں اور نافرمانیوں سے) ایک غیرتمند اور باحیا مسلمان کو ضرور باز رکھتی ہے اس لئے کہ ایک غیرت دار انسان بے حیائی کے کام کر کے لوگوں سے خود کو بے حیا اور بے شرم یا بدمعاش فاسق و فاجر کہلانا ہرگز گوارا نہیں کرتا باقی جو ایماندار اللہ تعالیٰ سے شرم کرتا ہے وہ تو نہ لوگوں کے سامنے اور نہ تنہائی میں کسی بھی حالت میں بے شرمی کے اور برے کام یعنی گناہ اور نافرمانی کر ہی نہیں سکتا اس لئے کہ وہ جانتا ہے اور اس کا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہے ہیں ساری دنیا سے چھپ سکتا ہوں مگر اللہ تعالیٰ سے کسی بھی حالت میں نہیں چھپ سکتا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وہ اللہ جانتا ہے نگاہوں کی چوریوں کو بھی اور جو دل میں چھپا (اسکو بھی) نیز ارشاد ہے: چاہے جو تمہارے دل میں ہے اسکو تم ظاہر کرو چاہے چھپاؤ اللہ تم سے اسکا حساب ضرور لیگا پھر جسکو چاہے معاف کرے اور جسکو چاہے عذاب دے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

حیا اور شرم ایک حیادار اور غیرت مند آدمی کو بے شرمی اور برے کاموں سے ضرور روکتی اور باز رکھتی ہے خواہ یہ حیا خالق سے ہو خواہ مخلوق سے باقی رہا بے حیا اور بے غیرت آدمی وہ تو انسان ہی نہیں جانور ہے۔

حدیث میں حیا کو عظیم شعبہ اسی لئے کہا گیا ہے کہ یہ حیا اور شرم اسلام کی عظیم الشان عمارت کے لئے ایک چہار دیواری ہے جو تمام عبادات اور اعمال صالحہ کو گناہوں اور نافرمانیوں سے محفوظ رکھتی ہے غرض ایک مومن ایمان کی تحریک سے رفتہ رفتہ تمام عبادات اور وہ اعمال صالحہ جن کے کرنے کا خدا اور اس کے رسول نے حکم دیا ہے بجالانے کی کوشش کرتا ہے اور حیا و شرم کی بنا پر جن برے کاموں (گناہوں اور نافرمانیوں) سے منع کیا ہے حتی الامکان دور رہتا ہے (اور بتقاضائے بشریت کوئی گناہ ہو جائے تو فوراً اس سے توبہ کر لیتا ہے) تو اس کی یہ تمام عبادات اور اعمال صالحہ روزانہ احکم الحاکمین کے حضور میں پیش ہوتے ہیں دن کے محافظ فرشتے صبح سے شام تک کی عبادات و اعمال صالحہ اور رات کے محافظ فرشتے شام سے صبح تک کی عبادات و اعمال صالحہ پیش کرتے ہیں۔

احادیث میں تفصیل سے اور قرآن کریم کی ان دو آیتوں میں اجمالاً ان کے پیش ہونے کا ذکر ہے۔

۱۔ اللہ نے کلمہ طیبہ کی مثال بیان کی ایک درخت کی مانند جس کی جڑ (زمین میں) مضبوط ہے اور اسکی ٹہنیاں آسمان میں پہنچی ہوئی ہیں۔

۲۔ اللہ کی طرف ہی چڑھتے (اور پہنچتے) ہیں پاکیزہ کلمات (کلمہ شہادت) اور عمل صالح اس کو بلند کرتا ہے (یہاں تک کہ وہ بارگاہ خداوندی میں پیش ہوتا ہے)

قرآن عظیم کی اس مثال کے اعتبار سے ایمان کے درخت کا بیج مومن کے دل کی زمین سے پھوٹ کر نکلتا ہے تو اس کی پہلی کونپل زبان سے کلمہ طیبہ کی صورت میں نمودار ہوتی ہے اس کونپل سے چار ٹہنیاں پھوٹ کر نکلتی ہیں نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کی صورت میں بڑھتی اور دیگر اعمال صالحہ کی صورت میں نمودار ہوتی رہتی ہیں اور روزانہ مومن کی عبادات اور اعمال صالحہ احکم الحاکمین کی بارگاہ میں پیش ہوتے رہتے ہیں آیت کریمہ میں **الیہ یصعد** اور **فرعھا فی السماء** سے اسی کی طرف اشارہ ہے جس کی تفصیل رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہے۔

عربی زبان میں درخت کی ٹہنی کو شعبہ اور فرع اور جڑ کو جو زمین کے باہر ہوتی ہے اصل کہتے ہیں قرآن کریم میں اصل کے لفظ سے کلمہ طیبہ کی طرف اور فرع کے لفظ سے چاروں عباتوں اور بقیہ اعمال صالحہ کی طرف اشارہ ہے زیر نظر حدیث میں انہی فرض و نفل عبادتوں اور اعمال صالحہ کو شعبہ (بمعنی شاخ کی جمع شعب) سے تعبیر فرمایا ہے۔

علماء حدیث نے قرآن و حدیث کی روشنی میں ان شعب ایمان کی تعیین کرنے کی کوشش کی ہے اور ان کے بیان پر مستقل کتابیں لکھی ہیں جن میں امام بیہقی رحمہ اللہ کی کتاب شعب الایمان زیادہ مشہور ہے۔

کارہائے خیر اور اعمال صالحہ انہی پچیس حدیثوں میں منحصر نہیں ہیں بلکہ اس حدیث کے مطابق تمام ہی اعمال صالحہ خواہ حقوق اللہ سے متعلق ہوں خواہ حقوق العباد سے جن کا قرآن و حدیث میں ذکر آیا ہے سب اعمال صالحہ کے ذیل میں آتے ہیں۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہم پر اپنی رحمت کے دروازے کھول دیجئے اور اپنے رزق کے دروازے ہمارے لئے آسان کر دیجئے۔

اے اللہ! مجھے شیطان سے محفوظ رکھئے۔ اے اللہ میں آپ سے آپ کے فضل کا سوال کرتا ہوں۔

اے اللہ! میری تمام خطائیں اور گناہ معاف فرمائیے۔

پیاسے کتے کو بھی پانی پلانا ثواب ہے

عن ابی هریرة رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: بینما رجل یمشی بطریق اشتد علیه العطش، فوجد بئرا فنزل فیها فشرب، ثم خرج فاذا کلب یلهث یأکل الثری من العطش، فقال الرجل: لقد بلغ هذا الکلب من العطش مثل الذی کان قد بلغ منی، فنزل البئر فملأ خفه ماء ثم امسکه بفیهه، حتی ربی فسقی الکلب، فشکر الله له فغفر له

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا: اس اثناء میں کہ ایک آدمی راستہ پر چلا جا رہا تھا اس کو سخت پیاس لگنے لگی تو اسے ایک کنواں نظر آیا تو وہ کنویں میں اترا اور (سیر ہو کر) پانی پیا پھر باہر آ گیا تو ناگاہ ایک کتے کو (پیاس کی شدت سے) ہانپتا اور گیلی مٹی کو چاٹتا ہوا دیکھا تو اس وقت آدمی نے (دل میں) کہا بخدا اس کتے کو بھی ایسی ہی سخت پیاس لگ رہی ہے جیسے مجھے لگ رہی تھی تو وہ کنویں میں اترا اور اپنے (چرمی) موزہ میں پانی بھرا پھر اس کو اپنے منہ سے پکڑا یہاں تک کہ اوپر چڑھ آیا اور کتے کو پانی پلا دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس شخص کی (اس ہمدردی کی) قدر فرمائی اور اس کے گناہ معاف فرما دیئے تو اس پر صحابہؓ نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول! کیا جانوروں (کے ساتھ ہمدردی کرنے) میں بھی ثواب (ملتا) ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر جاندار کے ساتھ ہمدردی کرنے میں ثواب ملتا ہے۔

اور بخاری کی ایک روایت میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آدمی کی (اس ہمدردی کی) قدر کی اور اس کی مغفرت فرما دی اور اس کو جنت میں داخل (کرنے کا حکم) فرما دیا اور بخاری و مسلم دونوں کی ایک روایت میں (اس طرح) آیا ہے اس اثناء میں کہ ایک کتا (پیاس کی شدت سے) ایک کنویں کے چاروں طرف گھوم رہا تھا کہ بنی اسرائیل کی ایک (پیشہ ور) فاحشہ عورت نے اس کتے کو دیکھا (اور اس کی شدید پیاس کو محسوس کیا) تو اس نے اپنا چرمی موزہ پاؤں سے اتارا اور اس کو (کنویں سے پانی بھر کر نکالا اور) اس (پیاسے) کتے کو پلا دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی (اس ہمدردی کی قدر فرمائی اور اس کی) مغفرت فرما دی۔

تشریح: اس حدیث اور اس کی مختلف روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دو واقعے ہیں ایک مرد کا اور ایک عورت کا اور دونوں ہی نے پیاسے کتے کی تکلیف کو محسوس کیا ہے اور اس کو کنویں سے پانی نکال کر پلایا ہے باوجودیکہ ہر سلیم الطبع انسان کتے سے نفرت کرتا ہے پھر بھی ایک ذی روح مخلوق کی پیاس جیسی سخت تکلیف کو انہوں نے اپنے اوپر قیاس کر کے شدت کے ساتھ محسوس کیا ہے اور کچے کنویں کے اندر اترے اور برتن میسر نہ ہونے کی بناء پر اپنے چرمی موزے میں ہی پانی بھر کر نکالا اور کتے کو پانی پلانے پر انہیں جنت میں داخل کرنے کا حکم فرما دیا ہے حالانکہ عورت تو کھلی ہوئی بدکار ہے اور مرد بھی عام آدمی تھا صدہا گناہ کئے ہوں گے مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی کریمی سے ان کی اس جاندار کی ہمدردی کی قدر افزائی کی اور تمام گناہ معاف کر دیئے صحابہ کرامؓ کو اس معمولی سے

کام کے اتنے بڑے ثواب پر تعجب ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے تعجب کا اظہار کیا آپ نے جواب میں فرمایا: کتے کی کوئی خصوصیت نہیں ہر جاندار مخلوق بھوک پیاس سے بے قرار ہو جاتی ہے اس کی بھوک پیاس کو دور کرنے میں انسان وحیوان سب برابر ہیں لہٰذا جیسے ایک بھوکے اور پیاسے انسان کو کھانا کھلانا اور پانی پلانا یقیناً انسانی ہمدردی اور کار ثواب ہے ایسے ہی ہر بھوکے پیاسے جاندار کو بھوک پیاس کی تکلیف سے نجات دلانا بھی کار ثواب ہے۔

عام راستہ سے کانٹے ہٹادینے والے کے درجات

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: میں نے جنت میں ایک آدمی کو چلتا پھرتا دیکھا ایک درخت کو مسلمانوں کے راستے پر سے کاٹ دینے کے (ثواب) میں جو مسلمانوں کو تکلیف دیتا تھا۔

اور ایک روایت میں اس طرح آیا ہے: ایک آدمی کا ایک ایسے درخت کی ٹہنی کے پاس سے گزر ہوا جو عین راستہ کے بیچ میں (اگا ہوا) تھا تو (اس نے دل میں) کہا بخدا میں اس درخت کو ضرور ہٹادوں گا تاکہ یہ مسلمانوں کو تکلیف نہ دے (چنانچہ اس نے ہٹادیا) تو اس کو اس کار خیر کے صلہ میں جنت میں داخل کردیا گیا اور بخاری ومسلم دونوں کی ایک روایت میں اس طرح آیا ہے کہ اس اثنا میں کہ ایک آدمی ایک راستہ سے گزر رہا تھا اس نے ایک کانٹوں کی ٹہنی راستہ پر پڑی پائی تو اس نے اس ٹہنی کو ہٹادیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے اس کار خیر کی قدر کی اور اس کے گناہ بخش دیئے۔

تشریح: اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کشف کے طور پر قیامت کے بعد پیش آنے والے واقعات اور اہل جنت کے وہ اعمال حسنہ جن کی بنا پر وہ جنت میں جائیں گے اور اہل دوزخ کے وہ اعمال قبیحہ (کفر وشرک) اور گناہ کبیرہ) جن کی بنا پر وہ دوزخ میں جائیں گے نیز جنت ودوزخ کے تفصیلی حالات پہلے سے صرف اس لئے دکھلائے کہ آپ اپنی امت کو ان اچھے برے اعمال سے آگاہ فرمادیں جن کی بنا پر وہ جنت یا دوزخ میں جائیں گے سبحان اللہ کتنے مہربان ہیں اللہ تعالیٰ اپنے محبوب نبی کی امت پر۔

احادیث میں ایسے کشف کے متعدد واقعات مذکور ہیں یہ آئندہ پیش آنیوالے واقعات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھلائے گئے ہیں اور آپ نے امت کو آگاہ فرمایا ہے اسی سلسلہ میں اس حدیث میں آپ نے اپنا کشف بیان فرمایا ہے کہ مسلمان کی عام گذرگاہ اور راستہ سے خاردار درخت یا ٹہنی کو کاٹ دینا یا ہٹادینا اتنا بڑا کار خیر اور عمل صالح ہے کہ نیک نیتی سے اس کار خیر کو انجام دینے کا اجر وثواب جنت ہے بشرطیکہ کوئی اور امر مثلاً کفر وشرک یا حقوق العباد سے متعلق کوئی گناہ مانع نہ ہو ایک حدیث میں بنی اسرائیل کے ایک مرد اور ایک عورت کا واقعہ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے ان واقعات اور اعمال کے ذکر فرمانے کا مقصد ان اعمال صالحہ کو اختیار کرنے کی ترغیب دلانا ہے کہ یہ چھوٹے چھوٹے اور آسان کام بھی جنت میں جانے کا وسیلہ بن سکتے ہیں بشرطیکہ ثواب کی نیت سے کئے جائیں اور ان کو حقیر یا معمولی کام نہ سمجھا جائے۔

یاد رہے کہ ''شعب ایمان'' کی دسویں حدیث میں اسی راستہ پر سے کسی تکلیف دہ چیز کے ہٹادینے (اماطة الاذی عن الطریق) کو ایمان کا ادنیٰ شعبہ بتلایا گیا ہے یہ ادنیٰ سب سے سہل اور آسان ہونے کے معنی میں ہے نہ کہ مرتبہ اور درجہ کے اعتبار سے ادنیٰ کے معنی ہیں آسان اس لئے کہ یہی اماطة الاذی عن الطریق' دسویں اور گیارہویں حدیث میں جنت میں داخل ہونے کا باعث ہوا ہے۔علاوہ ازیں یہ اماطة الاذی عن الطریق' حقوق العباد میں سے ہے جو بغیر لوگوں کے معاف کئے معاف نہ ہوں گے۔ واللہ اعلم

نماز جمعہ آداب کے ساتھ ادا کرنے کا اجر عظیم

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من توضا فأحسن الوضوء، ثم اتى الجمعة، فاستمع وأنصت غفرله ما بينه وبين الجمعة وزيادة ثلاثة ايام ومن مس الحصا فقد لغا (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے وضو کیا اور خوب اچھی طرح وضو کیا پھر جمعہ کی نماز کے لئے مسجد آیا پس (پوری توجہ سے) خطبہ سنا اور خاموش بیٹھا سنتا) رہا اس کے اس جمعہ سے آئندہ جمعہ تک کے اور تین دن زیادہ کے گناہ بخش دیئے گئے اور جس نے کنکریوں کو (اپنی جگہ سے) ہٹایا اس نے بیہودہ کام کیا (مسلم نے روایت کیا)

تشریح: اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے اپنے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر یہ خاص انعام فرمایا ہے کہ ایک حسنہ (نیک کام) پر ایک اجر کے بجائے کم از کم دس گنا ثواب اور زیادہ سے زیادہ سات سو گنا اجر کا وعدہ فرمایا ہے مگر ایک سیئہ (برے کام) کی سزا ایک ہی تجویز فرمائی دس گناہ نہیں چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے۔

جس نے ایک اچھا کام کیا تو اس کے لئے دس گنا ثواب ہے اور جس نے برا کام کیا اس کی سزا ایک ہی دی جائیگی اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا (کہ دس گنی سزا دی جائے)

نیز ارشاد ہے:۔ان لوگوں کی مثال جو اپنے مال خرچ کرتے ہیں اللہ کی راہ میں ایسی جیسے ایک دانہ جس سے سات خوشے اگے، ہر خوشہ میں سو دانے (اس طرح ایک دانہ بو کر سات سو دانے حاصل ہوئے) اور اللہ جس کے لئے چاہتا ہے اس سے بھی زیادہ دوگنے دیتا ہے اور اللہ بڑی وسعت والا ہے (اس سے بھی زیادہ دے سکتا ہے) اور (دلوں کا حال بھی) خوب جاننے والا ہے (جس کے عمل میں جتنا زیادہ اخلاص ہوگا اتنا ہی زیادہ ثواب دے گا)

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد احادیث میں مختلف عنوانات سے اس تضعیف حسنات کی خبر دی ہے اسی اصول کے تحت ہم دن رات میں پانچ نمازیں پڑھتے ہیں مگر ثواب پچاس نمازوں کا ملتا ہے اور گناہ الگ معاف ہوتے ہیں اسی طرح ہفتہ میں ایک دن جمعہ کی نماز پڑھی جاتی ہے دس دن کا ثواب ملتا ہے اور گناہ معاف ہوتے ہیں یہی مطلب ہے **غفرله بينه وبين الجمعة وزيادة ثلاثة ايام** کا (اس جمعہ سے اگلے جمعہ تک اور تین دن زیادہ کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اس دس دن کے گناہ معاف فرمانے کا غالبًا (واللہ اعلم بالصواب) باعث یہ ہے کہ جمعہ کے دن نماز کے علاوہ خطبہ بھی دیا جاتا ہے یہ خطبہ اتنا اہم ہوتا ہے کہ اس خطبہ کو پوری توجہ سے کان لگا کر سننا اور خاموش رہنا بھی واجب ہے اور یہ ایک مستقل عبادت اور کار ثواب ہے اسی لئے دس دن کے گناہ معاف ہوتے ہیں مگر اس کی شرط بھی اتنی سخت ہے کہ اگر خطبہ کے دوران اپنی جگہ سے کنکریوں کو بھی ہٹایا تو یہ بھی لغو اور بیہودہ کام کیا اور ثواب کی کمی کا باعث ہوا اسی طرح اگر کوئی شخص دوران خطبہ کوئی بھی بات کرے اور اس کو منع کرنے کے لئے ''چپ رہو'' کہا تو یہ بھی لغو اور بیہودہ کام کیا اور ثواب کی کمی کا باعث ہوا حالانکہ یہ نہی عن المنکر ممنوع کام سے روکنا ہے مگر خطبہ کے دوران یہ نہی عن المنکر

بھی لغو اور بیہودہ کام ہے اس لئے کہ خطبہ کے دوران ''چپ رہو'' کہنا خود ممنوع اور برا کام ہے تو اس شخص کی طرح یہ کہنے والا خود ایک ممنوع کام کا مرتکب ہوا اسی لئے لغو اور بیہودہ کام ہے اور دیگراں رانصیحت خود رافضیحت'' (دوسروں کو نصیحت اپنے کو فضیحت) کا مصداق ہے اسی طرح کی اور تقریباً پندرہ شرطیں ہیں جن کی پابندی کرنے کے بعد جمعہ کا یہ عظیم ثواب (دس دن کے گناہوں کی بخشش) ملتا ہے اسی لئے فقہانے فرمایا ہے **الخطبة یوم الجمعة کصلوٰة الجمعة** (جمعہ کے دن کا خطبہ بھی جمعہ کی نماز کی مانند ہے)

واضح ہو کہ یہ گناہ جن کی مغفرت کی حدیث میں خبر دی گئی ہے صغیرہ گناہ ہیں گناہ کبیرہ توبہ کرنے سے بخشے جاتے ہیں۔

ہفتہ میں صرف ایک دن تمام کاموں کی چھٹی کر کے صبح سے شام تک نماز جمعہ کو ان تمام آداب وشرائط کی پابندی کے ساتھ ادا کرنا کچھ زیادہ مشکل کام نہیں ہے مگر ثواب اتنا عظیم ہے کہ دس دن کے صغیرہ گناہ معاف ہوتے ہیں اسی لئے تمام مسلمان ملکوں میں ہفتہ واری چھٹی جمعہ کی ہوتی ہے تاکہ مسلمان سارا دن نماز جمعہ کی تیاری میں اور ادا کرنے میں صرف کریں۔

کاش کہ ہم بھی اور تمام کاروبار اور مصروفیتوں کو چھوڑ کر جمعہ کا پورا دن پکنک اور کھیل کود سیر وتفریح یا دن بھر پڑے سوتے رہنے کے بجائے نماز جمعہ کی تیاریوں اور مسنون طریقہ پر نماز جمعہ ادا کرنے میں صرف کریں اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائیں۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! مجھے بلندی عطا فرمایئے اور مجھے زندہ رکھئے اور رزق عطا فرمایئے اور مجھے اچھے اعمال واخلاص کی طرف ہدایت دیجئے۔ بے شک آپ کے علاوہ نہ خوش اعمالیوں کی طرف کوئی رہبری کرتا ہے اور نہ کوئی بداعمالیوں سے بچاتا ہے۔

اے اللہ! میں آپ سے پاکیزہ رزق، علم نافع اور عمل مقبول کا سوال کرتا ہوں۔ اے اللہ میں آپ کا بندہ، آپ کے بندے اور بندی کا بیٹا ہوں ہمہ تن آپ کے قبضہ میں ہوں میرے بارہ میں آپ کا حکم نافذ ہے۔ میرے بارہ میں آپ کا فیصلہ عین عدل ہے۔ میں آپ سے ہر اس اسم کے واسطہ سے جس سے آپ نے اپنی ذات کو موصوف کیا ہے یا اس کو اپنی کتاب میں اتارا ہے یا اسے مخلوق میں سے کسی کو بتایا ہے یا اسے غیب ہی میں رہنے دیا ہے میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ قرآن عظیم کو میرے دل کی بہار، میری آنکھوں کا نور میرے غم کی کشائش اور میری تشویش کا دفعیہ بنا دیجئے۔

اے اللہ! جبرائیل، میکائیل اور اسرافیل کے معبود، ابراہیم، اسماعیل اور اسحاق کے معبود مجھے عافیت دیجئے اور میرے اوپر اپنی مخلوق میں سے کسی ایسی چیز کو مسلط نہ فرمایئے کہ جس کی مجھ میں برداشت نہ ہو۔

اے اللہ! مجھے اپنا حلال رزق دے کر حرام روزی سے بچایئے اور اپنے فضل وکرم سے مجھے اپنے ماسوا سے بے نیاز کر دیجئے۔

مسنون طریقہ سے وضو کرنے والے کی برکات

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: اذا توضا العبد المسلم او المومن فغسل وجهه خرج من وجهه كل خطيئة نظر اليها بعينه مع الماء او مع آخر قطر الماء فاذا غسل يديه خرج من يديه كل خطيئة كان بطشتها يداه مع الماء، (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مسلمان یا فرمایا مومن بندہ وضو کرتا ہے پس چہرہ دھوتا ہے تو اس کے چہرہ سے ہر وہ خطا جس کی طرف اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہوتا ہے پانی کے ساتھ یا فرمایا پانی کے آخری قطرہ کے ساتھ نکل جاتی ہے پھر جب (کہنیوں تک) دونوں ہاتھ دھوتا ہے تو ہر وہ خطا اس کے ہاتھوں سے پانی کے ساتھ یا فرمایا پانی کے آخری قطرہ کے ساتھ نکل جاتی ہے جس کو اس نے ہاتھوں سے پکڑا (یا چھوا) ہوتا ہے پھر جب (ٹخنوں تک) پاؤں دھوتا ہے تو ہر وہ خطا جس کی طرف پاؤں سے چل کر گیا پانی کے ساتھ یا فرمایا پانی کے آخری قطرہ کے ساتھ نکل جاتی ہے یہاں تک کہ (پورا وضو کر کے) گناہوں سے پاک وصاف ہو کر نکلتا ہے۔ اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا۔

تشریح: آنکھوں، ہاتھوں اور پاؤں کا ذکر صرف اس لئے کیا ہے کہ عام طور پر ہر انسان آنکھوں سے دیکھتا پاؤں سے چلتا اور ہاتھ سے پکڑتا یا لیتا ہے کان، زبان ناک سے کام لینے کی نوبت ہی نہیں آتی بہر حال دوسری روایتوں میں ان اعضاء اور ان کی خطاؤں کا ذکر موجود ہے غرض ایک مومن مسلمان بندہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر کامل وضو کرتا اور تمام خطاؤں سے پاک وصاف ہو کر نماز پڑھتا ہے اور اس کے ساتھ تمام خطا کار اعضاء بھی نماز پڑھنے میں مصروف و مشغول ہو جاتے ہیں یعنی پورے خشوع و خضوع کے ساتھ نماز پڑھتا ہے تو یہی نماز اس لائق ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس کو قبول فرمائیں۔

یاد رکھیے! جس طرح نماز صحیح ہونے کے لئے حسی نجاستوں مثلاً پیشاب، پاخانہ اور نجس چیزوں سے نمازی کے بدن اور کپڑوں کا پاک ہونا شرط ہے اسی طرح نماز کے قبول ہونے کے لئے غیر محسوس نجاستوں، خطاؤں اور گناہوں سے پاک وصاف ہونا بھی شرط ہے اور ان غیر حسی نجاستوں سے پاک کرنے والا وضو کی نیت کر کے **بسم الله الرحمن الرحيم** پڑھ کر کامل وضو کرتا ہے۔ یہ بھی یاد رکھیے! جس طرح انسان کا بدن گندی چیزوں سے آلودہ اور گندہ ہو جاتا ہے اور پانی سے دھونے سے پاک ہوتا ہے ایسے ہی خطاؤں اور گناہوں سے بھی آلودہ اور گندہ ہوتا ہے گو ہمیں یہ گندگی آنکھوں سے نظر نہ آئے مگر ہاتھ پاؤں اور خطا کار اعضاء ان خطاؤں اور گناہوں سے آلودہ ہو جاتے ہیں اور جب تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق کامل وضو نہ کریں گندے اور آلودہ رہتے ہیں یہی صادق امین صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتلایا ہے اسی پر ہمارا ایمان ہے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائیں تا کہ قیامت کے دن اپنے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شرمندگی نہ اٹھانی پڑے۔

دُعا کیجیے اے اللہ! آپ میری بات کو سنتے، میری جگہ کو دیکھتے اور میرے پوشیدہ و ظاہر کو جانتے ہیں۔ آپ سے کوئی بات چھپی نہیں رہ سکتی، میں مصیبت زدہ محتاج، فریادی، پناہ جو، ترساں، ہراساں ہوں اپنے گناہوں کا اقرار کرنے والا اعتراف کرنے والا ہوں، میں آپ کے آگے سوال کرتا ہوں جیسے بیکس سوال کرتا ہے۔ میں آپ کے آگے گڑگڑاتا ہوں جیسے گنہگار ذلیل و خوار گڑگڑاتا ہے۔ اور میں آپ سے طلب کرتا ہوں جیسے خوف زدہ آفت رسیدہ طلب کرتا ہے اور وہ شخص جس کی گردن سامنے جھکی ہوئی ہو طلب کرتا ہے اور اس کے آنسو بہہ رہے ہوں، اور تن بدن سے وہ آپ کے آگے عاجزی کئے ہوئے ہو اور میں اپنی ناک آپ کے آگے رگڑ رہا ہوں۔

نماز اور روزہ کا اجر عظیم

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: الصلوات الخمس، والجمعۃ الی الجمعۃ، ورمضان الی رمضان مکفرات لما بینھن اذا اجتنبت الکبائر (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: پانچوں نمازیں (ایک نماز سے دوسری نماز تک) اور جمعہ سے لے کر جمعہ تک اور رمضان سے لے کر رمضان تک، درمیان میں (کی ہوئی خطاؤں) کا کفارہ کرنے والے ہیں جبکہ کبیرہ گناہوں سے دور رہا جائے۔

تشریح: گناہ دو قسم کے ہیں ایک کبیرہ (بڑے) گناہ دوسرے صغیرہ (چھوٹے) گناہ ان چھوٹے گناہوں کو شریعت کی اصطلاح میں سیئات (برائیاں) یا خطا یا وغیرہ کہا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اگر تم ان بڑے گناہوں سے بچو گے جن سے تم کو منع کیا گیا ہے تو ہم تمہاری سیئات (برائیوں) کا کفارہ کر دیں گے۔

بیشک اچھے کام برے کاموں کو مٹا دیتے ہیں۔

اس حدیث میں حسنات کا بیان فرمایا ہے پانچ وقت کی فرض نمازوں کو جمعہ کی نماز کو، رمضان کے روزوں (یعنی فرائض کو) مکفر (کفارہ کر دینے والا) بتلایا ہے گویا ان فرائض کے ادا کرنے سے سیئات خود بخود محو ہو جاتے ہیں اور مٹ جاتے ہیں۔

اسی سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے دعا تعلیم فرمائی ہے۔

اے ہمارے رب! ہم ایمان لے آئے) پس تو ہمارے گناہوں کو بخش دے اور ہمارے سیئات (برائیوں) کا کفارہ کر دے (مٹا دے) اور تو ہم کو نیکوکاروں کے ہمراہ وفات دے (دنیا سے اٹھا)

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ ذنوب (بڑے گناہ) استغفار کے بغیر معاف نہیں ہوتے ہاں سیئات (چھوٹے گناہ) بغیر استغفار کے بھی معاف ہو جاتے ہیں فرائض کا ادا کرنا خود بخود ان کو مٹا دیتا ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک شخص نے کسی اجنبی عورت کا بوسہ لے لیا اور گھبرایا ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا مجھے حد لگائیے (زنا کی سزا دیجئے) آپ نے واقعہ دریافت کیا اس نے بتلایا: میں نے اجنبی عورت کا بوسہ لے لیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم ذرا ٹھہرو عصر کا وقت تھا اتنے میں جماعت کھڑی ہوگئی اس شخص نے بھی عصر کی نماز باجماعت پڑھی نماز سے فارغ ہوتے ہی اس نے پھر کہا مجھے حد لگائیے آپ نے فرمایا: فرض نماز باجماعت پڑھنے سے تمہارا گناہ معاف ہو گیا اس نے خوش ہو کر دریافت کیا یہ معافی میرے ساتھ خاص ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ ہر مسلمان کے لئے عام ہے اور اسی عموم کے بیان کرنے کے لئے مذکورہ بالا آیت کریمہ ان الحسنات یذھبن السیئات نازل ہوئی۔

کبیرہ اور صغیرہ گناہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کسی نے دریافت کیا کیا گناہ کبیرہ سات ہیں؟ انہوں نے جواب دیا "سات؟ سات سو سے بھی زیادہ ہیں کبیرہ گناہ"

ہم ذیل میں ان امور کی نشاندہی کرتے ہیں جن سے کسی گناہ کا کبیرہ یا صغیرہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔

کبیرہ گناہ

۱۔ ہر وہ گناہ کبیرہ ہے جس کی سزا قرآن یا حدیث میں

جہنم بتلادی گئی ہو جیسے کسی مسلمان کو عمداً قتل کرنا۔

۲۔ ہر وہ گناہ کبیرہ ہے جس پر قرآن حدیث میں حد (متعین شرعی سزا) آئی ہو جیسے چوری کرنے پر ہاتھ کاٹنا۔

۳۔ ہر وہ گناہ کبیرہ ہے جس پر قرآن یا حدیث میں لعنت اور خدا کا غضب آیا ہو جیسے عدالت میں جھوٹی گواہی دینا۔

۴۔ ہر وہ گناہ کبیرہ ہے جس کو قرآن یا حدیث میں کبیرہ گناہ کہا گیا ہو۔

۵۔ ہر اس فرض عبادت کا ترک کرنا جو قرآن وحدیث کی رو سے فرض ہے جیسے بغیر کسی شرعی عذر کے نماز نہ پڑھنا۔

۶۔ ہر اس ممنوع کام کو کرنا جس سے قرآن وحدیث میں منع کیا گیا ہو اور حرام کہا گیا ہو جیسے غیبت (یعنی کسی کے پس پشت اس کی برائی) کرنا

۷۔ ہر وہ صغیرہ گناہ جس کو معمولی اور حقیر سمجھ کر کیا جائے جیسے کسی اجنبی عورت کا بوسہ لینا

۸۔ ہر وہ گناہ جس کو جان کر بار بار کیا جائے جیسے نامحرم عورت کی طرف بری نیت سے بار بار دیکھنا۔

۹۔ ہر وہ گناہ جس کی مضرت یا شناعت (برائی) مذکورہ بالا کبیرہ گناہوں کے برابر ہو یا ان سے بھی زیادہ ہو جیسے مسلمانوں کے خلاف مخبری کرنا اور ان کے راز کافروں کو پہنچانا۔

۱۰۔ بندوں کے حقوق جو نہ ادا کئے گئے ہوں اور نہ ان سے معاف کرائے ہوں۔

صغیرہ گناہ

۱۔ مذکورہ بالا کبیرہ گناہوں کے علاوہ تمام برے کام سیئات جو اچھے کاموں حسنات کرنے سے خود بخود مٹ جائیں پانچوں وقت کی نماز پڑھتے رہنے سے درمیان میں کئے ہوئے برے کام اپنے آپ مٹ جاتے ہیں اور معاف ہو جاتے ہیں۔

مذکورہ بالا کبیرہ گناہوں کے ابتدائی مراحل میں کئے گئے برے کام جیسے بلاقصور کسی مسلمان کو قتل کرنے والے کو خنجر یا پستول دے دینا۔

مذکورہ بالا حدیث میں حسنات (فرائض) کے ذریعہ جن گناہوں کے معاف ہونے کی خبر دی گئی ہے وہ سب صغیرہ گناہ ہیں اسی لئے آخر میں کہا گیا ہے جبکہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کیا جائے یعنی بچا جائے اور دور رہا جائے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اگر تم بڑے گناہوں سے بچتے رہو گے جن سے تم کو منع کیا جاتا ہے تو ہم تمہارے برے کاموں کو معاف کر دیں گے۔

بہرحال اس حدیث اور ان آیات کریمہ سے معلوم ہوا کہ انسان کو فرض عبادات پر عمل کرنے میں کوتاہی نہ کرنی چاہئے تاکہ وہ گناہ اور برے کام جن کا انسان کو احساس بھی نہیں ہوتا کہ میں یہ برے کام کر رہا ہوں ان حسنات کے ذریعے اپنے آپ مٹتے اور معاف ہوتے رہیں ورنہ اگر یہ چھوٹے چھوٹے گناہ اکٹھے ہو گئے تو ان کی سزا سے بغیر توبہ کئے بچنا ناممکن ہوگا خصوصاً حقوق العباد کہ اگر ادا نہ کئے یا ان لوگوں سے معاف نہ کرائے جن کی حق تلفی ہوئی ہے تو مرنے کے بعد قیامت کے دن ان کے حقوق ضرور ادا کرنے پڑیں گے اور اس دن ان کے حقوق ادا کرنے کے لئے انسان کے پاس اپنے حسنات کے سوا اور کچھ نہ ہوگا نتیجہ یہ ہوگا کہ اس کے حسنات ان حقوق کے بدلے میں ان کو دے دیئے جائیں گے اور ان کے گناہ اور سیئات اس پر ڈال دیئے جائیں گے جس کی بنا پر یہ شخص جہنم میں جائے گا اور وہ جنت میں اعاذ نا اللہ (خدا ہمیں اس سے بچائے) اور توفیق دے کہ ہم مرنے سے پہلے ہر حق والے کا حق ادا کر دیں یا اس سے معاف کرالیں یہی تفصیل احادیث میں آئی ہے۔

چند اعمال صالحہ

عن ابی هريره رضى الله عنه قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الا ادلكم على ما يمحو الله به الخطايا، ويرفع به الدرجات؟ ، قالوا: بلى يارسول الله، قال: اسباغ الوضو، على المكاره وكثرة الخطا الى المساجد وانتظار الصلاة لكم الرباط (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتلاؤں جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ خطائیں معاف فرماتے ہیں اور جس کی وجہ سے درجے بلند فرماتے ہیں صحابہؓ نے عرض کیا: کیوں نہیں؟ ضرور بتلایئے اے اللہ کے رسول! آپ نے ارشاد فرمایا (۱) ناگواریوں کے باوجود کامل وضو کرنا (۲) مسجدوں کی طرف (نماز کے لئے) زیادہ قدم رکھنا (دور سے چل کر جانا) (۳) ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا پس یہی تمہاری (دین کی) سرحدوں کی حفاظت ہے۔ مسلم

تشریح: اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکفرات کے علاوہ درجات بلند کرنے والی حسنات کا بیان بھی فرمایا ہے سابقہ حدیث میں پنجوقتہ فرض نمازوں کو ہر جمعہ کی نماز پابندی سے پڑھنے کو ہر رمضان کے مہینہ میں پابندی سے روزے رکھنے کو سیئات (صغیرہ گناہوں) کو مٹا دینے والا بتلایا تھا۔ یہ تینوں فرض عبادتیں ہیں اس حدیث میں (۱) ناگوار حالات میں پورا وضو کرنے کو (۲) دور سے چل کر جانے اور نماز باجماعت کے لئے مسجد آنے کو (۳) ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنے کو جو ان فرض عبادتوں کے مکملات و متممات ہیں محوسیئات کے علاوہ رفع درجات کا بھی موجب بتلایا ہے یعنی اصل فرض عبادتوں کو ادا کرنا تو محوسیئات کا موجب ہے لیکن ان کو کامل طور پر آداب و مستحبات کے اہتمام کے ساتھ ادا کرنا محوسیئات کے علاوہ رفع درجات کا بھی موجب ہے۔ منشاء یہ ہے کہ تمام آداب و مستحبات کے اہتمام کے ساتھ ان عبادات کو ادا کرنا چاہئے تا کہ تمام صغیرہ گناہوں سے پاک ہو کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ قرب میں اعلیٰ درجات کے مستحق بنیں مزید شوق کو بڑھانے کے لئے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم اول صحابہ کرام سے سوال فرماتے ہیں کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتلاؤں جس پر عمل کر کے تم محوسیئات کے علاوہ اعلیٰ مراتب بھی حاصل کر سکو؟

صحابہ سراپا شوق بن کر عرض کرتے ہیں ضرور بتلایئے اس کے بعد تینوں چیزوں کا ذکر فرماتے ہیں اور آخر میں ذالکم الرباط کی خوشخبری دے کر ایک اور سب سے اہم چیز کا بھی ذکر فرما دیتے ہیں کہ فرض عبادتوں کو دشمن نفس امارہ کی رخنہ اندازیوں سے بھی محفوظ رکھا جا سکتا ہے جس کی تفصیل یہ ہے۔

نفس امارہ انسان کا سب سے زیادہ خطرناک دشمن ہے وہ چاہتا ہے ہر ممکن طریق پر راحت و آسائش اور فوائد و منافع کے سبز باغ انسان کو دکھا کر پروردگار کی عبادت و طاعت سے اگر بالکل نہ روک سکے تو ان عبادتوں میں اپنے دھوکوں اور فریب سے ایسے رخنے ڈال دے کہ ثواب سے محروم ہو جائے۔

۱۔اسباغ الوضو علی المکارہ (ناگوار اوقات

یا حالات میں پورا اور کامل وضو کرنا) چنانچہ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اسی نفس کی رخنہ اندازی سے بچانے کی تدبیر بتلائی ہے ہوتا یہ ہے کہ مثلاً سخت سردی کا زمانہ ہے پانی لوٹے میں لیتے ہی جم جاتا ہے ایسے وقت میں نمازی کا وضو کرنا نفس امارہ پر بے حد شاق ناگوار اور تکلیف دہ ہوتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ اتنی سردی میں وضو کرنا خود کو ہلاکت میں ڈالنا ہے ایسی ہی حالت کے لئے شریعت نے تیمّم کرنے کی اجازت دی ہے پھر کیوں نہ اس حکم شرعی سے فائدہ اٹھایا جائے آج وضو کے بجائے تیمّم کر کے نماز پڑھ لو مگر جب ایک خدا پرست پرہیزگار نمازی اس کے کہنے میں نہیں آتا تو کہتا ہے پھر وضو ہی کرتے ہو تو پورا وضو کرنے اور اعضاء پر پوری طرح پانی بہانے کی کیا ضرورت ایک ایک چلو لے کر ہاتھ پاؤں پر چپڑ لو کافی ہے لیکن ایک پختہ کار دیندار نمازی سردی لگنے کے باوجود نفس کے علی الرغم منشاء کے خلاف اس طرح کامل وضو کرتا ہے کہ کوئی عضو ناخن برابر بھی سوکھا نہیں رہتا اور سنت کے مطابق ہر عضو کو تین بار اچھی طرح دھوتا ہے تو مکار نفس سر پیٹتا رہ جاتا ہے اور نمازی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے کے مطابق ایسے طریق پر کامل اور پورا وضو کرتا اور نماز پڑھتا ہے تو اعلیٰ مراتب قرب حاصل کرتا ہے۔

۲۔ **کثرت الخطا الی المساجد** (جماعت سے نماز پڑھنے کے لئے دور سے چل کر مسجد جانا اور زیادہ سے زیادہ قدم رکھنا) گھر مسجد سے کافی دور ہے راحت پسند نفس امارہ کہتا ہے نماز پڑھنے کے لئے اتنی دور جانا آنا اور اتنا وقت برباد کرنا بے حد شاق اور گراں ہوتا ہے جماعت سے نماز پڑھنے کے شائق مسلمان کو یہ شیطان نفس امارہ بہکا کر جماعت کے ثواب سے محروم کرنا چاہتا ہے۔ کہتا ہے: نماز ہی تو فرض ہے جماعت تو فرض نہیں ہے چلو آج بغیر جماعت کے ہی نماز پڑھ لو اتنی دور جانا آنا اور اتنا وقت برباد کرنا کون سی عقلمندی ہے لیکن وہ جماعت سے نماز پڑھنے کا پابند نمازی اس کی بات نہیں مانتا تو کہتا ہے کہ اچھا چلو گھر پر ہی جماعت کئے لیتے ہیں اور دو چار اپنے جیسے لوگوں کو ملالیں گے مگر وہ جماعت سے نماز پڑھنے کا پابند نمازی کہتا ہے میں تیرے اس فریب میں بھی نہیں آؤں گا پتہ ہے اقامت صلوٰۃ کے معنی ہیں مسجد جا کر اور مسلمانوں کے ساتھ جماعت سے نماز پڑھنا اس طرح جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے پر ہی گونا گوں اجر و ثواب ملتا ہے اور یہ کہہ کر نماز با جماعت مسجد میں پڑھنے کے شوق میں مسجد کافی دور ہونے کے باوجود چلا جاتا ہے نفس امارہ کے سارے ہتھکنڈے اور ثواب سے محروم کرنے کے حربے بیکار ثابت ہوتے ہیں ذلیل و خوار ہو کر اپنا سا منہ لے کر رہ جاتا ہے اور وہ جماعت کا پابند نمازی اپنی نماز کو شیطان کی رخنہ اندازی سے محفوظ کر لیتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق رب العالمین کی بارگاہ سے مراتب عالیہ کا پروانہ حاصل کر لیتا ہے اسی طرح

۳۔ **انتظار الصلوٰۃ بعد الصلوٰۃ** (ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا) اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ ایک نماز با جماعت ادا کرنے کے بعد اس خیال سے کہ گھر یا دوکان جا کر نہ معلوم کن دھندوں میں پھنس جاؤں دوسری نماز جماعت سے پڑھ سکوں یا نہ پڑھ سکوں گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ تو ہے ہی یہیں مسجد میں بیٹھ کر دوسری نماز کا انتظار کروں تو بہتر ہے دوسری نماز جماعت سے فوت نہ ہوگی اور اتنی دیر مسجد میں بیٹھ کر اللہ اللہ کرتا رہوں گا یا کلام اللہ کی تلاوت کرتا رہوں گا یا درود پڑھتا رہوں گا تو دوہرا ثواب ملے گا دشمن نفس امارہ پر نمازی کا یہ نماز کے انتظار

میں بیٹھنا سخت شاق اور ناگوار ہوتا ہے طرح طرح کے ضروری کام یاددلا کر گھر یا دوکان چلنے کا تقاضا کرتا ہے فائدہ اور نفع کے سبز باغ دکھاتا ہے اور دوکان یا مکان پر موجود نہ رہنے کے بھیانک نقصان سے ڈراتا ہے اور انتہائی کوشش کرتا ہے کہ کسی نہ کسی طرح گھر یا دوکان چلنے پر آمادہ کروں اور دنیاوی دھندوں میں پھنسا کر اس گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ کے کار ہائے ثواب سے محروم کروں نیز کوشش کروں کہ اگلی نماز جماعت سے نہ پڑھ سکے لیکن خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلمؐ کے وعدوں پر پختہ یقین رکھنے والا پابند جماعت نمازی نفس کی ایک نہیں سنتا اور دوسری نماز جماعت سے پڑھ کر ہی مسجد سے نکلتا ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ اگر مسجد سے گھر یا دکان آ تو جاتا ہے مگر فکر یہی لگی رہتی ہے کہ کب دوسری نماز کا وقت ہو یا اذان کی آواز آئے اور کب میں سب دھندے چھوڑ چھاڑ کر مسجد میں جا کر جماعت سے نماز پڑھوں نفس امارہ سب کاموں کو بیچ میں چھوڑ کر چلے جانے کے نقصانات بہت کچھ دکھاتا ہے مگر وہ ایک نہیں سنتا اور وقت ہوتے ہی مسجد میں پہنچ کر جماعت سے نماز پڑھتا ہے دونوں صورتوں میں اگلی نماز کا انتظار ہے مگر پہلی صورت میں انتظار کے دوران مسجد میں بیٹھ کر جو ثواب کے کام کرتا ہے وہ انتظار صلوٰۃ کے ثواب اس پر مستزاد ہیں اور دوہرا ثواب ملتا ہے اور دوسری نماز جماعت کے ساتھ یقینی ہو جاتی ہے اور دوسری صورت میں نہ کار ہائے ثواب کا ثواب ملتا ہے نہ ہی دوسری نماز جماعت سے پڑھنے کا یقین ہوتا ہے حدیث کے الفاظ میں دونوں صورتیں آتی ہیں بہر حال نفس امارہ سے جنگ دونوں صورتوں میں کرنی پڑتی ہے۔

اسی دشمن نفس امارہ کی سرکوبی کی غرض سے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلمؐ فرماتے ہیں

ذالکم الرباط ذالکم الرباط (یہی ہے تمہاری سرحدوں کی حفاظت یہی ہے تمہاری سرحدوں کی حفاظت)

''رباط'' کے اصل معنی ہیں اسلامی ملک کی دشمنوں سے حفاظت کرنا کہ وہ بے خبری میں ملک کے اندر نہ گھس آئیں یا اچانک حملہ نہ کر دیں آج کل کی اصطلاح میں اس حفاظتی دستہ کو ''رینجر فورس'' کہتے ہیں ظاہر ہے کہ سرحدوں کی حفاظتی تدابیر اسی وقت کی جاتی ہیں جب جنگ جاری ہو یا حالت جنگ ہو احادیث میں اس رباط کی بہت زیادہ فضیلت آئی ہے اور بڑے ثواب بیان ہوئے ہیں مگر ہر زمانے میں اور ہر شخص کو اس دین کا کام کرنے کی سعادت حاصل نہیں ہو سکتی اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلمؐ عام مسلمانوں کو خطاب کر کے فرماتے ہیں کہ تمہارے لئے دین کی سرحدوں کو دشمن نفس امارہ کی رخنہ اندازیوں سے مذکورہ بالا احتیاطی تدابیر کے ذریعے محفوظ رکھنے میں وہی اجر و ثواب جو ملک کی سرحدوں کو کافروں کی رخنہ اندازیوں سے حفاظت کرنے والے مجاہدوں اور غازیوں کو ملتا ہے اس لئے کہ نفس امارہ تمہارا سب سے بڑا اور سب سے زیادہ خطرناک دشمن ہے۔

دُعا کیجئے: اے اللہ! آپ مجھے اپنے سے دعا مانگنے میں ناکام نہ کیجئے اور میرے حق میں بڑے مہربان نہایت رحیم ہو جایئے اے سب مانگے جانے والے سے بہتر۔ اے سب دینے والوں سے بہتر۔ اے اللہ! میں آپ سے اپنی ضعف قوت کم سامانی اور لوگوں کی نظر میں اپنی کم وقعتی کا شکوہ کرتا ہوں اے سب سے بڑھ کر رحم کرنے والے آپ مجھے کس کے سپرد کرتے ہیں؟ آیا کسی دشمن کے جو مجھے دبالے، یا کسی دوست کے قبضہ میں جو میرے سب کام دیجئے اگر آپ مجھ سے ناخوش نہ ہوں تو مجھے ان (میں سے کسی چیز) کی پرواہ نہیں۔ پھر بھی آپ کا دیا ہوا امن میرے لئے زیادہ گنجائش رکھتا ہے۔

چند اعمال صالحہ

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: الا ادلكم علی ما يمحو الله به الخطايا، ويرفع به الدرجات؟ ، قالوا: بلی يارسول الله، قال: اسباغ الوضو، علی المكاره و كثرة الخطا الی المساجد و انتظار الصلاة لكم الرباط (مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتلاؤں جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ خطائیں معاف فرماتے ہیں اور جس کی وجہ سے درجے بلند فرماتے ہیں صحابہؓ نے عرض کیا: کیوں نہیں؟ ضرور بتلایئے اے اللہ کے رسول! آپ نے ارشاد فرمایا (۱) ناگواریوں کے باوجود کامل وضو کرنا (۲) مسجدوں کی طرف (نماز کے لئے) زیادہ قدم رکھنا (دور سے چل کر جانا) (۳) ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا پس یہی تمہاری (دین کی) سرحدوں کی حفاظت ہے۔ مسلم

تشریح: واقعہ: ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، کسی غزوہ (کافروں کے ساتھ جنگ) سے مظفر و منصور تشریف لا رہے تھے غازی صحابہ اس فتح وظفر پر بے حد خوش تھے تو آپ نے ان سے خطاب فرمایا:

ہم چھوٹے جہاد سے (فارغ ہوکر) بڑے جہاد کی طرف واپس آ رہے ہیں اس لئے کہ تمہارا سب سے بڑا دشمن تمہارا وہ نفس ہے جو ہر وقت تمہارے پہلوؤں کے درمیان (چھپا بیٹھا) ہے اور ہر وقت دشمنی پر تیار ہے طرح طرح کے راحت و آسائش کے سبز باغ دکھا کر یا مضرت ونقصان کے بھیانک نتائج سے ڈرا کر دین کے فرائض سے غافل کرنے یا ان میں رخنے ڈالنے میں مصروف رہتا ہے۔

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی دشمن نفس امارہ کی دشمنی سے خبردار کر کے اس کے حربوں کو بیکار کرنے کے لئے مثال کے طور پر تین چیزوں کا ذکر فرماتے اور ان کی ترغیب دیتے ہیں کتنے مہربان ہیں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت پر سبحان اللہ۔

اللہ تعالیٰ اسی رباط (دین کی سرحدوں کی دشمنوں سے حفاظت) کا ذکر ذیل کی آیت کریمہ میں فرماتے ہیں۔

اے ایمان والو! (دین پر) ثابت قدم رہو اور ثابت قدمی میں دشمنوں سے بڑھ جاؤ اور (دین کی) سرحدوں کی حفاظت میں دشمنوں پر غالب آ جاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تاکہ تم (دین و دنیا دونوں میں) فلاح پاؤ۔

اور نفس امارہ کے متعلق حضرت یوسف جیسے پاک دامن نبی علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان سے ارشاد ہے۔

اور میں اپنے نفس کی برأت نہیں کرتا بلاشبہ نفس تو بری باتوں کا ہی حکم کرتا ہے، بجز اس کے کہ میرا رب رحم فرمائے۔

اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہی اس نفس امارہ پر نفس مطمئنہ کو غلبہ عطا فرمادیں اور وہ اس کی سرکوبی کرے جیسا کہ نفس امارہ کی دشمنی اور نفس مطمئنہ کی سرکوبی کا کچھ حال تینوں عبادتوں کے ذیل میں بیان کر چکے ہیں یہ فرضی یا خیالی باتیں نہیں ہیں یہ وہ کشمکش ہے جس سے ہر انسان کو ہر وقت سابقہ پڑتا ہے اسی لئے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

حفت الجنة بالمكاره وحفت النار بالشهوات

جنت نفس کے مکروہات سے گھیر دی گئی ہے اور جہنم نفس کی خواہشات سے گھیر دی گئی ہے

جب تک انسان مکروہات کے خارزار سے نہ گزرے گا جنت میں نہیں پہنچ سکے گا اور جو شخص خواہشات نفس کے سبزہ زار میں پھنس کر رہ گیا وہ سیدھا جہنم جائے گا۔

صدق الله ورسوله (اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بالکل سچ فرمایا) اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے دین پر عمل کرنے اور نفس امارہ کے دھوکے اور فریب سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! ہم آپ سے ایسے دل مانگتے ہیں جو بہت اثر قبول کرنے والے، بہت عاجزی کرنیوالے اور آپ کی راہ میں بہت رجوع کرنے والے ہوں۔ اے اللہ میں آپ سے وہ ایمان مانگتا ہوں جو میرے دل میں پیوست ہو جائے اور وہ پختہ یقین جس سے میں سمجھ لوں کہ مجھ تک کوئی چیز نہیں پہنچ سکتی۔ مگر وہی جو آپ میرے لئے لکھ چکے ہوں اور میں آپ سے اس معاش پر رضامندی کا سوال کرتا ہوں جو آپ نے میرے حصہ میں فرمادی ہے۔ اے اللہ تمام تعریف آپ کے واسطے ہے جیسے کہ آپ خود فرماتے ہیں اور اس سے بڑھ کر ہے جو ہم کہتے ہیں۔

اے اللہ! میں ناپسندیدہ اخلاق و اعمال، نفسانی خواہشات اور بیماریوں سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔ اور ہر اس چیز سے جس سے آپ کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگی آپ کی پناہ میں آتے ہیں۔ اور میں مستقل قیام گاہ میں بُرے پڑوسی سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں (اس لئے کہ سفر کا ساتھی تو چلا ہی جاتا ہے) اور دشمن کے غلبہ، دشمنوں کے طعنہ، بھوک کہ وہ بری ہمخواہ ہے، خیانت کہ وہ بری ہمراز ہے (ان سب سے) آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔ اور اس بات سے کہ ہم پچھلے پیروں لوٹ جائیں (العیاذ باللہ مرتد ہو جائیں) یا فتنہ میں پڑ کر دین سے الگ ہو جائیں اور تمام ظاہری یا باطنی فتنوں سے بُرے دن، بُری رات، بُری گھڑی اور بُرے ساتھی سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں۔

اے اللہ! میری نماز، میری عبادت، اور میرا مرنا، جینا آپ ہی کے لئے ہے میرا رجوع کرنا آپ ہی کی طرف ہے اور میں جو کچھ چھوڑ جاؤں وہ آپ کا ہی ہے۔ اے اللہ میں آپ سے ان چیزوں کی جو ہوائیں لاتی ہیں بھلائی کا سوال کرتا ہوں۔

اے اللہ! مجھے ایسا بنا دیجئے کہ میں آپ کا بڑا شکر گزار اور آپ کا بہت ذکر کرتا رہوں آپ کی نصیحتوں کو مانتا رہوں اور آپ کی ہدایات کو یاد رکھوں۔ اے اللہ ہمارے دل اور ہم خود سرتاپا اور ہمارے اعضاء آپ کے ہی قبضہ میں ہیں۔ آپ نے ہمیں ان میں سے کسی چیز پر بھی اختیار (کامل) نہیں دیا ہے۔ پس جب آپ نے ہمارے ساتھ یہ کیا ہے تو آپ ہی ہمارے مددگار رہئے اور ہمیں سیدھی راہ کی طرف ہدایت دیجئے۔

فجر اور عصر کی نماز باجماعت پڑھنے کا خصوصی ثواب

عن ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من صلی البردین دخل الجنۃ، (متفق علیہ)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے دو ٹھنڈی نمازیں (پابندی سے) پڑھ لیں وہ جنت میں داخل ہوگیا۔ دو ٹھنڈی نمازیں فجر اور عصر کی نمازیں ہیں۔

تشریح: دوسری احادیث میں من صلی کے بجائے من حافظ آیا ہے جس کے معنی ہیں (پابندی کی) یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد ہے کہ جس مسلمان نے پابندی سے فجر اور عصر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھیں وہ جنت میں ضرور جائے گا ان دو نمازوں کی خصوصیت خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمادی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فرشتے باری باری تمہارے درمیان آتے ہیں رات کے فرشتے اور دن کے فرشتے اور وہ سب فجر کی نماز اور عصر کی نماز میں اکٹھے ہوتے ہیں رات کے فرشتے صبح کی نماز پڑھ کر جاتے ہیں دن کے فرشتے فجر کی نماز میں آتے ہیں اسی طرح دن کے فرشتے عصر کی نماز پڑھ کر جاتے اور رات کے فرشتے عصر کی نماز میں آتے ہیں اس طرح فجر اور عصر کی نمازوں میں دن اور رات کے فرشتے ان دو وقتوں میں جمع ہوتے ہیں تو فرشتوں کا رب ان (آنے اور جانے والے گروہوں سے) دریافت کرتا ہے حالانکہ وہ ان فرشتوں سے زیادہ (اپنے بندوں کا حال) جانتا ہے تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا (رات اور دن دونوں کے) فرشتے جواب دیتے ہیں ہم نے ان کو نماز پڑھتا ہوا ہی چھوڑا ہے اور جب ہم ان کے پاس پہنچے تھے جب بھی وہ نماز پڑھ رہے تھے۔

اس طرح دن کے نامہ اعمال کے اول و آخر میں بھی اور رات کے اعمال نامہ کے اول و آخر میں بھی ان دو نمازوں کی پابندی کی وجہ سے نمازی مسلمان نمازوں کے پابند لکھے جاتے ہیں نامہ اعمال میں اول آخر کو ہی دیکھا جاتا ہے یہی نامہ اعمال قیامت کے دن پیش ہونگے اور یہ نمازی جنت میں ضرور جائیں گے نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو لوگ بغیر جماعت کے فجر عصر پڑھتے ہیں وہ فرشتوں کی اس گواہی سے محروم رہتے ہیں ان دو نمازوں کی تخصیص کی ایک وجہ تو یہ ہوئی دوسری وجہ مسلم ہی کی حدیث میں آیا ہے۔

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ (رات کے وقت) ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک آپ کی نگاہ چودھویں رات کے چاند پر پڑی تو آپ نے فرمایا: تم اپنے رب کو (جنت میں ایسے ہی دیکھو گے جیسے تم اس چاند کو دیکھ رہے ہو اس کے دیدار میں تمہیں ایسے ہی کوئی رکاوٹ اور مزاحمت نہ ہوگی جیسے اس کے دیکھنے میں نہیں ہے پس تم اگر (اپنے دنیاوی دھندوں سے (مغلوب نہ ہو اور پابندی سے طلوع آفتاب سے پہلے یعنی فجر کی نماز باجماعت اور غروب آفتاب سے پہلے یعنی عصر کی نماز باجماعت پڑھ سکو تو ان دونوں نمازوں کو باجماعت پابندی سے

پڑھا کرو (تاکہ جنت میں انہی دو وقتوں میں دیدار الٰہی کی سعادت حاصل کرسکو) اس کے بعد آپ نے قرآن کی آیت کریمہ پڑھی پس اپنے رب کی پاکیزگی بیان کرو اس کی حمد وثنا کے ساتھ آفتاب کے طلوع ہونے سے پہلے اور غروب ہونے سے پہلے (یعنی فجر اور عصر کی نماز) پڑھا کرو۔

حاصل اس حدیث کا یہ ہے کہ جنت میں روزانہ دو وقت اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوا کرے گا ایک فجر کی نماز کے وقت یہ آفتاب کے طلوع ہونے سے پہلے ایک عصر کی نماز کے وقت آفتاب کے غروب ہونے سے پہلے اور اس دو وقتہ دیدار کی سعادت وہی لوگ حاصل کرسکیں گے جو دنیا میں پابندی کے ساتھ باجماعت فجر اور عصر کی نمازیں پڑھتے ہیں اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم بھی خاص طور پر ان دو نمازوں کے پڑھنے کا حکم دیا ہے۔

ان دو نمازوں کی تخصیص کی تیسری وجہ سے مسلم ہی کی حدیث شریف میں آیا ہے۔

حضرت رویبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، سے سنا ہے کہ جو کوئی بھی (پابندی کے ساتھ) طلوع آفتاب سے پہلے اور بعد نماز باجماعت پڑھے گا یعنی فجر اور عصر کی نمازیں پڑھے گا وہ ہرگز جہنم میں داخل نہ ہوگا۔

اس حدیث سے ایک طرف مذکورہ آیت کریمہ کی تفسیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، نے فرمادی **فسبح بحمد ربک** (الآیہ) سے مراد نماز فجر اور نماز عصر ہیں دوسری طرف جہنم سے مطلق نجات پانے کی بشارت دی۔

ان دو نمازوں کو پابندی سے ادا کرنے کی خصوصیت احادیث میں یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ پہلی امتوں پر صرف یہی دو نمازیں فرض کی گئی تھیں مگر انہوں نے ان دو نمازوں کو بھی پڑھ کر نہ دیا اسی لئے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم، ان دو نمازوں کی اس قدر تاکید فرما رہے ہیں اور ترغیب دے رہے ہیں چنانچہ لیلۃ الاسراء میں پانچ نمازیں فرض ہونے سے پہلے بھی آپ بعثت کے بعد اول دن سے برابر یہی دو نمازیں مسلمانوں کے ساتھ جماعت سے پڑھا کرتے تھے۔

ان خصوصیات کے علاوہ جو خصوصیات بیان کرتے ہیں وہ چنداں اہم نہیں اس لئے کہ وہ اور نمازوں میں بھی پائی جاتی ہیں۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! آپ اپنی محبت کو میرے لئے تمام چیزوں سے محبوب تر اور اپنے ڈر کو میرے لئے تمام چیزوں سے خوفناک تر بنا دیجئے اور مجھے اپنی ملاقات کا شوق دے کر دنیا کی حاجتیں مجھ سے ختم فرما دیجئے۔ اور جہاں آپ نے دنیا والوں کی آنکھیں ان کی دنیا سے ٹھنڈی کر رکھی ہیں آپ میری آنکھ اپنی عبادت سے ٹھنڈی فرما دیجئے۔

اے اللہ! میں آپ سے تندرستی، پاکبازی، امانت حسن خلق اور تقدیر پر راضی رہنے کا سوال کرتا ہوں۔

اے اللہ! آپ کے لئے ہی تعریف شکر کے ساتھ ہے اور آپ کا ہی فضل وکرم کے ساتھ ہر طرح احسان کرنا حصہ ہے۔

اے اللہ! میں آپ سے ان اعمال کی توفیق طلب کرتا ہوں جو آپ کو پسند ہوں اور میں آپ پر سچے توکل اور آپ کے ساتھ نیک گمان رکھنے کا سوال کرتا ہوں۔

بیماری اور سفر کی حالت میں اللہ تعالیٰ کی خصوصی رعایت

عن ابی موسی الاشعری رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: واذا مرض العبد او سافر کتب له مثل ما کان یعمل مقیما صحیحا،(بخاری)

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ اشعری سے مروی ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب مسلمان بندہ بیمار ہو جاتا ہے یا سفر میں چلا جاتا ہے (اور صحت یا قیام کی حالت میں جو نفل عبادتیں اور اذکار و اوراد کیا کرتا تھا وہ اب بیماری یا سفر کی وجہ سے نہیں ادا کر سکتا تو) اس کے لئے نامہ اعمال میں وہ تمام عبادات لکھ دی جاتی ہیں جو وہ صحت اور قیام کی حالت میں کیا کرتا تھا۔

تشریح: مرض اور سفر دو ایسی حالتیں ہیں کہ ان میں رب کریم و رحیم نے فرض عبادتوں میں بھی تخفیف فرما دی ہے شریعت کا حکم ہے کہ اگر سفر میں پانی تلاش کرنے کے باوجود نہ ملے یا بیماری میں پانی سے وضو کرنے یا ناپاکی کا غسل کرنے میں مرض کے بڑھ جانے کا اندیشہ ہو تو پانی کے بجائے پاک مٹی سے تیمّم کر لو اور اگر کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتے تو بیٹھ کر پڑھ لو اگر بیٹھ کر بھی نہیں پڑھ سکتے تو لیٹے لیٹے اشاروں ہی سے پڑھ لو چھوڑو مت جس طرح بھی بن پڑے پڑھ لو سفر میں تو اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے خود ہی فرضوں میں چار کے بجائے دو فرض کر دیئے اور مرض و سفر دونوں حالتوں میں فرضوں کے علاوہ سنتوں کے ترک کرنے کا اختیار دے دیا اسی طرح رمضان کے فرض روزے بھی ترک کرنے کی اجازت دے دی کہ وطن پہنچ کر یا تندرست ہو کر اتنے دن کے روزے رکھ لینا۔

ایک پانچوں وقت کی نمازوں اور سنن و نوافل، اذکار و اوراد کے پابند نمازی کو اپنی اس حالت پر رونا آتا ہے اور سخت افسوس ہوتا ہے کہ فرض نمازیں بھی ادھوری سدھوری ادا ہو رہی ہیں سنن و نوافل اور اذکار و اوراد بھی سب چھوٹ گئے ہیں بڑی سخت محرومی محسوس کرتا ہے اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ' ایسے ہی عبادات کے شیدائی مسلمان بندے کو اس حدیث میں اطمینان دلاتے ہیں کہ گھبراؤ مت صبر و شکر سے کام لو اور بے فکر رہو تندرستی اور قیام کے زمانہ میں تم جس قدر عبادتیں خواہ فرض ہوں خواہ نفل روزانہ ادا کیا کرتے تھے اور تمہارے نامہ اعمال میں لکھی جاتی تھیں وہ سب بیماری اور سفر کی حالت میں بھی لکھی جا رہی ہیں تو بندہ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم' کی زبان مبارک سے یہ خوشخبری سن کر بے حد خوش اور مطمئن ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی شان کریمی سے میرا کچھ بھی نقصان نہیں ہونے دیا کچھ نہ کرنے کے باوجود سب کچھ لکھا گیا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے اور تندرست ہونے یا قیام کے بعد خوشی خوشی زیادہ سے زیادہ عبادتیں پورے اہتمام سے ادا کرتا ہے اس یقین کے ساتھ کہ اگر پھر بیمار ہوا یا سفر کرنا پڑا تو بغیر کئے یہ سب عبادتیں نامہ اعمال میں لکھی جائیں گی یہی ترغیب و تحریص نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم' کے اس خوشخبری سنانے کا مقصد ہے اللہ تعالیٰ اپنے محبوب نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم' کی امت کو زیادہ سے زیادہ حسن عمل کی توفیق عطا فرمائیں اور یہی مقصد ہے۔

ہر نیک کام ثواب کا کام ہے

عن جابر رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: کل معروف صدقة. (بخاری)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ہر (از روئے شریعت) بھلا کام ثواب کا کام ہے بخاری نے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ امام مسلم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

تشریح: گو حضرت جابر اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہما دونوں صحابی اس حدیث کے راوی ہیں باقی بھلے کاموں کی کافی تعداد اس باب کی حدیثوں کے ذیل میں بیان ہو چکی ہے صرف اتنا اضافہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ نہ نیک کام کرنے والے کی ذاتی خواہش کا اعتبار ہے نہ کسی دوسرے انسان کی خواہش کا نیک یا بھلا کام صرف وہی ہے جس کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نیک اور بھلا کام فرما دیں۔ اس لئے کہ انسانی خواہش اور محبت کا حال تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

کچھ بعید نہیں کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو حالانکہ وہ تمہارے حق میں اچھی ہو اور کچھ بعید نہیں کہ تم کسی چیز کو پسند کرو حالانکہ وہ چیز تمہارے حق میں بری ہو اور اللہ ہی (اچھی بری چیز کو) جانتا ہے تم نہیں جانتے (کہ کون سی چیز بری ہے کون سی اچھی ہے)

اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم یعنی تمام انسانوں کی پسند اور ناپسند میں بیشتر دخل دشمن یعنی نفس امارہ کا دخل ہوتا ہے اور اس کی خواہشات تمامتر ہمارے حق میں مضر ہی ہوتی ہیں آپ اس سے پہلے ایک حدیث میں پڑھ چکے ہیں۔

حفت الجنة بالمکارہ وحفت النار بالشہوات

جنت مکروہات نفس کے خارزار سے گھری ہوئی اور جہنم خواہشات نفس کے سبزہ زاروں میں گھری ہوئی ہے۔

اگر خواہشات نفس پر عمل کرو گے سیدھے جہنم میں جاؤ گے ہاں اگر نفس کی خواہشات کو ٹھکرا کر مکروہات نفس پر عمل کرو گے تو بیشک جنت میں جاؤ گے سبحان اللہ کتنا واضح معیار جہنم اور جنت میں جانے کا بیان فرمایا ہے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے کاش کہ امت اس پر عمل کرے واللہ الموفق۔

نقصان پر اجر وثواب

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس کسی مسلمان نے کوئی درخت لگایا تو جو بھی اس کا پھل کسی نے کھایا اس کا ثواب اس کو ملے گا اور جو بھی اس کے پھل چوری گئے وہ بھی اس کے لئے ثواب کا موجب ہیں اور جو بھی کسی نے اس کا نقصان کیا اس کا بھی اس کو ثواب ملے گا امام مسلم نے اس حدیث کو روایت کیا۔

مسلم ہی کی ایک اور روایت میں ہے جس مسلمان نے بھی کوئی درخت لگایا اور کسی انسان نے یا چوپایہ نے یا پرندہ نے اس کا پھل کھالیا تو اس کو قیامت کے دن تک اس کا ثواب ملتا رہے گا۔

تشریح: مسلم ہی کی ایک اور روایت میں ہے جس مسلمان نے کوئی بھی درخت لگایا یا کوئی کھیت بویا اور کسی انسان نے یا کسی چوپایہ نے یا کسی نے بھی کچھ کھالیا تو اسکا ثواب مالک کو ملتا رہے گا۔ اور بخاری و مسلم دونوں نے اس حدیث کو حضرت

انس رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا ہے۔

اس حدیث پاک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، باغوں اور کھیتوں کے مسلمان مالکان کو کرم اخلاق اور بلند حوصلگی کی تعلیم دینا چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے تمہیں باغ یا کھیت کا مالک بنایا ہے تمہیں اس قدر تنگدل اور بے حوصلہ نہ ہونا چاہئے کہ اگر کسی انسان نے یا جانور نے یا پرندہ نے باغ سے پھل کھا لئے یا کسی جانور نے کھیت میں منہ ڈال دیا تو لگے غصہ ہونے اور گالیاں دینے کیا خبر ہے وہ انسان یا حیوان بھوکا ہی ہو تو بھوکے کے پیٹ کو بھرنا تو بہر حال کار ثواب ہے اسی طرح باغ یا کھیت کا کسی اور قسم کا کوئی نقصان ہو گیا تو باغ یا کھیت کے رکھوالے کو برا بھلا کہنے لگے حاصل یہ ہے کہ باغ یا کھیت کا جو بھی نقصان ہو اس کو منجانب اللہ باور کر کے صبر کرنا چاہئے اور جو بچ گیا ہے اس کا شکر ادا کرنا چاہئے تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کمی کو پورا کر دیں گے اور نقصان کی تلافی فرما دیں گے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے۔

لئن شکرتم لازیدنکم (ابراھیم: ۷)

بخدا اگر تم نے شکر ادا کیا تو تمہیں ضرور اور زیادہ دوں گا۔

زیادہ تر غصہ اس وقت آتا ہے جب بھوکا اپنے پیٹ کی آگ بجھانے کے لئے دو چار پکے پھلوں کے لئے دس بیس کچے پھل گرا دیتا ہے یا جانور کھیت میں گھس کر کھانے کے علاوہ اپنے قدموں سے کھیت کو روند دیتا ہے کھاتا کم ہے اور نقصان زیادہ کرتا ہے اسی کے پیش نظر ہر قسم کے نقصان کو بھی ثواب کا موجب فرمایا ہے۔

یہ تو وہ کام ہیں جنہیں بغیر کچھ کئے دھرے محض ثواب کی نیت کر لینے پر ثواب ملتا ہے بہر حال ثواب کی لگن ہونی چاہئے پھر کارہائے ثواب تو بے حد وحساب ہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہ لگن عطا فرمائیں آمین۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! میرے دل کے کان اپنے ذکر کے لئے کھول دیجئے اور مجھے اپنی اور اپنے رسول کی فرمانبرداری اور اپنی کتاب پر عمل نصیب فرمایئے۔ اے اللہ مجھے ایسا بنا دیجئے کہ میں آپ سے اس طرح ڈرا کروں گویا کہ میں ہر وقت آپ کو دیکھتا رہتا ہوں حتیٰ کہ میں آپ سے آملوں، اور مجھے تقویٰ سے سعادت دیجئے اور مجھے اپنی نافرمانی سے بدنصیب نہ فرمایئے۔ اے اللہ ہر مشکل کو آسان فرما کر مجھ پر فضل وکرم کیجئے آپ کے لئے ہر مشکل کو آسان کر دینا آسان ہی ہے۔ اور میں آپ سے دنیا وآخرت میں سہولت اور معافی کی درخواست کرتا ہوں

اے اللہ! مجھ سے درگزر فرمایئے آپ تو بڑے معاف کرنیوالے بڑے رحم کرنیوالے ہیں۔

اے اللہ! میرے دل کو نفاق سے، میرے عمل کو ریا سے، میری زبان کو جھوٹ سے اور میری آنکھ کو خیانت سے پاک کر دیجئے بے شک آپ آنکھوں کی خیانت اور جو کچھ دل چھپائے ہوئے ہیں وہ بھی جانتے ہیں۔

اے اللہ! مجھے برسنے والی آنکھیں نصیب فرمایئے کہ جو دل کو آپ کی خشیت کی بنا پر بہتے ہوئے آنسوؤں سے سیراب کر دیں بغیر اس کے کہ آنسو خون ہو جائیں اور داڑھیں انگارے بن جائیں۔

مسجد میں نماز کیلئے آنے جانے میں ہر قدم پر ثواب

عن جابر رضی الله عنه اراد بنو سلمة ان ینقلوا قرب المسجد فبلغ ذلک رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال لهم: انه قد بلغنی انکم تریدون ان تنتقلوا قرب المسجد؟ فقالوا: نعم یارسول الله قد اردنا ذلک فقال: بنی سلمة دیارکم تکتب آثارکم دیارکم تکتب آثارکم (مسلم)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں قبیلہ بنوسلمہ نے ارادہ کیا کہ وہ (اپنی بستی سے) مسجد نبوی کے قریب منتقل ہو جائیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (بنوسلمہ کے اس ارادہ کی) خبر ملی تو آپ نے (اس خبر کی تصدیق کی غرض سے) فرمایا: مجھے خبر ملی ہے کہ تم لوگ مسجد کے قریب منتقل ہونا چاہتے ہو؟ تو انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! ہم نے یہ ارادہ کیا تو ہے تو آپ نے فرمایا: اے بنوسلمہ! اپنی بستی میں ہی رہو تمہارے قدموں کے نشان لکھے جاتے ہیں۔

تشریح: واقعہ! قبیلہ بنی سلمہ مدینہ طیبہ کی ایک نواحی بستی میں مدینہ سے دو تین میل فاصلہ پر آباد تھا مسجد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے قرب وجوار میں کچھ رہائشی زمین کے قطعے خالی ہوئے تو اس قبیلہ نے اس خیال سے کہ ہماری بستی مسجد سے قریب ہو جائے گی پانچوں وقت جو اتنی دور سے چل کر آنا پڑتا ہے اس سے بچ جائیں گے منتقل ہونے کا ارادہ کیا مگر دراصل یہ خیال انسان کے پوشیدہ دشمن آسائش پسند نفس امارہ کا ایک فریب تھا وہ راحت وآسائش کا سبز باغ دکھا کر اس اجر عظیم اور رفع درجات سے محروم کرنا چاہتا تھا جو دور سے چل کر آنے کی بنا پر ان کو مل رہا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے اس ارادہ کی اطلاع ہوئی تو آپ نے ان کو بلا کر ان سے دریافت کیا تو انہوں نے عرض کیا جی ہاں ارادہ تو کیا ہے تو نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے نام بنوسلمہ سے خطاب کر کے بتاکید اس ارادہ سے باز رکھا اور نفس امارہ کے اس فریب سے آگاہ کیا اور بتلایا کہ مسجد سے قریب ہو کر کتنے بڑے اجر وثواب سے محروم ہو جاؤ گے جو پانچوں وقت اتنی دور سے چل کر مسجد میں آنے کی مشقت پر تم کو مل رہا ہے کتنا بڑا خسارہ ہے چنانچہ بنوسلمہ نے دشمن نفس امارہ کے اس فریب سے آگاہ ہو کر منتقل ہونے کا ارادہ ترک کر دیا اور اپنے نام بنوسلمہ کے مطابق اس نقصان عظیم سے بچ گئے۔

یہ اس زمانہ کا واقعہ ہے جب نواحی بستیوں میں مسجدیں نہیں بنی تھیں ہر بستی والوں کو نماز باجماعت پڑھنے کے لئے مسجد نبوی میں آنا پڑتا تھا اس کے بعد بھی اگرچہ نواحی بستیوں میں مسجدیں بن گئی تھیں مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھنے کی سعادت اور دور سے چل کر آنے کے اس اجر عظیم کو حاصل کرنے کی غرض سے بیشتر لوگ دور دور سے چل کر آتے اور ثواب حاصل کرتے تھے اگر بنوسلمہ اس وقت منتقل ہو جاتے تو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس اجر عظیم سے محروم ہو جاتے۔

اب بھی جبکہ قریب قریب ہر بستی میں مسجدیں بن گئی ہیں بڑی مسجد میں جہاں زیادہ نمازی ہوتے ہیں اور بڑی جماعت ہوتی ہے اگرچہ دور ہو چل کر جانا اجر وثواب کا موجب ہے الا یہ کہ محلہ کی مسجد کے ویران ہو جانے کا اندیشہ ہو یا وقت نکل جانے کا خوف ہو تو قریب کی مسجد میں ہی نماز پڑھ لینی چاہئے وقت پر نماز پڑھنے اور خدا کے گھر کو ویران ہونے سے بچانے کے اجر وثواب سے اس اجر وثواب کے نقصان کی مکافات ہو جائے گی جو دور سے چل کر مسجد جانے پر ملتا اگر کسی اور دنیوی غرض یا منفعت کی بنا پر کوئی بھی صورت اختیار کی گئی تو وہ غرض تو پوری ہو جائے گی منفعت حاصل ہو جائے گی مگر اجر وثواب مطلق نہیں ملے گا **انما الاعمال بالنیات** حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ عملوں کا مدار نیتوں پر ہے۔

گرمی سردی میں مسجد میں آنیوالے کا ثواب

عن ابی المنذر ابی بن کعب رضی الله عنه قال: کان رجل لا اعلم رجلا ابعد من المسجد منه، وکان لا تخطئه صلاة فقیل له او فقلت له: لو اشتریت حماراً ترکبه فی الظلماء وفی الرمضاء؟ فقال: ما یسرنی ان منزلی الی جنب المسجد انی ارید ان یکتب لی ممشای الی المسجد ورجوعی اذا رجعت الی اهلی فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم: وقد جمع الله لک ذلک کله(مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوالمنذر رابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں ایک آدمی تھا میرے علم میں مسجد سے اس کے گھر سے زیادہ دور کسی اور کا گھر نہ تھا اور (جماعت کی پابندی کا یہ حال تھا کہ) کوئی نماز باجماعت اس سے نہیں چھوٹتی تھی تو اس سے کہا گیا یا میں نے اس سے کہا (راوی کو شک ہے کہ روایت میں پہلا لفظ ہے یا دوسرا) اگر تم ایک گدھا خرید لو اور اندھیری راتوں میں یا تپتی ہوئی دوپہر میں اس پر سوار ہوکر مسجد آ و جاؤ (تو کتنا اچھا ہو) اس شخص نے جواب دیا (تکلیف سے بچنے کے لئے گدھا خریدنا تو دور کی بات ہے) مجھے تو یہ بھی پسند نہیں کہ میرا گھر مسجد کے پہلو میں ہو میں تو چاہتا ہوں کہ میرا یہ (مسجد) چل کر آنا اور جب گھر واپس جاؤں تو پیادہ لوٹنا میرے نامہ اعمال میں لکھا جائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس کا یہ عاشقانہ جواب سن کر) فرمایا: (مبارک ہو) یقیناً اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے یہ سب جمع فرمادیا (آنے اور جانے کے ایک ایک قدم کا ثواب تمہیں ملے گا)

تشریح: سبحان اللہ! نماز باجماعت سے کس قدر والہانہ عشق ہے کہ اندھیری راتوں کے تمام خطرے اور شدید گرمی سے تپتی ہوئی زمین پر پاپیادہ چلنے کی تمام تکلیفیں سب گوارا ہیں مگر باجماعت نماز نہ چھوٹے سچ فرمایا ہے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حفت الجنة بالمکارہ جنت مکروہات نفس سے گھری ہوئی ہے۔

ان مشقتوں کے خارزار سے گزرے اور قدموں کو فگار (زخمی) کئے بغیر جنت نہیں مل سکتی اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو نماز باجماعت کا عشق نہ سہی شوق ہی عطا فرمائیں آمین۔

اس باب کی سابقہ احادیث میں پاپیادہ مسجد جانے کے اجر وثواب کی تفصیلات گزر چکی ہیں۔

خدمت خلق

حضرت ابومحمد عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے چالیس خصلتیں ہیں جن میں سب سے اعلیٰ خصلت دودھ والی بکری کا عطیہ ہے جو بھی کوئی عمل کرنے والا ان چالیس میں سے کسی بھی خصلت پر اس کے ثواب کی امید پر اور جس چیز کا وعدہ کیا گیا ہے اس وعدہ کو دل سے سچا جاننے اور ماننے کے بعد اس پر عمل کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو ضرور جنت میں داخل فرمائیں گے۔

(بخاریؒ نے اس حدیث کو روایت کیا)

عربی میں منیحة اس دودھ دینے والی بکری کو کہتے ہیں

جسے مالک کسی حاجت مند کو دودھ پینے کے لئے عاریۃ دے دے اور جب دودھ ختم ہو جائے تو واپس لے لے۔

تشریح: حدیث شریف میں صرف دودھ کے اس معمولی سے عطیہ کو سب سے اعلیٰ خصلت قرار دیا ہے اس سے ظاہر ہے کہ باقی انتالیس خصلتیں اس سے بھی زیادہ معمولی اور ادنیٰ درجہ کے کام ہیں (جن کی تفصیل گذشتہ احادیث میں آ چکی ہے) لہٰذا اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ کسی بھی حاجت مند کی کسی بھی حاجت کو پورا کر دینا اگرچہ کتنی ہی معمولی ہو عنداللہ اور عندالرسول اجر عظیم کا موجب ہے اور ان پر جنت میں داخل فرمانے کا وعدہ ہے مگر یہ اجر عظیم جب ہی ملتا ہے کہ جبکہ اجر کے وعدوں پر کامل یقین ہو اور نیت خالص ہو ورنہ اگر نام ونمود کے لئے یا حاجت مند پر احسان جتلانے کے لئے یہ کام کئے تو کچھ نہیں ملے گا نیز حدیث شریف میں ان چالیس کاموں کو خصائل سے تعبیر کیا ہے جس کے معنی ہیں عادتیں اس سے معلوم ہوا کہ اس اجر اور اس وعدے کے مستحق وہی لوگ ہیں جن کی عادت یہ ہو جائے کہ محتاج کو دیکھتے ہی جب تک اس کی حاجت پوری نہ کر دیں چین نہ آئے ظاہر ہے جب کسی مسلمان کے دل میں مخلوق خدا کی حاجت روائی کا یہ جذبہ پیدا ہو جائے تو یہ اس کے مقبول بارگاہ الٰہی ہونے کی روشن دلیل ہے اس لئے کہ حدیث شریف میں آتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مخلوق اللہ تعالیٰ کی عیال (کنبہ) ہے لہٰذا اللہ سب سے زیادہ محبت اس سے فرماتا ہے جو اس کی عیال (کنبہ) کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔

یہ تمام کارہائے خیر اسی وقت اجر وثواب کا موجب ہونگے جب کہ اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے وعدوں پر کامل یقین ہو اور خالصاً لوجہ اللہ انجام دیئے جائیں۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! مجھے اپنی قدرت سے امن دیجئے اور مجھے اپنی رحمت میں داخل فرمالیجئے اور میری عمر اپنی فرمانبرداری میں صرف کرادیجئے اور میرا خاتمہ میرے بہترین عمل پر کیجئے اور اس کی جزا کو جنت بنادیجئے۔ اے اللہ فکر کے دور کرنے والے، غم کو زائل کرنے والے، بے قراروں کی دعا قبول فرمانے والے، دنیا کے رحمٰن ورحیم، آپ ہی مجھ پر رحم فرمائیں گے آپ میرے اوپر ایسی رحمت فرمائیے کہ آپ اس کی بنا پر مجھے اپنے سوا ہر ایک کی رحمت سے مستغنی فرمادیجئے۔

اے اللہ! میں آپ سے بھلائی غیر متوقع اور ناگہانی بُرائی سے پناہ مانگتا ہوں۔

اے اللہ! آپ کا نام ہی سلام ہے اور آپ سے ہی سلامتی کی ابتدا ہے اور آپ کی ہی طرف ہر سلامتی لوٹتی ہے۔

اے صاحب عزت وجلال میں آپ سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ آپ ہمارے حق میں ہماری دعا قبول فرمالیجئے اور آپ ہماری (جائز) خواہشات کو پوری فرمادیجئے اور آپ نے اپنی مخلوق میں سے جن کو ہم سے غنی کر دیا ہے، ان سے ہم کو بھی غنی فرمادیجئے۔ اے اللہ آپ ہی میرے لئے (چیزوں کو) چھانٹ لیجئے اور پسند فرمالیجئے۔

ضرورت مند کو معمولی چیز دینے پر اجر وثواب

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا (جہنم کی) آگ سے بچو اگر چہ کھجور کے ایک ٹکڑے سے ہی ہو (بخاری اور مسلم دونوں نے اس حدیث کو روایت کیا) اور بخاری اور مسلم ہی کی ایک روایت میں انہی عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے تم میں سے ہر ایک شخص سے اس کا رب (براہ راست) بات کرے گا (اس طرح کہ) اس کے اور اس کے رب کے درمیان کوئی (دوسرا) ترجمان نہ ہوگا پس (اس وقت) وہ اپنے دائیں جانب دیکھے گا تو اس کے کئے ہوئے اعمال کے سوا کچھ نہ ہوگا اور بائیں جانب دیکھے گا تو (ادھر بھی) اس کے کئے ہوئے اعمال کے سوا کچھ نہ ہوگا اور سامنے (کی طرف) دیکھے گا تو اس کے منہ کے سامنے آگ ہی آگ ہوگی اور کچھ نہ ہوگا پس (اس) آگ سے (جس طرح ہو سکے) بچو اگر چہ ایک کھجور کے ٹکڑے کے ذریعے ہی بچو اور اگر یہ بھی میسر نہ ہو تو اچھی بات (کے ذریعہ سے) ہی بچو۔ (ریاض الصالحین)

تشریح: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ براہ راست ہر بندے سے اس کے کئے ہوئے اعمال کے متعلق سوال فرمائیں گے کہ میں نے عمر بھر تجھ پر بے شمار انعامات اور احسانات کئے بتلا تو نے اس کا شکریہ کس طرح ادا کیا بندے کے پاس اس وقت عمر بھر کئے ہوئے اعمال کے سوا کچھ نہ ہوگا دائیں طرف نیک اعمال ہوں گے اور بائیں طرف بد اور سامنے کی جانب ایک طرف جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ ہوگی اور دوسری طرف جنت لہلہاتی ہوگی حساب اعمال کے بعد جن کی بائیں جانب کے اعمال وزنی ہوئے وہ تو جہنم کی آگ میں ڈال دیئے جائیں گے اور جن کے دائیں جانب کے اعمال وزنی ہونگے وہ جنت میں بھیج دیئے جائیں گے قرآن کریم کی مذکورہ ذیل آیات اس پر روشنی ڈالتی ہیں۔

۱۔ اور جبکہ جہنم بھڑکا دی جائے گی اور جبکہ جنت بالکل قریب کر دی جائیگی اس وقت ہر ایک کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ کیا لایا ہے۔

۲۔ اس دن انسان کو بتلایا جائے گا جو اس نے کیا یا نہ کیا ہوگا۔

۳۔ ہر شخص جان لے گا کہ اس نے کیا کیا اور کیا نہیں کیا۔

۴۔ اس دن لوگ مختلف گروہوں میں واپس ہوں گے تا کہ اپنے اعمال کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں پس جس نے ذرہ برابر بھی نیک کام کیا ہوگا اس کو دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر بھی کوئی برا کام کیا ہوگا اس کو دیکھ لے گا (حشر کے دن)

۵۔ پس جس کے وزن کئے ہوئے اعمال وزنی ہوں گے تو وہ پسندیدہ زندگی بسر کرے گا اور جس کے اعمال ہلکے اور کم وزن ہوں گے تو اسکا ٹھکانہ جہنم میں ہوگا۔

۶۔ اور جنت پرہیزگاروں کے بالکل قریب کر دی جائیگی اور جہنم گمراہوں اور کجراہوں کے سامنے بے نقاب کر دی جائے گی۔

مذکورہ بالا زیر بحث حدیث میں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم اسی محاسبہ اعمال کا ذکر فرماتے ہیں اور ہر شخص کو زیادہ سے زیادہ نیک اعمال کر کے جہنم سے بچنے کی جدوجہد کی ترغیب دیتے ہیں کہ محتاج کو اور کچھ نہیں تو کھجور کا ایک ٹکڑا دے کر ہی جہنم سے بچو اگر یہ بھی میسر نہ ہو تو کسی کو بھلی بات بتا کر ہی جہنم سے بچو (اس میں تو کچھ خرچ بھی نہیں ہوتا)

اگر چہ شراح حدیث نے **اتقوا النار ولو بشق تمرة** کے دو مطلب بیان کئے ہیں۔

۱۔ایک یہ کہ اگر کسی کا ذرا سا حق بھی تمہارے ذمہ ہوتو اس کو بھی ادا کر کے جہنم کی آگ سے نجات حاصل کرو کیونکہ یہ حقوق العباد ہیں مطلق معاف نہیں ہوتے اگر کسی کا کھجور کا ایک ٹکڑا بھی تمہارے ذمہ رہ گیا تو جہنم میں جاؤ گے۔

۲۔دوسرا یہ کہ اپنے گناہوں اور نافرمانیوں کی سزا سے بچنے کے لئے کسی بھی نیک کام کرنے میں کوتاہی نہ کرو اگر چہ کتنا ہی معمولی کار خیر ہو اس دوسرے مطلب کی تائید ایک اور حدیث سے بھی ہوتی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

صدقہ (خیرات) خطاؤں (کی آگ) کو اس طرح بجھا دیتا ہے جیسے پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔

اسی طرح اسی باب کی آٹھویں حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمان عورتوں کو خطاب کر کے فرماتے ہیں۔

اے مسلمان عورتو! کوئی پڑوسن اپنی پڑوسن کے لئے (کسی بھی چیز کو حقیر نہ سمجھے اگر چہ بکری کا کھر ہی ہو۔

اور پانچویں حدیث میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو خطاب کر کے فرمایا ہے۔

حضرت ابوذر کہتے ہیں کہ (خاص طور پر) مجھ سے رسول اللہ نے فرمایا: اے (ابوذر) تم کسی بھی بھلے کام کو حقیر مت سمجھنا اگر چہ اپنے (مسلمان) بھائی سے خندہ پیشانی سے ملنا ہی ہو۔

اسی طرح زیر نظر حدیث میں **وان لم یجدفبکلمة طیبة** اگر نہ ہو تو بھلی بات کے ذریعے ہی بچو۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اور ہر مسلمان کو بھی زیادہ سے زیادہ کار ہائے خیر کر کے جہنم سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! مجھے اپنی مشیت پر راضی رکھئے اور جو کچھ میرے لئے مقدر کر دیا گیا ہے اس میں مجھے برکت دیجئے تا کہ جو چیز آپ نے دے رکھی ہے اس کے لئے میں جلدی نہ چاہوں، اور جو چیز آپ نے جلد دے رکھی ہے اس میں میں دیر نہ چاہوں۔اے اللہ عیش تو بس عیش آخرت ہی ہے اور (اسکے سوا) کوئی نہیں۔اے اللہ مجھے خاکسار بنا کر زندہ رکھئے اور خاکساری ہی کی حالت میں موت دیجئے اور مجھے خاکساروں ہی سے (قیامت میں) اٹھائیے۔

اے اللہ! مجھے ان لوگوں میں سے فرما دیجئے جو جب کوئی نیک کام کرتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اور جب کوئی بُرائی کرتے ہیں تو مغفرت چاہنے لگتے ہیں۔

اے اللہ! میں آپ سے آپ خاص رحمت کی درخواست کرتا ہوں جس سے آپ میرے دل کو ہدایت میرے کاموں کو جمعیت اور میری ابتری کو درست کر دیجئے اور اس (خاص رحمت) سے میرے دین کو سنوار دیجئے۔اور اس سے میرے قرضہ کو ادا کر دیجئے اور اس سے میری نظر سے غائب چیزوں کی نگہبانی فرمائیے اور اس سے میرے پیش نظر چیزوں کو بلندی عطا فرمائیے۔اور اس سے میرے چہرے کو نورانی کر دیجئے اور اس سے میرا عمل پاکیزہ فرما دیجئے اور اس سے ہدایت میرے دل میں ڈال دیجئے۔اور اس (خاص رحمت) سے میری (حالت) الفت کو لوٹا دیجئے۔اور اس (رحمت خاص) کے واسطے آپ مجھے ہر برائی سے بچا لیجئے۔

نعمت رزق پر شکر

عن انس رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان الله لیرضی عن العبد ان یاکل الاکلة فیحمده علیها او لیشرب الشربة فیحمده علیها (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: بیشک اللہ تعالیٰ بندہ سے (اس پر) خوش ہوتا ہے کہ جو کھانا (صبح کا یا شام کا) وہ کھاتا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے اور جو بھی پانی پیتا ہے اس پر بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے اکلة ہمزہ کے زبر کے ساتھ صبح کے یا شام کے کھانے کو کہتے ہیں (نہ کہ ہر لقمہ اور ہر گھونٹ کو)

تشریح: ظاہر ہے کہ دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلانا اور پیاس پر پانی پینے کو دینا اللہ تعالیٰ کا اتنا بڑا انعام واحسان ہے کہ ہم اس کا شکریہ ادا کر ہی نہیں سکتے اس لئے کہ ہم اپنے گردوپیش میں دیکھتے ہیں کہ بے شمار لوگ ایسے ہیں کہ باوجود انتہائی محنت کرنے اور مشقت اٹھانے کے دووقت پیٹ بھر کر انہیں کھانا نصیب نہیں ہوتا اور ایسے بھی بہت سے لوگ ہیں کہ زیادہ سے زیادہ لذیذ اور عمدہ کھانے دسترخوان پر موجود ہیں مگر کسی مرض یا بیماری کے خوف سے یا کسی اور وجہ سے نہیں کھا سکتے اس لئے دونوں وقت شکم سیر ہو کر کھانا اور کھانے کی قدرت بھی دینا اتنا بڑا احسان ہے کہ ہم کسی بھی طرح اس کا شکر ادا نہیں کر سکتے تھے یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کریمی ہے کہ انہوں نے نہایت آسان طریق پر شکر ادا کرنے اور اس پر اپنی رضامندی وپسندیدگی کا بھی اظہار فرمادیا اور قرآن کریم میں شکر ادا کرنے پر مزید نعمتیں دینے کا بھی وعدہ فرمایا ہے جس کا ہم شب وروز مشاہدہ کرتے ہیں ہر روز نئی سے نئی نعمتیں کھانے کو ملتی ہیں۔

مگر وائے برما و برحال تا کہ ہم پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے اس قدر ناآشنا ہیں کہ نہ کھانا شروع کرنے کے وقت کبھی بسم اللہ کہنا نصیب ہوتا ہے نہ فارغ ہونے کے بعد **الحمدالله الذی اطعمنا وسقانا وجعلنا من المسلمین** کہنے کی توفیق ہوئی ہے۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ہمیں بچپن میں نہ بتلایا گیا نہ عمل کرنے پر تنبیہ وتادیب کی گئی یہی وجہ ہے کہ ہماری نہ صرف نوجوان نسل بلکہ اچھے اچھے صوم وصلوٰۃ کے پابند گھرانے بھی کھانا کھانے کے اسلامی آداب سے بے بہرہ ہیں اس وقت ہمارا حال وہی ہے جو قرآن کریم نے کافروں کا بتلایا ہے **یاکلون کماتاکل الانعام** (جانوروں کی طرح کھانا کھاتے ہیں آج بڑی بڑی ضیافتوں میں میزوں پر رکھے ہوئے کھانے کی مختلف ڈشوں سے پلیٹوں میں کھانا لیکر جانوروں کی طرح کھڑے کھڑے کھانا اور کھاتے ہوئے ادھر سے ادھر گھومتے رہنا عین تہذیب سمجھا جاتا ہے اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر رحم فرمائیں ہم ذیل میں مختصر طور پر آداب طعام لکھنا مناسب سمجھتے ہیں امید ہے کہ مسلمان خود بھی اس پر پابندی سے عمل کریں گے اور اپنے بچوں سے بھی عمل کرائیں گے۔

آداب طعام:

۱۔ کھانا کھانے کی نیت سے ہاتھ دھونا اگرچہ ہاتھ بالکل پاک وصاف ہوں۔

۲۔کھانا بسم اللہ پڑھ کر شروع کرنا اگر شروع میں بسم اللہ کہنا یاد نہ رہے تو کھانے کے درمیان جب یاد آئے تو بسم اللہ اولہ واخرہ پڑھ لے اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع میں بھی آخر میں بھی۔

۳۔گھر کے تمام افراد ایک دستر خوان پر بیٹھ کر کھانا کھائیں الگ الگ نہ کھائیں اگر ایک ایک قسم کا کھانا ہو تو ایک ہی بڑے برتن قاب (ڈش) وغیرہ میں سب کھائیں اگر کئی قسم کا ہو تو اپنی اپنی پسند کے مطابق علیحدہ علیحدہ پلیٹ میں لے کر کھائیں مگر ایک ہی دستر خوان پر ادب واحترام کے ساتھ بیٹھ کر کھائیں کھڑے ہو کر نہ کھائیں متکبروں کی طرح آلتی پالتی مار کر نہ بیٹھیں دستر خوان پر جو سب سے عمدہ کھانا ہو اسی کی طرف سب سے پہلے ہاتھ نہ بڑھائیں اگر بڑے برتن سینی یا قاب میں کھانا ہو تو کنارے سے لیں بیچ میں ہاتھ یا چمچہ نہ ماریں تین انگلیوں سے کھائیں حریص لوگوں کی طرح بڑے بڑے لقمے نہ لیں دوسرے کھانا کھانے والوں کی طرف نہ دیکھیں خاموش بیٹھ کر کھانا نہ کھائیں مناسب اور موزوں گفتگو کرتے رہیں بلند آواز سے ڈکار نہ لیں۔

۴۔کھانے سے فارغ ہو کر ہاتھ دھوئیں اور **الحمدللہ الذی اطعمنا وسقانا وجعلنا من المسلمین** پڑھیں (شکر ہے اس اللہ تعالیٰ کا جس نے ہمیں کھانا کھلایا پانی پلایا اور ہمیں مسلمان بنایا)

دُعا کیجئے

اے اللہ! مجھے ایسا ایمان دیجئے جو پھر نہ پھرے اور ایسا یقین کہ اس کے بعد کفر نہ ہو، ایسی رحمت کہ اس کے ذریعے میں دنیا وآخرت میں آپ کے ہاں عزت کا شرف حاصل کروں۔اے اللہ میں آپ سے قسمت میں کامیابی، شہداء جیسی مہمانی، سعیدوں جیسا عیش، انبیاء کی رفاقت اور دشمنوں پر فتح کا سوال کرتا ہوں بے شک آپ ہی دعاؤں کے سننے والے ہیں۔

اے اللہ! جو بھلائی بھی ایسی ہو کہ اس تک پہنچنے سے میری سمجھ قاصر رہ گئی ہو اور میرا عمل وہاں تک نہ ساتھ دے سکا ہو اور اس تک میری آرزو اور میرے سوال کی رسائی نہ ہو، اور آپ نے اس بھلائی کا وعدہ اپنی مخلوق میں سے کسی سے بھی کیا ہو یا جو ایسی بھلائی ہو کہ آپ اپنے بندوں میں سے کسی کو بھی وہ دینے والے ہوں تو میں آپ سے اس کی خواہش اور آپ سے آپ کی رحمت کے واسطہ سے طلب کرتا ہوں اے جہانوں کے پروردگار۔

اے اللہ! میں اپنی خواہش آپ کے ہی حوالہ کرتا ہوں گو میری سمجھ کوتاہی کرے اور میرا عمل ضعیف رہے میں آپ کی رحمت کا محتاج ہوں پس

اے سب کاموں کے پورا فرمانے والے اور دلوں کو شفاء دینے والے میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ جس طرح آپ نے سمندروں کے درمیان فاصلہ رکھا ہے آپ مجھے بھی دوزخ کے عذاب، جزع فزع اور فتنہ قبور سے (ایسے ہی) فاصلہ پر رکھئے گا۔

اے اللہ! مضبوط ڈور والے، درست حکم والے، میں آپ سے حشر میں امن اور آخرت میں وہ لوگ جو مقرب ہیں حاضر باش، بڑے رکوع کرنے والے، بڑے سجدہ کرنے والے اور اپنے اقراروں کو پورا کرنے والے ہیں ایسے لوگوں کے ساتھ میں جنت کا آپ سے سوال کرتا ہوں بے شک آپ بڑے مہربان بڑے شفیق ہیں اور آپ جو چاہیں کر سکتے ہیں۔

شکر خداوندی ادا کرنے کے طریقے

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: مسلمان کے پورے بدن پر صدقہ (اداء شکر کے لئے) واجب ہے (ابوموسیٰ نے عرض کیا آپ بتلایئے اگر کچھ میسر نہ ہو (کہ صدقہ کرے) آپ نے فرمایا: اپنے ہاتھوں سے محنت مزدوری کرے خود اپنے کو بھی نفع پہنچائے (اپنی ضروریات بھی پوری کرے) اور صدقہ بھی کرے عرض کیا آپ بتلایئے اگر اس کی قدرت نہ ہو؟ آپ نے فرمایا: مصیبت زدہ حاجتمندوں کی مدد کرے عرض کیا: آپ بتلایئے اگر مدد بھی نہ کر سکے؟ آپ نے فرمایا (شرعاً) بھلی بات کہے یا فرمایا: کلمہ خیر کہے عرض کیا: آپ بتلایئے اگر یہ بھی نہ کرے؟ آپ نے فرمایا (خودکو) برے کام سے باز رکھے اس لئے کہ یہ بھی ثواب کا کام ہے (بخاری ومسلم)

تشریح: اس حدیث میں دوسرے سوال کے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو جواب دیا ہے وہ صرف اسی حدیث میں مذکور ہے اور بہت غیرت انگیز ہے کہ ایک اچھے بھلے تندرست مسلمان کو ہاتھ پاؤں توڑ کر نہیں بیٹھنا چاہئے بلکہ محنت مزدوری کر کے اپنا اور اپنے اہل وعیال کا پیٹ بھی بھرنا چاہئے اور جو بچے اسے صدقہ کر کے آخرت کے لئے ذخیرہ بھی کرنا چاہئے اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام ذرائع معاش پر محنت مزدوری کر کے روزی کمانے کو ترجیح دی ہے۔

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، کون سا کسب (ذریعہ معاش) افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: انسان کا اپنے ہاتھ سے کام کرنا۔

بدن اور اس کے تین سو ساٹھ جوڑوں کا شکریہ ادا کرنے کے لئے جن امور کا ان پچیس احادیث میں ذکر فرمایا ہے وہ بنیادی طور پر دو قسم کے ہیں (۱) ایک حقوق اللہ یعنی عبادات اور ان سے متعلق آداب یعنی مستحبات ومندوبات (۲) دوسرا حقوق العباد سے متعلق امور۔ ہم ان دونوں قسم کو الگ الگ بیان کر دینا مناسب سمجھتے ہیں تاکہ عمل کرتے وقت اسی کی نیت کی جائے۔

امور خیر کا تجزیہ

حقوق اللہ	حقوق العباد
۱۔کلمہ سبحان اللہ کہنا	۱۔ضرورت مند کاریگر کی مدد کرنا۔
۲۔کلمہ الحمدللہ کہنا	۲۔ناکارہ آدمی کے لئے کام کرنا۔
۳۔کلمہ لاالہ الااللہ کہنا۔	۳۔لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھنا۔
۴۔کلمہ اللہ اکبر کہنا۔	۴۔عام راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینا۔
۵۔کلمہ استغفراللہ کہنا۔	۵۔مسجد میں سے تھوک یا ناک کی ریزش دور کرنا
۶۔ایمان باللہ اور جہاد فی سبیل اللہ	۶۔بیوی سے جماع کرنا۔

۷۔نفیس ترین اور بیش قیمت غلام یا کنیز آزاد کرنا
۸۔امر بالمعروف کرنا۔
۹۔نہی عن المنکر کرنا۔
۱۰۔نماز کے لئے دور سے پا پیادہ چل کر مسجد آنا
۱۱۔خصوصاً ہر صبح شام یعنی فجر وعصر کی نماز باجماعت مسجد میں جا کر ادا کرنا۔
۱۲۔تمام مستحبات ومندوبات کیساتھ پابندی کی نماز ادا کرنا۔
۱۳۔شرم وحیا کرنا۔
۱۴۔نیت کر کے پورا اور کامل وضو کرنا خصوصاً ناگوار حالات میں۔
۱۵۔پانچوں نمازیں پابندی سے مسجد میں باجماعت ادا کرنا۔
۱۶۔صحت اور قیام کے زمانہ میں زیادہ سے زیادہ عبادت کرنا تاکہ بیماری اور سفر کی حالت میں بھی وہ لکھی جائیں اور اس کا ثواب ملے۔
۱۷۔ہر نیک کام اگرچہ کتنا ہی معمولی ہو جہنم سے بچنے کی غرض سے کرنا۔
۱۸۔صبح وشام کھانے پر دونوں وقت اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا۔
۱۹۔چاشت کی نماز ادا کرنا۔
۲۰۔اپنے کو ایذا رسانی کے گناہ سے بچانا۔

۷۔کتنی ہی حقیر اور معمولی چیز ہو حاجت مند کو دینے میں عار محسوس نہ کرنا۔
۸۔مسلمان بھائی سے خندہ پیشانی سے پیش آنا۔
۹۔لوگوں کے درمیان انصاف کرنا۔
۱۰۔ضعیف یا کمزور انسان کو سواری پر سوار کر دینا
۱۱۔یا اس کا سامان اٹھا کر سواری پر رکھ دینا۔
۱۲۔اچھی بات کہنا۔
۱۳۔عام گزرگاہ سے پتھر یا ہڈی یا کانٹا ہٹا دینا۔
۱۴۔عام راستہ سے کانٹے یا کانٹے دار درخت کاٹ دینا۔
۱۵۔پیاسے جانور کو پانی پلا دینا۔
۱۶۔باغ یا کھیت والے کا جو بھی نقصان ہو یا انسان یا حیوان کھالے اس پر ثواب کی نیت کرنا۔
۱۷۔دودھ والے جانور کو دودھ پینے کے لئے حاجت مند کو دے دینا۔
۱۸۔محنت مزدوری کر کے اپنا اور اپنے بال بچوں کا پیٹ بھی بھرنا اور صدقہ بھی کرنا۔
۱۹۔کسی مصیبت زدہ حاجت مند کی مدد کرنا۔
۲۰۔اپنی ذات سے کسی کو نقصان یا ایذا نہ پہنچانا۔

کل چالیس کارہائے خیر اور موجب ثواب کام ان پچیس حدیثوں میں مذکور ہیں ان کے علاوہ شعب ایمان والی حدیث میں باقی ۲۷ کام اجمالاً مذکور ہوئے ہیں جو قرآن وحدیث سے ثابت ہیں۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! آپ ہمیں راہ میں رہنما بنایئے نہ کہ بے راہ اور اپنے دوستوں کا دوست اور اپنے دشمنوں کا دشمن بنا دیجئے ہم آپ کی مخلوق میں سے اسی کو دوست رکھیں جو آپ کو دوست رکھتا ہو اور جو آپ کا نافرمان ہو ہم اسے دشمن رکھیں۔

اے اللہ! دعا تو یہ ہے اور قبول کرنا آپ کا کام ہے کوشش یہ ہے اور بھروسہ آپ پر ہی ہے۔

اے اللہ! آپ مجھے پلک جھپکنے کی مقدار بھی میرے نفس کے حوالہ نہ کیجئے اور جو بھی اچھی چیزیں آپ نے مجھے دی ہیں وہ مجھ سے واپس نہ لیجئے۔

عبادت میں اعتدال اور میانہ روی کا

۱ .قال الله تعالیٰ: طه مآانزلناعلیک القران لتشقی (سورة طه آیت ۱'۲

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے طہ! ہم نے تمہارے اوپر قرآن اس لئے نازل نہیں کیا کہ تم مشقت میں پڑو۔

۲ .قال الله تعالیٰ: یرید الله بکم الیسر و لا یرید بکم العسر (سورۃ البقرہ آیت ۱۸۵)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ تمہارے لئے سہولت پیدا کرنا چاہتا ہے تمہیں دشواری میں ڈالنا نہیں چاہتا۔

تشریح آیات:

آپ باب مجاہدہ کی چوتھی حدیث کے ذیل میں اس مشقت کا حال حضرت عائشہؓ کی حدیث میں تفصیل کے ساتھ پڑھ چکے ہیں جو آپ سورۃ مزمل میں قیام لیل کا حکم نازل ہونے کے بعد سال بھر تک اٹھاتے رہے ہیں اور آخر ایک سال بعد دوسرے رکوع میں قیام لیل کے اندر تخفیف نازل ہوئی ہے اسی مشقت کی اس آیت کریمہ میں نفی کی گئی ہے کہ یہ قرآن ہم نے اس لئے نازل نہیں کیا کہ تم مشقتیں برداشت کرتے رہو۔

نیز شب و روز کی مسلسل فہمائش کے باوجود معاندین کے ایمان نہ لانے پر آپ کو شدید روحانی کوفت اور تکلیف ہوتی تھی جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ ذیل میں فرمایا ہے۔

تو کیا تم غم کے مارے اپنے آپ کو ان معاندوں کے پیچھے ہلاک کر ڈالو گے اگر یہ اس قرآن پر ایمان نہیں لائیں گے۔

اس آیت کریمہ میں اس روحانی تکلیف اور مشقت کا ذکر فرمایا ہے جو آپ معاندین کے ایمان نہ لانے پر اٹھا رہے تھے جیسا کہ پہلی آیت میں جسمانی مشقت کا ذکر فرمایا ہے دونوں قسم کی مشقتوں کا باعث نزول قرآن بن رہا تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے دونوں قسم کی مشقتیں برداشت کرنے سے آپ کو منع فرمایا ہے اور نزول قرآن کے اصل مقصد سے آپ کو بھی اور آپ کی امت کو بھی آگاہ فرماتے ہیں:

لیکن (ہم نے اس قرآن کو اتارا ہے) ان لوگوں کی نصیحت کے لئے جن کے دل میں ڈر ہے اتارا ہے اس (رب العالمین) نے جس نے زمین اور بلند آسمانوں کو پیدا کیا ہے۔

جسمانی مشقت کے بجائے روحانی مشقت اور تکلیف مراد لینا زیادہ بہتر ہے اس لئے کہ جسمانی مشقت تو ایک سال بعد قیام لیل میں تخفیف فرمادیئے سے ختم ہوگئی تھی روحانی تکلیف آخر تک قائم رہی جس کا ازالہ قرآن کریم میں مختلف عنوان سے فرمایا ہے۔

اسی طرح آیت کریمہ **شهر رمضان الذی انزل فیه القران** کے ذریعہ سال کے باقی مہینوں کے مقابلہ میں ماہ رمضان کی عظمت و اہمیت بیان فرمانے کے بعد حکم فرماتے ہیں **فمن شهد منکم الشهر فلیصمه** اور پورے ایک مہینہ کے روزے فرض فرمادیئے اور **من کان منکم مریضاً او علی سفر فعدة من ایام اخر** کے ذریعہ مریض اور مسافر کو ایام مرض و سفر میں رمضان کے روزے ترک کرنے اور سال کے دوسرے دنوں میں اتنے ہی دنوں کے روزے رکھ لینے اور رمضان کے روزے قضا کرنے کی سہولت عطا فرمانے کا ذکر مذکورہ آیت میں فرمایا ہے۔

اللہ تمہارے لئے آسانی پیدا کرنا چاہتا ہے تمہیں دشواری میں ڈالنا نہیں چاہتا اور تاکہ تم (رمضان کے روزوں کی تعداد بھی پوری کرلو اور تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی بڑائی کا اظہار بھی کرو یعنی شکر یہ ادا کرو) اس پر کہ اس نے تمہیں اپنے احکام پر عمل کرنے کی ہدایت عطا فرمائی۔

بعض علماء نے ولتکبروا الله علی ما ھداکم کا مصداق عید الفطر کی نماز اور تکبیرات کے ساتھ ادا کرنا قرار دیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اللہ تعالیٰ نے اور بھی بعض ایسے احکام سے متعلق جن کو کوتاہ فہم اور ناعاقبت اندیش لوگ دشوار اور سخت احکام سمجھتے ہیں اس طرح غلط فہمی کا ازالہ کیا ہے اور بتلا دیا ہے کہ وہ انتہائی سہل اور آسان ہیں۔

مثلاً اللہ تعالیٰ نے کتب علیکم القصاص فی القتلیٰ کے ذریعہ امیر اور غریب شریف ورذیل مرد وعورت کا فرق کئے بغیر قصاص (جان کے بدلے جان لینے) کو فرض فرمایا تو اعداء اسلام نے اس حکم پر شدت اور سختی کا الزام لگایا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس قصاص کے حکم میں خود ہی اتنی آسانی فرمادی ہے کہ اگر ورثاء مقتول چاہیں تو قاتل کو بالکل ہی معاف کردیں چاہے قاتل سے دیت (خون بہا) لے لیں یا باہمی رضامندی سے جتنے مال پر چاہیں صلح کرلیں چنانچہ اس سہولت کا اظہار بھی فرمادیا ہے ذلک تخفیف من ربکم ورحمۃ کہ دیکھو ایک طرف یہودی مذہب میں اتنی سختی ہے کہ قصاص (جان کے بدلے جان) کے سوا اور کوئی صورت نہیں دوسری جانب عیسائی مذہب میں قاتل کو کسی صورت میں بھی قتل نہیں کیا جاسکتا دیت کے سوا اور کوئی بدلہ لینے کی سبیل ہی نہیں حالانکہ بعض قاتل اتنے خطرناک ہوتے ہیں کہ ان کو قتل کئے بغیر امن قائم ہی نہیں ہوسکتا اسی لئے اسلام نے ورثاء مقتول کو اختیار دے دیا کہ اگر وہ قاتل کے خطرناک ہونے کی بناء پر جان کے بدلے جان لینا ہی ضروری سمجھیں اور اس پر مصر ہوں تو بیشک قتل کرنا ضروری ہوگا اور آخر میں فرمادیا۔

ولکم فی القصاص حیوۃ یااولی الالباب (اے عقلمند و قصاص لینے میں ہی تمہاری زندگیوں کا تحفظ ہے) قتل کا سد باب بدلہ لئے بغیر ممکن نہیں خواہ جان کے بدلے میں جان ہو خواہ خون بہا لینا اس لئے کہ قاتل سے ڈر کر یا مرعوب ہوکر یا ترس کھا کر اسے چھوڑ دینا انتہائی خطرناک ہے۔

۲۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے نماز وغیرہ عبادات کے لئے غسل یا وضو کو شرط قرار تو دیا مگر اسی کے ساتھ پانی نہ ملنے کے وقت تیمم کی سہولت عطا فرمادی جو صرف امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی خصوصیت ہے اور فرمادیا۔

مایریدالله لیجعل علیکم من حرج ولکن یریدلیطھرکم ولیتم نعمته علیکم لعلکم تشکرون (سورۃ المائدہ آیت ۶)

اللہ تم کو تنگی میں ڈالنا نہیں چاہتا بلکہ وہ تو چاہتا ہے کہ تم کو (ظاہری اور باطنی نجاستوں سے) پاک کردے اور تم پر اپنی نعمت کامل کردے تاکہ تم اس کا شکر ادا کرو۔

۳۔ اسی طرح پورے دین اسلام اور اس کے احکام سے تنگی اور سختی کی نفی فرماتے ہیں۔

وما جعل علیکم فی الدین من حرج (حج ع ۱۷)

اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے اوپر دین (کے احکام) میں مطلق تنگی نہیں رکھی۔

جب اللہ تعالیٰ نے اپنے احکام میں ہر طرح کی آسانی اور سہولت رکھی ہے اور تخفیف کا اعلان کیا ہے تو تم اپنے آپ کو ساری ساری رات عبادت گزاری کا اور بارہ مہینے روزے رکھنے کا عہد کرکے اپنے آپ کو مصیبت میں کیوں ڈالتے ہو اندیشہ ہے کہ یہ ناشکری میں شمار ہو اور تم بجائے اجر و ثواب کے کفران نعمت کی سزا کے مستحق بن جاؤ لہٰذا خدا پرستی اور عبادت گزاری میں میانہ روی اور اعتدال کو اختیار کرو۔

علاوہ ازیں رات دن اس طرح عبادت میں بے تحاشا منہمک ہونے کی وجہ سے بہت سے ایسے خداوندی احکام جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے ذمے عائد کئے ہیں مثلاً حلال روزی کمانا اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اس کو صحیح مصرف میں خرچ کرنا اولاد کی پرورش کرنا اور اہل وعیال کی خدا اور رسول کے فرمانے کے مطابق تربیت کرنا علم دین حاصل کرنا کرانا اسی طرح وہ تمام حقوق العباد جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے ذمے عائد کئے ہیں وہ سب ترک ہو جائیں گے اور قیامت کے دن شب وروز کی اس عبادت کے اجر وثواب اور گناہوں کی مغفرت کے بجائے ان تمام احکام الٰہیہ کے ترک کرنے کے مجرم بنو گے خصوصاً حقوق العباد کہ ان کو تو اللہ تعالیٰ بھی معاف نہ فرمائیں گے اس لئے اعتدال اور میانہ روی کو اختیار کئے بغیر اللہ تعالیٰ کے تمام احکام (مامورات ومنہیات) پر عمل ہو ہی نہیں سکتا۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! آپ ایسے خدا تو نہیں ہیں جسے ہم نے گھڑ لیا ہو اور نہ آپ ایسے پروردگار ہیں جن کا ذکر نا پائیدار ہو کہ ہم نے اسے گھڑ لیا ہو اور نہ آپ کے اور ساتھی ہیں جو حکم میں آپ کے شریک ہوں اور نہ آپ سے پہلے ہی ہمارا کوئی معبود تھا جس سے ہم پناہ حاصل کرتے رہے ہوں اور آپ کو چھوڑ دیتے ہوں ور نہ کسی نے ہماری پیدائش میں آپ کی مدد کی ہے کہ ہم اسے آپ کے ساتھ شریک سمجھیں۔ آپ بابرکت اور برتر ہیں۔ پس ہم آپ سے سوال کرتے ہیں اے وہ کہ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں آپ مجھے بخش دیجئے۔ اے اللہ آپ نے ہی میری جان کو پیدا کیا ہے۔ اور آپ ہی اسے موت دیں گے۔ آپ کے ہی ہاتھ میں اس (جان) کا مرنا اور جینا ہے۔ آپ اگر اسے زندہ رکھتے ہیں تو اس کی ایسی حفاظت فرمائیں جیسی کہ آپ اپنے نیک بندوں کی حفاظت کرتے ہیں اور اگر آپ اسے موت دے دیتے ہیں تو آپ اسے بخش دیجئے اور اس پر رحم فرمائیے۔ اے اللہ آپ مجھے علم کے ساتھ مدد دیجئے، وقار کے ساتھ آراستہ کیجئے۔ تقویٰ کے ساتھ بزرگی دیجئے اور امن چین کے ساتھ مجھے جمال دیجئے۔

اے اللہ! میں اور (دوسرے) لوگ اس زمانہ کو نہ پائیں جس میں نہ صاحب علم کی پیروی کی جائے اور نہ صاحب علم کا لحاظ کیا جائے اور ان کے دل عجمیوں کی طرح ہو جائیں اور ان کی زبانیں اہل عرب کی طرح ہو جائیں۔

اے اللہ! میں آپ سے وعدہ لیتا ہوں جسے آپ ہرگز نہ توڑیئے گا کہ میں بھی آخر بشر ہی ہوں سو جس کسی مسلمان کو میں تکلیف دوں یا اسے بُرا بھلا کہوں یا اسے ماروں پیٹوں یا اسے بددعا دوں تو آپ اس (سب) کو ان کے حق میں رحمت، پاکیزگی اور قربت کا ذریعہ بنا دیجئے جس سے آپ اس کو مقرب بنالیں۔

حد سے زیادہ مشقت اور حرص عبادت کا انجام

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ (ایک دن) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور اس وقت ایک عورت میرے پاس بیٹھی تھی آپ نے دریافت کیا یہ کون ہے؟ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا یہ فلاں عورت (خولہ بنت تویت) ہے اس کے متعلق مشہور ہے کہ ساری رات نماز پڑھتی ہے آپ نے فرمایا باز آؤ تم پر لازم ہے کہ تم اتنی عبادت کرو جتنی طاقت ہے (یعنی جتنی برداشت کرسکو) اس لئے کہ خدا کی قسم اللہ نہیں اکتائے گا تم ہی اکتا جاؤ گے اللہ تعالیٰ کو وہی دین (عبادت) پسند ہے جس پر عبادت کرنے والا ہمیشہ قائم رہ سکے۔ بخاری و مسلم نے روایت کیا۔

کلمہ مہ (عربی میں) جھڑکنے اور منع کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے اور لایمل اللہ (اللہ نہیں اکتاتا) کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ثواب دینا بند نہیں کرتا اور تمہارے اعمال کی جزا دینے سے بیزار نہیں ہوتا اور اکتا جانے والے کا سا معاملہ نہیں کرتا کہ بیزار ہو کر ثواب دینا موقوف کردے یہاں تک کہ تم ہی اکتا جاؤ اور عبادت ہی ترک کر بیٹھو (اور بالکل ہی ثواب سے محروم ہو جاؤ) پس تمہارے لئے مناسب یہ ہے کہ جتنی عبادت ہمیشہ برداشت کرسکو اتنی ہی عبادت کرو تا کہ اجر و ثواب (کا سلسلہ) ہمیشہ جاری رہے اور اس کا فضل ہمیشہ تمہارے شامل حال رہے۔

تشریح: اس حدیث میں جو ملال کی نسبت اللہ تعالیٰ وتقدس کی طرف کی گئی ہے حالانکہ ملال ایک نقص اور کمزوری ہے اور اللہ تعالیٰ تمام نقائص اور عیوب سے پاک ہیں اس کی حقیقت بتلانا چاہتے ہیں کہ ملال کا لفظ اللہ تعالیٰ کی طرف اس کے نتیجہ یعنی ترک کے اعتبار سے منسوب کیا گیا ہے یا مشابہت ومشاکلت کے طور پر استعمال کیا گیا ہے ورنہ تو اللہ تعالیٰ ملال کے حقیقی معنی کے اعتبار سے ملال یا کسل سے بالکل پاک ہیں یہی دو توجیہیں ان تمام الفاظ کے بارے میں کی جاتی ہیں جو حدوث وتغیر پر دلالت کرتے ہیں اور انفعالی صفات ہیں مثلاً ان الله لا يستحي (الاية) کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی طرف حیا کی نسبت حیا کے نتیجہ یعنی ترک کے اعتبار سے کی گئی ہے اور لایستحی کے معنی ہیں لایترک اسی طرح اس حدیث میں لایمل کے معنی ہیں لايقطع اوريعاملكم معاملة الممال میں دوسری توجیہ مشاکلت کی طرف اشارہ ہے۔

بہرحال ہوتا یہ ہے کہ انسان خصوصاً جوانی میں عبادت گزاری اور پرہیزگاری کے فضائل اور عظیم اجر و ثواب کے تذکرے واعظوں سے سن کر یا کتابوں میں پڑھ کر اپنی موجودہ قوت وفرصت اور آئندہ جسمانی طاقت کے انحطاط اور مصروفیت کے فرق کو نظر انداز کر کے نفلی عبادات صوم وصلوٰۃ اور نفلی صدقات کے شوق میں رات بھر جاگنا اور نمازیں پڑھنا اور مسلسل روزے رکھنا زیادہ سے زیادہ صدقہ وخیرات کرنا شروع کر دیتا ہے اور اپنی قوت برداشت سے بہت زیادہ کام کرنے لگتا ہے مگر کچھ عرصہ کے بعد جسمانی قوتیں اور مالی وسعت وفراوانی جواب دے دیتے ہیں اور وہ تمام نفلی عبادتیں اور صدقات وخیرات بادل ناخواستہ ترک کر دینے پر مجبور ہو جاتا ہے اور اس محبوب مشغلہ سے محروم ہو جاتا ہے اور اس محبوب مشغلہ سے محروم ہونے پر ایسی بے دلی اور بیزاری کی کیفیت طاری ہوتی ہے کہ فرائض میں بھی سستی یا ترک کرنے کی نوبت آ جاتی ہے اور اجر و ثواب کے بجائے

عذاب وعتاب کا مستحق بن جاتا ہے یہ نتیجہ اور ردعمل اس بے اعتدالی کا ہوتا ہے جو ابتداء میں اختیار کی جاتی ہے اس لئے فرض عبادتیں تو فرض ہیں انہیں تو بہر حال ادا کرنا ہے باقی ان میں بھی آسانیاں اور سہولتیں اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہیں ان سے ضرور فائدہ اٹھانا چاہئے کہ یہی شکر نعمت ہے باقی رہیں نفل عبادتیں ان میں خوب سوچ سمجھ کر رفتہ رفتہ اضافہ کرنا چاہئے اپنی صحت موجودہ اور آئندہ بدنی ومالی طاقت کو پیش نظر رکھ کر اس طرح بڑھنا چاہئے کہ جو قدم بڑھیں پیچھے نہ ہٹانا پڑیں یعنی جو نفل عبادت شروع کرے اسے ترک کرنے کی نوبت نہ آئے خواہ کتنی ہی کم ہو مگر بڑھنے کی یہ رفتار برابر جاری رہنی چاہئے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ سے زیادہ قرب حاصل کرنے کا ذریعہ یہی نفل عبادتیں ہیں جیسا کہ آپ حدیث قدسی مازال العبدیتقرب الی بالنوافل کی تشریح کے ذیل میں پڑھ چکے ہیں۔

بہر حال مداومت ضروری ہے ورنہ استقامت کے خلاف ہوگا اس کی تفصیل باب استقامت کے ذیل میں پڑھ چکے ہیں دوبارہ پڑھ لیجئے استقامت نہایت ضروری ہے۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! میں برص، ضد اضدی، نفاق، بُرے اخلاق اور ہر اس چیز کی بُرائی سے جو آپ کے علم میں ہے۔ آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔ اہل دوزخ کے حال سے اور (خود) دوزخ سے اور ہر اس چیز سے خواہ وہ قول ہو یا عمل جو اس (دوزخ) سے قریب کرے اور ہر اس چیز کی بُرائی سے جو آپ کے قبضہ میں ہے اور میں اس بُرائی سے جو آج کے دن میں ہے اور ہر اس بُرائی سے جو اس (دن) کے بعد ہے اور اپنے نفس کی بُرائی، شیطان کی بُرائی، شیطان کے شرک اور اس سے کہ ہم کسی شر کو اپنے او پر لگائیں یا اسے کسی مسلمان تک پہنچائیں آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔ میں کوئی ایسی خطایا گناہ کروں جسے آپ نہ بخشیں اور قیامت کے دن تنگی سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔

اے اللہ! میری شرم گاہ کی حفاظت فرمایئے اور مجھ پر میرے کام آسان کر دیجئے۔

اے اللہ! میں آپ سے وضو کا کمال، نماز کا کمال، آپ کی خوشنودی اور مغفرت کا کمال مانگتا ہوں۔

اے اللہ! مجھے میرا نامہ اعمال میرے داہنے ہاتھ میں دیجئے گا۔

اے اللہ! مجھے اپنی رحمت میں ڈھانپ لیجئے اور مجھے اپنے عذاب سے بچائے رکھئے گا۔ اے اللہ میرے قدم ثابت رکھئے جس دن قدم ڈگمگانے لگیں۔ اے اللہ! ہمیں فلاح یاب بنا دیجئے۔

اے اللہ! اپنے ذکر سے ہمارے دلوں کے تالے کھول دیجئے اور ہم پر اپنی نعمت اور اپنے فضل کو پورا کیجئے اور ہمیں اپنے نیک بندوں میں سے فرما دیجئے۔

اے اللہ! مجھے اس سب سے بڑھ کر دے دیجئے جو آپ اپنے نیک بندوں کو عطا فرماتے ہیں۔

اے اللہ! مجھے مسلمان ہی زندہ رکھئے اور مسلمان ہی (رکھ کر) مجھے وفات دیجئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا میانہ روی پر مبنی اسوہ حسنہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تین شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، کی عبادت کے متعلق استفسار کرنے کی غرض سے ازواج مطہرات کی خدمت میں حاضر ہوئے تو جب ان کو (درون خانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، کی عبادات کی تفصیلات بتلائی گئیں) کہ آپ رات کو سوتے بھی ہیں حاجت بھی پوری کرتے ہیں اور تہجد کی نماز بھی پڑھتے ہیں ہر مہینہ میں روزے بھی رکھتے ہیں اور نہیں بھی رکھتے تو انہوں نے گویا اس عبادت کو بہت تھوڑا سمجھا اور کہا ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، سے کیا نسبت آپ کے تو اگلے پچھلے کردہ نا کردہ سب گناہ معاف کر دیئے گئے ہیں (اور ہم تو سراپا گناہ ہیں ہمیں تو اپنی پوری زندگی عبادت کے لئے وقف کر دینی چاہئے) چنانچہ ان میں سے ایک نے کہا: بھئی میں تو ہمیشہ ساری رات نماز پڑھا کروں گا (اور سونا یا آرام کرنا بالکل ترک کر دوں گا) دوسرے نے کہا: میں ہمیشہ دن کو روزہ رکھا کروں گا (ایک دن بھی) روزہ ترک نہ کروں گا تیسرے نے کہا میں عمر بھر عورتوں سے الگ رہوں گا اور کبھی شادی نہ کروں گا اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، تشریف لے آئے اور آپ نے فرمایا تم ہی نے ایسا اور ایسا کہا ہے (کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، کے تو اگلے پچھلے اور کردہ نا کردہ سب گناہ معاف کر دیئے گئے ہیں آپ کو عبادت کی کیا ضرورت ہے اور ہم تو سرتا پا گناہ گار ہیں ہمیں تو اپنی ساری زندگی عبادت میں صرف کر دینی چاہئے چنانچہ تم نے عمر بھر ساری رات عبادت کرنے اور دن بھر ہمیشہ روزہ رکھنے اور عمر بھر شادی نہ کرنے کا عہد کیا ہے آپ نے فرمایا: سنو! میں خدا کی قسم تم سے بدرجہا زیادہ خدا سے ڈرتا ہوں اور تم سے بدرجہا زیادہ اللہ کی نافرمانی سے (ڈرتا اور) بچتا ہوں۔ اس کے باوجود میں دن میں کبھی روزے بھی رکھتا ہوں کبھی افطار بھی کرتا ہوں (روزے نہیں بھی رکھتا) رات میں سوتا بھی ہوں اور عبادت بھی کرتا ہوں اور عورتوں سے شادی بھی کی ہے اپنی اور ان کی حاجت بھی پوری کرتا ہوں پس جس نے میری سنت (اس طریق خدا پرستی) سے اعراض کیا اس کا مجھ سے کوئی علاقہ نہیں۔ (بخاری و مسلم دونوں نے روایت کیا)

تشریح: ان تینوں شخصوں نے عبادت اور پرہیز گاری کا مقصد صرف گناہوں کی مغفرت کو سمجھا تھا اسی غلط فہمی کی بنا پر آپ کو عبادت سے مستغنی اور اپنے کو زیادہ سے زیادہ عبادت کا محتاج سمجھا تھا آپ نے انی لاخشاکم لله واتقاکم له فرما کر اس غلط فہمی کو دور فرمایا کہ عبادت کا اصلی محرک تو علماً خدا کی ذات وصفات کی معرفت اور اس کی عظمت وجلال کے اعتراف کی بنا پر دل میں پیدا شدہ خشوع وخضوع ہے اور عملاً اس کے تمام احکام (مامورات ومنہیات) کی اطاعت وفرمانبرداری ہے اول کمال علمی ہے اور دوسرا کمال عملی ہے گناہوں کی مغفرت تو ایک ثمرہ ہے جو اس علمی اور عملی کمال پر آپ سے آپ مرتب ہوتا ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کی عبادت اسی کے حکم کے تحت کرنی چاہئے گناہوں کا ہونا یا نہ ہونا یا مغفرت کا ہونا یا نہ ہونا عبادت کا مقصد ہرگز نہیں اگر گناہ ہوں گے تو معاف ہو جائیں گے نہ ہوں گے تو یہ خدا شناسی اور خدا ترسی یعنی عبادت اللہ تعالیٰ سے زیادہ سے زیادہ قرب اور رفع درجات کا موجب ہوگی یہی ہے میری سنت اور طریق خدا پرستی

ان لوگوں پر گناہوں کا ہول اس قدر سوار تھا کہ انہوں نے ان تمام خدائی احکام کو نظر انداز کر دیا تھا جو اللہ تعالیٰ نے دن اور رات میں حقوق العباد کے طور پر فرض کئے ہیں جس میں اہل

وعیال اعزہ واقربا کے علاوہ خود ان کے نفس اور اعضائے بدن کے تقاضے بھی شامل ہیں اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے طرز عمل کو بیان فرما کر اور **فمن رغب عن سنتي فليس مني** کی تنبیہ نہ فرماتے تو یقیناً ان تمام احکام پر عمل نہ کرنے کی بناء پر جو حقوق العباد سے متعلق ہیں مزید گنہگار ہوتے گناہوں کی مغفرت کے بجائے ایسے گناہوں کے مرتکب ہوتے جو اللہ تعالیٰ بھی معاف نہ فرمائیں گے۔

بہر حال دو چیزیں ہیں اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلالت کی معرفت یہ کمال علمی ہے دوسری چیز ہے اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری یہ کمال عملی ہے انہی دو چیزوں کا نام عبادت ہے اور ظاہر ہے کہ ان دونوں قسم کے کمالوں میں خدا کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر تو کیا برابر بھی بلکہ آپ کے آس پاس بھی کوئی نہیں پہنچ سکتا اس لئے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام فطری طور پر گناہوں سے معصوم ومحفوظ ہوتے ہیں ان سے کوئی گناہ یا معصیت سرزد ہو ہی نہیں سکتی ہاں بعض اوقات بتقاضائے بشریت منشائے خداوندی کو سمجھنے میں غفلت ہو جاتی ہے اور خلاف اولیٰ امور سرزد ہو جاتے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ فوراً یا تاخیر سے متنبہ فرما دیتے ہیں یہی حقیقت ہے ان کے گناہوں کی اور گناہوں کو معاف کر دینے کی۔

اور زیادہ واضح الفاظ میں یوں کہئے کہ عام انسانوں کی خدا پرستی کا معیار تو یہ ہے کہ جن کاموں پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے ان پر عمل کریں اگر عمل نہ کریں گے تو گنہگار ہوں گے اور جن کاموں سے منع کیا ہے ان کے پاس بھی نہ جائیں اگر ان کاموں کا ارتکاب کریں گے تو گنہگار ہوں گے لیکن انبیائے کرام کا فرض ہوتا ہے کہ وہ منشائے الٰہی کو سمجھیں اور اس پر عمل کریں اگر منشائے الٰہی کے خلاف کوئی کام کر بیٹھتے ہیں تو اس پر فوراً یا بتاخیر تنبیہ کر دی جاتی ہے اسی لئے عرفاء کا مقولہ ہے **حسنات الابرار سيئات المقربين** (نیک لوگوں کے بعض اچھے کام مقربین کی سیئات (خطائیں) ہوتی ہیں اسی حقیقت کو فارسی زبان میں اس طرح ادا کیا گیا ہے مقربان رابیش بود حیرانی مقربین کو بہت زیادہ حیرانی ہوتی ہے حقوق العباد کی اہمیت آگے آتی ہے۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! کافروں کو عذاب دیجئے اور ان کے دلوں میں ہیبت بٹھا دیجئے اور ان کی بات میں اختلاف پیدا فرما دیجئے۔ اور ان پر اپنا قہر وعذاب نازل فرمائیے۔

اے اللہ! کافروں کو عذاب دیجئے چاہے وہ اہل کتاب ہوں یا مشرک، جو آپ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں اور آپ کے رسولوں کو جھٹلاتے ہیں اور آپ کی راہ سے (دوسروں کو) روکتے ہیں اور آپ کی (مقرر کی ہوئی) حدود سے تجاوز کرتے ہیں اور آپکے ساتھ کسی اور معبود کو بھی پکارتے ہیں۔ حالانکہ آپ کے علاوہ کوئی بھی معبود نہیں آپ بابرکت ہیں اور ہر طرح نہایت درجہ برترہ ہیں اس سے جو یہ ظالم کہتے ہیں۔

اے اللہ! آپ ہمیں بخش دیجئے اور تمام اہل ایمان والے مرد وعورت اور تمام اسلام والے مرد وعورت کو بخش دیجئے اور انہیں سنوار دیجئے اور ان کی آپس میں صلح کر دیجئے اور ان کے دلوں میں الفت ڈال دیجئے اور ان کے دلوں میں حکمت وایمان رکھ دیجئے اور انہیں اپنے رسول کے دین پر ثابت رکھئے اور انہیں توفیق عطا فرمائیے کہ جو نعمت آپ نے انہیں نصیب فرمائی ہے وہ اس کا شکر ادا کرتے رہیں۔ اور جو عہد آپ نے ان سے لیا ہے وہ اسے پورا کرتے رہیں اور انہیں اپنے اور ان کے دشمنوں پر غالب رکھئے۔

سخت کوش عبادت گزار اور تشدد پسند لوگوں کو تنبیہ

وعن ابن مسعود رضی الله عنه ان النبی صلی الله علیه وسلم قال: هلک المتنطعون قالها ثلاثا (مسلم)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہلاک ہو گئے (اپنے اوپر) سختی کرنیوالے، ہلاک ہو گئے (اپنے اوپر) سختیاں کرنیوالے، ہلاک ہو گئے سختیاں اٹھانے والے، تین مرتبہ فرمایا۔

تشریح: بے جا اور بے محل سختیاں برداشت کرنے کی چند مثالیں اور ان کے ضرر رساں خطرناک نتائج۔

۱۔ اللہ تعالیٰ نے بیمار ہو جانے یا مرض بڑھ جانے کے خوف کی بنا پر پانی سے وضو کرنے کی بجائے پاک مٹی کے تیمم کر لینے کی اجازت فرمادی ہے اس کے باوجود کوئی شخص کہے میرا تو دل نہیں مانتا اور پانی سے غسل یا وضو کرے اور بیمار پڑ جائے یا مرض بڑھ جائے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے سفر میں چار رکعت کے بجائے دو رکعت فرض نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے کوئی شخص نہ صرف فرضوں میں دو کے بجائے چار رکعت پڑھے بلکہ فرضوں سے پہلے اور بعد کی سنتیں اور نفل بھی پڑھنے پر اصرار کرے چاہے اتنی دیر میں ریل چھوٹ جائے یا ہوائی جہاز پرواز کر جائے اور سفر سے رہ جائے۔

۳۔ رمضان المبارک میں اللہ تعالیٰ نے سفر یا مرض کی حالت میں روزے نہ رکھنے اور رمضان کے بعد سال بھر میں جس وقت بھی آسانی سے ممکن ہو ان روزوں کی قضا کر لینے کی اجازت عطا فرمائی ہے مگر اس اجازت سے فائدہ اٹھانے کے بجائے کوئی شخص کہے کہ میرا تو دل نہیں مانتا اور بیماری یا سفر کی حالت میں ہی روزے رکھے اور مرض بڑھ جائے یا لاعلاج ہو جائے سفر میں کتنی ہی ناقابل برداشت تکلیفیں اور مشقتیں اٹھانی پڑیں اور روزے رکھ کر گونا گوں مصیبتوں میں گرفتار ہو۔

۴۔ اللہ تعالیٰ نے قتل ناحق کا بدلہ لینے میں ورثاء مقتول کو اختیار دیا ہے کہ چاہیں تو ظالم قاتل سے قصاص لیں اور قتل کریں چاہیں بالکل معاف کر دیں اور چاہیں دیت (خون بہا) لیں اب اگر حکومت یا عدالت قاتل کی دولت مندی یا جاہ ومنصب کی بنا پر یا قوم میں مقبولیت کی بنا پر ورثاء کو معاف کر دینے یا خون بہا لینے پر مجبور کریں یا اس کے برعکس ایک بھائی نے دوسرے بھائی کو قتل کر دیا ہے ورثاء مقتول یا باپ معاف کر دینا چاہیں مگر حکومت یا عدالت ورثاء یا باپ کو قصاص لینے یعنی دوسرے بیٹے کو بھی قتل کرنے پر مجبور کریں تو یہ دونوں صورتیں اس مقصد اور تخفیف کے بالکل خلاف ہوں گی جو اللہ تعالیٰ نے قصاص کے بارے میں تخفیف کا اعلان فرمایا ہے۔

یہ ہیں بے محل اور بے جا سختیوں کی چند مثالیں اور ان کے مضرت رساں اور خطرناک نتائج جو صرف اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی سہولتوں اور آسانیوں سے فائدہ نہ اٹھانے کی بناء پر برداشت کرنی پڑتی ہیں انہی کو حدیث شریف میں ہلاکت سے تعبیر کیا ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے تقریباً تمام ہی شرعی احکام میں آسانیاں اور سہولتیں عطا فرمائی ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمایا ہے۔

ماجعل علیکم فی الدین من حرج اللہ نے دین میں تمہارے اوپر تنگی نہیں کی۔

ان سہولتوں سے فائدہ نہ اٹھانا کفران نعمت بھی ہے طرح طرح کی جسمانی اور مالی سختیاں برداشت کرنا اس ناشکری کی سزا ہے اسی لئے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث شریف میں تین مرتبہ ایسے لوگوں کے متعلق فرمایا ہے! ہلاک ہو گئے ہلاک ہو گئے، ہلاک ہو گئے۔

دین آسان ہے دین سے زور آزمائی کرنے والوں کو نصیحت

عن ابی هریرة رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: ان الدین یسر، ولن یشاد الدین الا غلبه، فسددوا وقاربوا وابشروا واستعینوا بالغدوة والروحة وشیء من الدلجة (بخاری)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلاشبہ دین تو (بہت) آسان ہے لیکن دین پر (عمل کے بارے میں) جب بھی زور آزمائی کی جائے گی دین ہی غالب آجائے گا لہٰذا (دین پر عمل کے بارے میں) راستی پر قائم رہو اور میانہ روی اختیار کرو اور خوشخبری حاصل کرو کہ (تم نے مقصد کو پالیا اور (دین کے احکام پر قائم رہنے کے بارے میں) صبح کے وقت سے اور شام کے وقت سے اور کسی قدر آخر شب سے مدد حاصل کرو۔

تشریح: بخاری ہی کی ایک اور روایت میں آیا ہے: راستی پر قائم رہو اور میانہ روی اختیار کرو اور صبح کا وقت اختیار کرو اور شام کا: اور کسی قدر آخر شب کا! اعتدال کو اختیار کرو اعتدال کو (افراط وتفریط سے بچو) تو مقصد کو پہنچ جاؤ گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول لن یشاد الدین میں الدین مرفوع (پیش کے ساتھ) اور لن یشاد فعل مجہول کا نائب فاعل ہے اسی روایت میں لن یشاد الدین احد بھی آیا ہے اس روایت کے مطابق لن یشاد فعل معروف ہوگا اور الدین مفعول منصوب (زبر کے ساتھ) پڑھا جائے گا اور احد فاعل مرفوع (پیش کے ساتھ) ہوگا اور الا غلبہ کا مطلب یہ ہے کہ دین ہی غالب آئے گا اور یہ زور آزمائی کرنے والا دین کے مقابلہ سے عاجز آجائے گا اس لئے کہ دین کے طریقے (اعمال) بہت زیادہ (بلکہ بے شمار ہیں) اور الغدوۃ کے معنی ہیں دن کے اول حصہ میں یعنی صبح کے وقت سفر کرنا اور الروحۃ کے معنی ہیں دن کے آخری حصہ میں یعنی شام کے وقت سفر کرنا اور الدلجۃ کے معنی ہیں رات کے آخری حصہ میں سفر کرنا سفر کے یہ تین وقت استعارہ ہیں اوقات نشاط کار سے اور مثال کے طور پر مطلب یہ ہے کہ تم خدائے بزرگ و برتر کی عبادت میں اپنے نشاط اور قلبی اطمینان کے اوقات سے مدد لو اس طرح کہ تم ان اطمینان کے اوقات میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو تا کہ تم کو اللہ تعالیٰ کی عبادت وطاعت میں لطف ولذت محسوس ہو اور تم عبادت سے دل برداشتہ اور بیزار نہ ہو اور اپنا مقصد (رضاء الٰہی) حاصل کرنے میں کامیاب ہو جیسا کہ ایک تجربہ کار مسافر صرف ان تین وقتوں میں (جو سب سے زیادہ موزوں ہیں) سفر کرتا ہے اور باقی اوقات میں خود بھی آرام کرتا ہے اور سواری کا اونٹ بھی اور بغیر تھکے ہارے اور بغیر مشقت اٹھائے اپنی منزل مقصود پر پہنچ جاتا ہے (اس کے برعکس ایک متشدد اور بے تحاشی عبادت گزار دیندار کی مثال اس ناتجربہ کار مسافر کی سی ہے جو اپنی اونٹنی کو بے تحاشا دوڑاتا ہے نہ خود آرام کرتا ہے نہ اونٹنی کو آرام لینے دیتا ہے آخر کار اونٹنی تھک کر چور اور نڈھال ہو جاتی ہے اور سفر ادھورا رہ جاتا ہے نہ راستہ طے ہوتا ہے نہ اونٹنی چلنے کے قابل رہتی ہے جیسا کہ بیہقی کی روایت میں ارشاد فرمایا ہے۔

فان السائر المنبت لا ارضاً قطع ولا ظهراً ابقی.

اس لئے کہ ایک بے تحاشا دوڑانے والا مسافر نہ مسافت ہی طے کرپاتا ہے نہ سواری کو ہی سفر کے قابل رہنے دیتا ہے۔

سادہ لفظوں میں حدیث کا مطلب یہ ہے کہ عبادت اور اجر وثواب کے کاموں کی جو توفیق اور ذوق شوق اللہ تعالیٰ

نے تمہیں عطا فرمایا ہے یہ بڑی قابل قدر نعمت ہے اس سے نہایت اعتدال اور میانہ روی سے کام لو اور رفتہ رفتہ اس طرح اعتدال کے ساتھ چلو کہ جو قدم اٹھے آگے بڑھے پیچھے نہ ہٹے تاکہ مرتے دم تک یہ عبادت وطاعت کا سلسلہ قائم رہے اور اجر وثواب ملتا رہے تم انسان ہو اور انسان کی فطرت خلقی طور پر ایسی واقع ہوئی ہے کہ وہ اچھی سے اچھی چیز سے کچھ عرصے کے بعد اکتا جاتا ہے اور بیزار ہو کر چھوڑ بیٹھتا ہے ایسا نہ ہو کہ یہ عبادت وطاعت کا جذبہ اور ذوق شوق جو تم کو نصیب ہوا ہے تمہارے غلط طریقے پر استعمال کرنے کی وجہ سے بالکل ہی ختم ہو جائے یا اس میں کچھ فتور آ جائے اور تم اس اجر وثواب سے جو مل رہا تھا محروم ہو جاؤ اس صورت میں اللہ تعالیٰ کا تو کچھ نقصان نہ ہوگا وہ بہر حال تمہاری عبادت سے بالکل بے نیاز ہے نقصان تمہارا ہوگا کہ تم سرتاپا اس کے فضل کے محتاج ہو تمہارا اس بے اعتدالی کی بنا پر بندگی کا وہ جذبہ اور ذوق وشوق ختم ہو جائے گا اور تم اجر وثواب سے محروم ہونے کے علاوہ ایک عظیم نعمت سے بھی محروم ہو جاؤ گے اس لئے دن میں کام کرنے کا بہترین وقت صبح کا ہے فجر کی نماز پڑھنے کے بعد سے اشراق کے وقت تک تسبیح وتہلیل یا ذکر اللہ میں یا تلاوت کلام اللہ میں مصروف رہا کرو اور سورج نکلنے اور کافی بلند ہونے کے بعد چار رکعت اشراق کی نماز پڑھ کر خواہ آرام کیا کرو خواہ اور دینی و دنیاوی معاشی کاروبار میں مصروف ہو جایا کرو فرصت ملے تو زوال سے پہلے چار رکعت نماز چاشت کی پڑھ لیا کرو ظہر کی نماز کے بعد کچھ دیر آرام (قیلولہ) کیا کرو اس کے بعد سے عصر کی نماز تک کام دھندوں میں لگے رہو عصر کی نماز کے بعد سے مغرب تک پھر ذکر اللہ یا تسبیح وتہلیل میں مصروف ہو جایا کرو کہ یہ شام کا وقت فراغت واطمینان سے کام کرنے کا وقت ہے رات اللہ تعالیٰ نے آرام کے لئے بنائی ہے عشاء کی نماز پڑھ کر سو جایا کرو شب کا آخری حصہ بھی عبادت کے لئے بے حد موزوں ہے اس میں جتنی میسر ہو تہجد کی نماز پڑھ لیا کرو۔

اس طرح کام کے بعد آرام اور آرام کے بعد کام کا سلسلہ برابر جاری رہے گا اور عبادت میں نشاط اور سرور وکیف بھی میسر آ جائے اور اجر وثواب کا سلسلہ بھی برابر جاری رہے گا اسکے برعکس اگر تم اس جذبہ عبادت وطاعت سے شب وروز بے تحاشا کام لوگے تو انسانی فطرت کے تقاضے کے مطابق لازمی طور پر یہ جذبہ فنا ہو جائے گا اور اس کے ردعمل کے طور پر سب کچھ چھوڑ بیٹھو گے حتیٰ کہ فرض عبادتیں بھی ترک ہونے لگیں گی اور اجر وثواب کے بجائے گناہ اور عذاب الٰہی کے سزاوار ہو جاؤ گے اور یہ نتیجہ صرف تمہارے غلط استعمال کا ہوگا اس برے انجام سے ہی حدیث شریف میں خبردار کیا گیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معجزہ یہ بھی تھا کہ آپ کا کلام نہایت مختصر مگر ہمہ گیر ہوتا تھا چنانچہ:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اوتيت جوامع الكلم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے جامع (ہمہ گیر) کلمات دیئے گئے ہیں۔

اسی کا یہ کرشمہ ہے کہ اس ڈیڑھ سطر کی حدیث کی تشریح میں ڈیڑھ دو صفحے صرف ہو گئے اور بفضلہ اس تشریح کی ایک سطر بھی آپ بیکار اور بھرتی کی نہ پائیں گے۔

دُعا کیجئے: اے معبود برحق! آپ پاک ہیں آپ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ میرے گناہ بخش دیجئے اور میرے عمل کو درست فرمائیے۔ بے شک آپ ہی گناہ جسے چاہتے ہیں بخش دیتے ہیں۔ اور آپ ہی مغفرت کرنیوالے، رحم کرنیوالے ہیں۔
اے بخشنے والے مجھے بخش دیجئے۔ اے توبہ قبول کرنے والے میری توبہ قبول کیجئے۔ اے بہت زیادہ رحم کرنیوالے مجھ پر رحم کیجئے۔ اے معاف کرنیوالے مجھے معاف کیجئے۔ اے مہربان مجھ پر مہربانی فرمائیے۔

دین میں رحمت اور آسانی

وعن انس رضی الله عنه قال: دخل النبی صلی الله علیه وسلم المسجد فاذا حبل ممدود بین الساریتین فقال: ما هذا الحبل؟قالوا: هذا حبل لزینب، فاذا فترت تعلقت به. فقال النبی صلی الله علیه وسلم حلوه لیصل احدکم نشاطه فاذا فتر فلیرقد (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں: (ایک مرتبہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، مسجد میں تشریف لائے تو اچانک ایک رسی دوستونوں کے درمیان بندھی ہوئی دیکھی تو آپ نے دریافت کیا یہ (رسی) کیسی ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: یہ رسی زینب کی ہے وہ جب رات کو نماز پڑھتے پڑھتے تھک جاتی ہیں اور نیند کا غلبہ ہوتا ہے تو اسی رسی سے لٹک کر (یعنی رسی کے سہارے) کھڑی ہوتی ہیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے فرمایا رسی کو کھول دو (اور فرمایا) تم میں سے ہر شخص کو چاہئے کہ جب تک طبیعت میں نشاط باقی رہے (نماز پڑھے) جب نیند کے غلبہ کی وجہ سے) نشاط میں فتور آجائے تو اس کو سوجانا چاہئے۔

تشریح: جس عبادت میں لطف ولذت اور کیف وسرور حاصل نہ ہووہ عبادت تو کیا بیگار اور زبردستی سر پڑے کا کام کا مصداق ہوگی اس سے رضاوقرب الٰہی حاصل نہیں ہوسکتا وہ آنکھوں کی ٹھنڈک دل کا سرور اور روح کے نشاط کا باعث نہیں ہوسکتی عبادت میں نشاط اور انہاک ایسا قوی ہونا چاہئے کہ تن بدن کا ہوش ہی باقی نہ رہے لیکن اس تغیر پذیر جسم اور اس کے قویٰ کے ساتھ تعلق رہتے ہوئے یہ مدہوشی کی کیفیت چند لمحوں یا چند ساعتوں تو باقی رہ سکتی ہے اس سے زیادہ دیر تک نہیں باقی رہ سکتی لہٰذا ان چند ساعتوں کو ہی حاصل زندگی سمجھ کر عبادت کے لئے مخصوص کر دینا چاہئے اور جونہی جسمانی عوارض نیند، تھکن یا اکتاہٹ وغیرہ کی وجہ سے اس نشاط میں فرق محسوس ہونے لگے عبادت ختم کر کے جسم کے ان ناگزیر تقاضوں کو پورا کرنا چاہئے نیند آرہی ہو تو سو جانا چاہئے تھکن محسوس ہو رہی ہو تو آرام کرنا چاہئے طبیعت اکتا گئی ہو تو کوئی دوسرا طبیعت کو مرغوب جائز مشغلہ اختیار کرنا چاہئے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

جعلت قرة عینی فی الصلوٰة

میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے۔

اس حدیث میں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم، نے ایسے ہی نشاط کے اوقات کی رہنمائی فرمائی ہے (واللہ اعلم)

نیند کی حالت میں نماز پڑھتے رہنے کا نقصان

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، نے فرمایا ہے: جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھتے ہوئے اونگھنے لگے تو اسے نماز ختم کر کے اتنی دیر سو رہنا چاہئے کہ نیند کا اثر جاتا رہے اس لئے کہ تم میں سے جو شخص بھی اونگھتے اونگھتے نماز پڑھے گا تو کچھ بعید نہیں کہ وہ مغفرت کی دعا مانگنے کا قصد کرے (لیکن نیند کے غلبہ کی وجہ سے) زبان قابو میں نہ رہے تو (مغفرت کی بجائے) خود کو برا کہہ بیٹھے کو سنے لگے (مثلاً اے خدا تو مجھے معاف کر دے کی بجائے اے خدا تو میرا ستیاناس کر دے کہہ بیٹھے۔

تشریح: یہ حدیث پہلی حدیث کا تتمہ ہے کہ اگر نیند کے غلبے کے باوجود حرص عبادت کی بنا پر نماز پڑھتا رہے گا تو اس کا نقصان یہ ہوگا کہ پڑھنا کچھ چاہے گا اور زبان سے نکلے گا کچھ اور لہٰذا اس حالت میں نماز کے اندر اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ تو کیا اتنا بھی بھروسہ نہ رہے گا کہ نماز صحیح بھی ادا ہو رہی ہے یا نہیں ایسی نماز سے کیا فائدہ جس میں ثواب کے بجائے گنہگار ہونے کا اندیشہ ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریق کار

حضرت ابو عبداللہ جابر بن سمرہ سوائی سے روایت ہے کہتے ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے (سب ہی) نمازیں پڑھا کرتا تھا تو آپ کی (جمعہ کی) نماز بھی متوسط ہوتی تھی اور (جمعہ کا) خطبہ بھی متوسط ہوتا تھا۔ مسلم

باوجودیکہ اس زمانہ میں ذریعہ ابلاغ صرف جمعہ کے خطبے ہی تھے کیونکہ مسلمان جمعہ کا بڑا اہتمام کرتے اور بیمار یا معذور لوگوں کے علاوہ سب ہی جمعہ کی نماز کے لئے مسجد نبوی میں حاضر ہوتے تھے بالفاظ دیگر مسلمانوں کا سب سے بڑا اجتماع کہئے جلسہ (جمعہ کے دن) ہی ہوتا تھا اس لئے تمام اجتماعی اور قومی ضرورتوں سے مسلمانوں کو جمعہ کے خطبے میں ہی آگاہ کیا جاتا تھا مگر آپ نے جمعہ کا خطبہ بھی نماز بھی نہ کبھی زیادہ دراز پڑھائی اور نہ زیادہ مختصر بالفاظ دیگر آپ نے خطبہ جمعہ کو سیاسی مقاصد کے لئے کبھی آلہ کار نہیں بنایا اس کے برعکس آپ کی وفات کے بعد امراء بنی امیہ نے اپنے عہد حکومت میں طویل سے طویل خطبے دینے اور مختصر سے مختصر نمازیں پڑھانی شروع کر دی تھیں اور جمعہ کے خطبے کو سیاسی اغراض و مقاصد کے لئے استعمال کرنا شروع کر دیا تھا اتنے لمبے لمبے خطبے دیتے کہ جمعہ کی نماز کا وقت ہی نکل جانے کا اندیشہ ہوتا اسی لئے نماز مختصر سے مختصر پڑھاتے اسی بے اعتدالی کے خلاف حضرت جابر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبوں اور نمازوں کا حال بیان کر رہے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تو نماز بھی متوسط ہوتی اور خطبہ بھی متوسط ہوتا تھا۔

دُعا کیجئے

اے پروردگار! مجھے توفیق دیجئے کہ آپ نے جو نعمت مجھے دی ہے میں اس کا شکر ادا کروں اور مجھے طاقت دیجئے کہ میں آپکی عبادت اچھی طرح کروں۔

اے پروردگار! میں آپ سے سب کی سب بھلائی مانگتا ہوں

اے پروردگار! میرا آغاز خیر سے فرمایئے اور میرا خاتمہ خیر کے ساتھ کیجئے۔ اور مجھے بُرائیوں سے بچا لیجئے اور جسے آپ نے بُرائیوں سے اس دن (قیامت) بچا لیا بے شک آپ نے اس پر رحم ہی فرمایا اور یہی بڑی کامیابی ہے۔

اے اللہ! آپ ہی کیلئے سب کی سب تعریف ہے اور آپ ہی کیلئے سب کا سب شکر ہے اور آپ ہی کیلئے سب کی سب حکومت ہے اور سب کی سب مخلوق آپ ہی کیلئے ہے۔ آپ ہی کے ہاتھ میں سب کی سب بھلائی ہے اور سب کے سب اپنے امور میں آپ ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ میں آپ سے سب کی سب بھلائی مانگتا ہوں اور تمام بُرائیوں سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔ اس اللہ کے نام (کی برکت) سے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

اے اللہ! مجھ سے فکر و غم دور فرما دیجئے۔ اے اللہ! میں آپ ہی کی حمد کے ساتھ چلتا پھرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں۔

ایک صحابی اور ان کے خیر خواہ دوست کا طرز عمل

وعن ابی جحیفة وهب بن عبدالله رضی الله عنه قال: اخی النبی صلی الله علیه وسلم بین سلمان وابی الدرداء، فزار سلمان ابا الدرداء فرای ام الدرداء متبذلة فقال: ما شانک؟ قالت: اخوک ابو الدرداء لیس له حاجة فی الدنیا (بخاری)

ترجمہ: حضرت ابوجحیفہ وہب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمان (فارسی) اور ابودرداء کے درمیان دینی بھائی بندی کا رشتہ قائم کر دیا تھا چنانچہ ایک مرتبہ اسی دینی اخوت کے رشتہ سے سلمان ابودرداء سے ملاقات کے لئے ان کے گھر آئے تو سلمان نے (ابودرداء کی بیوی ام درداء کو معمولی حالت میں بیوہ عورتوں کی طرح بغیر زینت وآرائش کے) دیکھا تو کہا یہ تم نے اپنا کیا حلیہ بنا رکھا ہے؟ انہوں نے جواب دیا تمہارے بھائی ابودرداء کو تو دنیاوی کاموں سے کوئی رغبت نہیں (پھر میں سنگھار کس کے لئے کروں میں تو شوہر ہونے کے باوجود بیوہ عورتوں کی طرح بے شوہر ہوں) تو (اتنے میں) ابودرداء آ گئے اور مہمان کے لئے کھانا تیار کرایا چنانچہ (دسترخوان پر کھانا رکھنے کے بعد) کہا آپ کھایئے میرا تو روزہ ہے سلمانؓ نے کہا میں اس وقت تک ہرگز نہ کھاؤں گا جب تک تم نہ کھاؤ گے (مجبوراً) ابودرداء نے بھی کھانا کھایا جب رات ہوئی تو ابودرداء (مصلیٰ سنبھال کے) نماز پڑھنے چلے تو سلمان نے کہا کہاں جاتے ہو (گھر میں جاؤ) آرام کرو (رات سونے کے لئے ہے) جب آخر شب کا وقت ہوا تو سلمان نے ابودرداء کو بلایا اور کہا اب نماز پڑھو چنانچہ دونوں نے (تہجد کی) نماز پڑھی اس کے بعد سلمان نے ابودرداء سے کہا بلاشبہ تمہارے رب کا تمہارے اوپر حق ہے (مگر) تمہارے نفس کا بھی تمہارے اوپر حق ہے اور تمہاری بیوی کا بھی تمہارے اوپر حق ہے لہٰذا (تمہارا فرض ہے کہ) تم ہر حق والے کا حق ادا کرو (اپنے رب کی عبادت بھی کرو آرام بھی کرو اور بیوی کی حاجت بھی پوری کرو) اس کے بعد ابودرداء (اور سلمان) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پورا واقعہ بیان کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سلمان بالکل ٹھیک کہتے ہیں (ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ ہر صاحب حق کا حق ادا کرے ورنہ قیامت کے دن جواب دہ ہوگا)

تشریح: اس حدیث سے شب و روز بے تحاشا عبادت کرنے کے نقصانات ظاہر ہوتے ہیں ان میں سب سے زیادہ اہم حقوق العباد کا ضیاع ہے جس سے رستگاری کی سوائے ان ارباب حقوق سے مرنے سے پہلے معاف کرانے کے اور کوئی سبیل نہیں اللہ تعالیٰ بھی حقوق العباد کو معاف نہیں فرمائیں گے عرفہ کے دن میدان عرفات میں ہی اللہ تعالیٰ نے حج مبرور ادا کرنے والوں کے سب ہی گناہوں کے معاف فرما دینے کا وعدہ فرمایا ہے مگر رد مظالم (یعنی بندے کی حق تلفیوں کے معاف کرنے کا وعدہ نہیں فرمایا اگرچہ ایک ضعیف روایت سے اتنا ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان ارباب حقوق سے حقوق معاف کرا دینے کا ذمہ لیا ہے بہر حال امت اس پر متفق ہے کہ حقوق العباد بڑی سے بڑی عبادت کرنے سے بھی معاف نہیں ہوتے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک حدیث میں آتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے ہاں تین رجسٹر ہیں ایک رجسٹر تو ایسا ہے کہ جن لوگوں کے نام اس میں درج ہوں گے ان

کو اللہ ہرگز نہیں بخشے گا (اس رجسٹر میں شرک کرنے والوں کے نام درج ہوں گے اللہ تعالیٰ اعلان فرماتا ہے کہ بلا شک وشبہ شرک کرنے والوں کو ہرگز نہیں بخشے گا دوسرے رجسٹر میں جن کے نام درج ہوں گے ان کو اللہ تعالیٰ اس وقت تک چھوڑے گا نہیں جب تک کہ ان میں سے بعض کو (مظلوم کو) ظالم سے ظلم کا بدلہ نہ دلا دے گا اور تیسرے رجسٹر میں ان لوگوں کے نام ہوں گے جنہوں نے حقوق اللہ (نماز، روزہ، زکوٰۃ وغیرہ عبادتیں) ادا نہیں کئے اس رجسٹر کی اللہ تعالیٰ پرواہ نہیں کرے گا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے چاہے سزا دے چاہے معاف کردے۔ (بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا)

قیامت کے دن اس اقتصاص (بدلہ لینے کی) بھیانک تفصیل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث اس طرح بیان فرمائی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (ایک دن) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (صحابہ سے) دریافت کیا: کیا تم جانتے ہو مفلس کون ہوتا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا ہم میں مفلس وہی ہوتا ہے جس کے پاس نہ روپیہ پیسہ ہو نہ کوئی سامان (زمین جائیداد وغیرہ ہو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں (حقیقی) مفلس وہ شخص ہوگا جو قیامت کے دن نمازیں بھی لائے گا زکوتیں بھی، روزے بھی (لیکن) اس نے کسی کو (بے قصور) گالیاں دی ہوں گی کسی پر (ناحق) تہمتیں لگائی ہوں گی کسی کا (ناجائز طور پر) مال کھایا ہوگا کسی کا (ناحق) خون بہایا ہوگا کسی کو (بے قصور) مارا پیٹا ہوگا تو (ان تمام ظلموں اور حق تلفیوں کا اس طرح بدلہ دلایا جائے گا کہ اس ظلم اور حق تلفی کرنے والے کے تمام حسنات (عبادتیں) اس کو دے دی جائیں گی (جس پر ظلم کیا تھا یا حق تلفیاں کی تھیں) اگر نیکیاں (عبادتیں) ختم ہو جائیں گی (اور حقوق باقی رہ جائیں گے) تو اس کی برائیاں (گناہ) اس (ظلم اور حق تلفیاں کرنے والے) پر ڈال دیئے جائیں گے اور پھر اس کو جہنم کی آگ میں ڈال دیا جائے گا۔ (صحیح مسلم)

حقوق العباد اور ان کی اہمیت

ان دونوں حدیثوں کو پڑھنے کے بعد یہ نفل عبادات اور کار ہائے خیر میں بے اعتدالیاں کرنے والے غور کریں کہ اجر وثواب اور قرب الٰہی حاصل کرنے کا شوق وذوق میں مست ہو کر عمر بھر دن کو روزے رکھنے رات بھر نمازیں پڑھنے کا عہد کرنے والے اپنے بیوی بچوں، قرابت داروں مہمانوں، پڑوسیوں اور عام مسلمانوں کی کس قدر حق تلفیوں کے مرتکب ہوتے ہیں اور بجائے اجر وثواب اور قرب الٰہی کے کس طرح ان حق تلفیوں کے بدلے میں جہنم کا ایندھن بنتے ہیں اعاذ نا اللہ منہ اسی لئے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم پہلی حدیث میں اپنا طریق کار اور اپنی سنت بیان کرنے کے بعد اعلان فرما دیا تھا۔

فمن رغب عن سنتی فلیس منی

پس جو شخص میری سنت سے اعراض (وانحراف) کرتا ہے اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔

ہمارا حال

بہرحال یہ تو ان عبادتوں میں بے اعتدالیاں کرنے والوں کا حشر ہوا ان کے پاس تو حقوق کے بدلے میں دینے کے لئے عبادات کا ذخیرہ تھا بھی جس سے کچھ نہ کچھ تلافی ہوگئی ہم تہی دامن لوگوں کے پاس تو یہ نفل عبادات کا ذخیرہ بھی نہیں ہم تو فرض عبادتیں بھی ادھوری سدھوری ادا کرتے ہیں نفل عبادتوں سے تو ہم بالکل ہی ناآشنا ہیں اور رات دن بے محابا لوگوں کی حق تلفیاں کر رہے ہیں بلا تکلف لوگوں پر تہمتیں لگاتے ہیں دھوکے اور فریب سے لوگوں کے اموال ہضم کر جانے کو تو ہم اپنا بڑا ہنر سمجھتے ہیں اور فخریہ کہتے ہیں ہم نے فلاں شخص یا تاجر یا

گاہک کو چکمہ دے کر خوب لوٹا اچھے خاصے روزہ نماز کے پابند لوگوں کا بھی معاملات اور کاروباری دنیا میں حال یہی ہے۔

حقوق العباد سے متعلق ان دوحدیثوں کو پڑھ کر ہماری آنکھیں تو کھل جانی چاہئیں خصوصاً معاملات اور کاروبار کے معاملہ میں خاص طور پر اس کا خیال رہنا چاہئے کہ کسی کا حق ہمارے ذمہ نہ رہے اس کے علاوہ عائلی (خاندانی) اور اجتماعی (معاشرتی) زندگی کے اندر بھی ہر شخص کا حق ادا کرنا چاہئے اس کوشش کے بعد بھی جن لوگوں کے حق ذمے رہ جائیں ان سے اور اگر وہ وفات پا گئے ہوں تو ان کے ورثاء سے معاف کرا لینے چاہئیں اور پھر بھی اگر کچھ حقوق رہ جائیں تو ان اصحاب حقوق کے لئے مغفرت کی دعا کرنی چاہئے اور اپنا نام دوسرے رجسٹر ردمظالم (ادائے حقوق العباد میں) نہ آنے دینا چاہئے اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو اس کی توفیق عطا فرمائیں۔

عبادات میں بے اعتدالی کا اور نقصان

عبادات میں بے اعتدالی کا ایک نقصان یہ بھی ہے کہ ایسی حالت میں لازمی طور پر اصحاب حقوق کے حقوق ذمہ رہ جاتے ہیں لیکن عام طور پر حقوق العباد کے ادا نہ کرنے کو ہم کوئی گناہ ہی نہیں سمجھتے اسی لئے ہم نہایت بے دردی سے اصحاب حقوق کے حق برباد کر رہے ہیں اور جن کے حقوق ادا بھی کرتے ہیں مثلاً بیوی کے بال بچوں کے، ماں باپ کے مہمانوں اور پڑوسیوں کے وہ بھی محض روایتی خوش خلقی اور رواداری کی بنا پر ادا کرتے ہیں نہ کہ شریعت کی پابندی اور اللہ رسول کے حکم کی اطاعت کی بنا پر اس لئے کہ ہم اس کو کار ثواب سمجھتے ہی نہیں کتنی بڑی بدنصیبی اور محرومی ہے کہ سب کچھ کرتے ہیں مگر سب بیکار، آخرت میں ذرہ برابر کام نہ آئے گا اس لئے کہ حدیث میں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے لکل امرء مانوی (ہر شخص کو وہی ملے گا جس کی اس نے نیت کی) ہم صرف دنیاداری اور منہ دکھاوے کے لئے کرتے ہیں آخرت سے تو ہم بالکل ہی غافل اور بے خبر ہیں اللہ تعالیٰ ہماری حالت پر رحم فرمائیں اس بے حسی، غفلت اور جہالت سے نجات دیں اسی تنبیہ کی غرض سے ہم نے حقوق العباد کے متعلق یہ تفصیل بیان کی ہے۔

گزارش اور معذرت

درج بالا احادیث کے ترجمہ سے ہمارا مقصد صرف یہ ہے کہ ہم نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کے آئینہ میں اپنی صورت دیکھیں اور اس آئینہ کی مدد سے اپنے چہرہ کے داغ دھبے یا کالک دور کرنے کی کوشش کریں تاکہ ہماری زندگی میں ان کی افادیت واضح ہو اور ہم محسوس بلکہ یقین کریں کہ گذرے ہوئے زمانوں کی بنسبت آج کی زندگی میں ان احادیث کی بے حد ضرورت ہے اور ان احادیث پر عمل کئے بغیر ہم صحیح معنی میں مسلمان اور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کہلانے کے مستحق ہرگز نہیں جب تک ان حدیثوں پر عمل نہ کریں اور اپنی شب و روز کی زندگی کو اسلامی زندگی نہ بنائیں اسی مقصد کے تحت احادیث کی تشریح میں طوالت ہو جاتی ہے امید ہے کہ پڑھنے والے معاف فرمائیں گے۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! میرے معبود اور ابراہیم، اسحاق، یعقوب، جبرائیل، میکائیل اور اسرافیل کے معبود میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ میری عرض قبول فرمائیے کہ میں بے قرار ہوں اور آپ مجھے میرے دین کے باب میں محفوظ رکھئے کہ میں بلا میں پڑا رہوں۔ اور اپنی رحمت میرے شامل حال رکھئے کہ میں گناہ گار ہوں اور مجھ سے محتاجی دور رکھئے کہ میں بے کس ہوں۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی عبادت کا واقعہ

وعن ابی محمد عبدالله بن عمرو بن العاص رضی الله عنهما قال: اخبر النبی صلی الله علیه وسلم انی اقول: والله لا صومن النهار، ولا قومن اللیل ما عشت، فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم: وانت الذی تقول ذلک؟ فقلت له: قد قلته بابی انت وامی یا رسول الله قال: فانک لا تستطیع ذلک؟ فصم وافطر، ونم وقم، وصم من الشهر ثلاثة ایام فان الحسنة بعشر امثالها

ترجمہ: حضرت ابومحمد عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلایا گیا کہ میں کہتا ہوں کہ میں جب تک زندہ ہوں ہمیشہ دن کو روزے رکھا کروں گا اور رات بھر نماز پڑھا کروں گا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم ہی یہ کہتے ہو؟ میں نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان یا رسول اللہ! بیشک میں نے ہی یہ کہا ہے تو آپ نے فرمایا: (یادرکھو) تم اس پر عمل ہرگز نہیں کرسکو گے (بہتر یہ ہے) تم (کچھ دن) روزے رکھو (کچھ دن) افطار کرو (روزے نہ رکھو) اور رات کو (کچھ حصہ میں) سوؤ اور (کچھ حصہ میں) نماز پڑھو اور ہر مہینہ میں تین دن روزے رکھو (مہینہ بھر کے روزوں کا ثواب ملے گا) اس لئے کہ ایک نیکی کا ثواب دس گنا ملتا ہے اور اس حساب سے یہی (ہر مہینہ میں تین روزے) پورے سال کے روزے ہو گئے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا میں اس سے زیادہ (روزوں) کی طاقت رکھتا ہوں آپ نے فرمایا تو ایک دن روزہ رکھو دو دن افطار کرو (روزہ نہ رکھو) میں نے عرض کیا میں اس سے زیادہ طاقت رکھتا ہوں تو آپ نے فرمایا ایک دن روزہ رکھو ایک دن افطار کرو۔ یہ حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں اور یہی سب سے زیادہ معتدل روزے ہیں اور ایک روایت میں ہے سب سے زیادہ افضل روزے ہیں تو میں نے عرض کیا: میں تو اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں تو اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس سے زیادہ افضل روزے نہیں اور (آخر میں عبداللہ بن عمرو کہا کرتے تھے) بخدا اگر میں نے ہر مہینہ میں تین روزے قبول کر لئے ہوتے جن کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ابتداء) حکم فرمایا تھا تو یہ مجھے اپنے اہل وعیال اور مال سے بھی زیادہ محبوب ہوتا۔

تشریح: اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا مجھے یہ نہیں بتلایا گیا ہے کہ تم روزانہ دن کو روزے رکھتے ہو اور رات بھر قیام کرتے ہو (نماز پڑھتے ہو) میں نے عرض کیا جی ہاں یا رسول اللہ! (صحیح بتلایا گیا ہے) تو آپ نے فرمایا تم ایسا مت کرو (بلکہ) کچھ دن روزے رکھو کچھ دن افطار کرو رات کا کچھ حصہ آرام کرو اور کچھ حصہ نماز پڑھو اس کے بعد فرمایا تحقیق تمہارے جسم کا بھی تمہارے اوپر حق ہے اور بلاشبہ تمہاری آنکھوں کا بھی تمہارے اوپر حق ہے اور بلاشبہ تمہارے آنے والوں (مہمانوں) کا بھی تمہارے اوپر حق ہے (ہمیشہ دن کو روزے رکھنے اور رات بھر قیام کرنے کی صورت میں بلاشبہ ان سب کے حقوق تلف ہوں گے) پھر فرمایا: بلاشبہ تمہارے لئے اتنا کافی ہے کہ تم ہر مہینہ میں تین روزے رکھ لیا کرو (مہینہ بھر کے

روزوں کا ثواب مل جائے گا) اس لئے کہ تمہارے ہر نیک کام (عبادت) کا تمہیں دس گنا ثواب ملے گا (تو اس حساب سے ہر مہینہ میں تین روزے پورے سال کے روزے ہو گئے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں تو میں نے خود ہی سختی کو اختیار کیا اس لئے مجھ پر سختی عائد ہوئی چنانچہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تو اپنے اندر (اس سے زیادہ) طاقت پاتا ہوں آپ نے فرمایا (تو پھر تم اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام) کے روزے رکھو اس سے زیادہ نہ رکھو میں نے عرض کیا: داؤد علیہ السلام کے روزے کیسے تھے؟ آپ نے فرمایا آدھے سال کے روزے (ایک دن روزہ ایک دن افطار کے حساب سے) تو عبداللہ بن عمرو بوڑھا ہو جانے کے بعد کہا کرتے تھے کاش کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تخفیف کو قبول کر لیتا (صیام داؤد ایک دن روزہ ایک دن افطار کی ذمہ داری نہ لیتا)

ایک روایت میں آیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ناگواری کے طور پر) فرمایا: کیا مجھے یہ نہیں بتلایا گیا ہے کہ تم ہمیشہ روزے رکھتے ہو اور رات بھر (نماز میں) قرآن پڑھتے ہو؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں یا رسول اللہ! آپ کو ٹھیک بتلایا گیا ہے مگر میرا ارادہ اس (شب و روز کی عبادت) سے خیر پر ہی مبنی ہے (یعنی نیک نیتی سے میں نے یہ ارادہ کیا ہے) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (نرمی سے) فرمایا: تو تم اللہ کے نبی داؤد (علیہ السلام) کے روزے رکھو اس لئے کہ وہ سب سے زیادہ عبادت گزار تھے اور ہر مہینہ میں ایک قرآن (رات میں) پڑھا کرو (ایک پارہ روزانہ) میں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی میں اس سے زیادہ (قرآن پڑھنے کی) طاقت رکھتا ہوں تو آپ نے فرمایا: تو بیس دن میں ایک قرآن پڑھا کرو (ڈیڑھ پارہ روزانہ) میں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی! میں اس سے زیادہ طاقت رکھتا ہوں تو آپ نے فرمایا: اچھا دس دن ایک قرآن (تین پارے روزانہ) پڑھا کرو میں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی! میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں تو آپ نے فرمایا: اچھا سات دن میں ایک قرآن پڑھا کرو اس سے زیادہ مت پڑھو۔ عبداللہ بن عمرو (آخر عمر میں) کہتے ہیں (میں نے خود ہی سختی اختیار کی اس لئے مجھے سختی اٹھانی پڑ رہی ہے) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں کیا خبر تمہاری عمر زیادہ ہو؟ عبداللہ بن عمرو کہتے ہیں چنانچہ ایسا ہی ہوا جیسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (اور میری عمر کافی دراز ہوئی) چنانچہ اب جب کہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں تو میرا جی چاہتا ہے کہ کیا اچھا ہوتا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رخصت (یعنی ایک مہینہ میں ایک قرآن کو قبول کر لیتا ایک روایت میں ہے آپ نے فرمایا تمہاری اولاد کا بھی تمہارے اوپر حق ہے (وہ کیسے ادا کرو گے) اور ایک روایت میں ہے جس نے ہمیشہ (بارہ مہینے روزانہ) روزے رکھے اس نے روزے نہیں رکھے بلکہ ایک وقت کھانے پینے کی عادت ڈال لی اور ایک روایت میں ہے اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب روزے حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں اور سب سے زیادہ محبوب نماز داؤد علیہ السلام کی نماز ہے وہ آدھی رات سوتے اور ایک تہائی رات نماز پڑھتے اور (آخری) چھٹے حصہ میں (پھر) سو جاتے ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے اور جب دشمنوں سے مقابلہ ہوتا تو پیچھے نہ ہٹتے (اگر وہ روزانہ روزے رکھتے اور رات بھر نماز پڑھتے تو دشمنوں سے مقابلہ کی طاقت نہیں باقی رہ سکتی تھی)۔

ایک اور روایت میں ہے: (عبداللہ بن عمرو کہتے ہیں) میرے والد نے میرا نکاح ایک عالی خاندان خاتون سے کیا تھا اس لئے وہ اپنی بہو (بیٹے کی بیوی) کا خاص طور پر خیال رکھتے

تھے اور شوہر کے متعلق دریافت کرتے تو وہ ان کو جواب دیتی مرد ہونے کے اعتبار سے وہ بہت اچھے مرد ہیں لیکن انہوں نے کبھی ہمارے بستر کو پامال نہیں کیا نہ ہی کبھی ہمارے دل کو ٹٹول کر دیکھنے کی جستجو کی (کہ ہم پر کیا گزر رہی ہے) جب سے میں ان کے گھر آتی ہوں (ان کا طرز عمل یہی ہے) تو جب اس (بے توجہی اور بے خبری کی کیفیت کا زمانہ زیادہ دراز ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ان کو میرے پاس بھیج دو چنانچہ جب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے دریافت فرمایا: تم روزے کس طرح رکھتے ہو؟ تو میں نے عرض کیا ہر روز روزہ رکھتا ہوں آپ نے فرمایا: قرآن کس طرح پڑھتے ہو؟ میں نے عرض کیا: ہر رات کو ایک قرآن ختم کرتا ہوں تو آپ نے وہی ہدایت فرمائی جس کا بیان پہلے گزر چکا ہے (کہ ایک دن چھوڑ کر روزے رکھو اور سات راتوں میں ایک قرآن ختم کرو) چنانچہ دن میں اپنے کسی گھر والے کو (بیوی ہی ہوسکتی ہے) جو ساتواں حصہ (منزل) رات کو پڑھنا ہوتا سنالیا کرتے (دور کرتے) تا کہ رات کو پڑھنا آسان ہو اسی طرح ضعف کی وجہ سے جب دوسرے دن روزہ نہ رکھ پاتے تو جتنے دن کے روزے چھوٹتے ان کو یاد رکھتے اور قوت آ جانے کے بعد ان کی قضا کرتے تا کہ جو معمول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں تھا اور جو کام اپنے ذمہ لیا تھا اس میں فرق نہ آئے۔

(عبداللہ بن عمرو سے متعلق) یہ تمام روایتیں صحیح ہیں بیشتر روایتیں بخاری مسلم دونوں میں مذکور ہیں کچھ روایتیں صرف بخاری یا صرف مسلم میں مذکور ہیں

اس حد اعتدال سے متجاوز بے تحاشا عبادت گزاری سے حضرت عبداللہ بن عمرو کو منع کرنے کا موجب وہی حق تلفیاں ہیں۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! میں آپ سے ہر اس حق سے مانگتا ہوں جو سائلوں کا آپ پر ہے کیونکہ بے شک سائلوں کا آپ پر حق ہے کہ خشکی وتری کے جس کسی بھی غلام یا باندی کی دعا آپ نے قبول فرمائی ہو تو آپ ہمیں بھی ان اچھی دعاؤں میں شریک کر دیجئے جو ہم آپ سے مانگیں۔ اور آپ ہمیں اور انہیں چین دیجئے اور آپ ہماری اور ان کی دعائیں قبول فرمائیے اور یہ کہ آپ ہم سے اور ان سے درگزر کیجئے۔ بے شک ہم اس پر جو آپ نے نازل فرمایا ایمان لائے اور ہم نے رسول کی پیروی کی پس آپ ہمیں بھی شہادت دینے والوں میں شمار فرمالیجئے۔ اے اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام وسیلہ عنایت فرمائیے اور برگزیدہ لوگوں میں آپ کی محبوبیت کر دیجئے اور آپ کا مرتبہ عالی لوگوں میں اور آپ کا ذکر اہل تقرب میں فرما دیجئے۔

اے اللہ! آپ مجھے اپنی طرف سے ہدایت نصیب فرمائیے اور اپنے فضل وکرم سے مستفید کیجئے اور مجھ پر اپنی رحمت کاملہ اور برکات نازل فرمائیے۔

اے اللہ! آپ مجھے بخش دیجئے اور مجھ پر رحم فرمائیے میری توبہ قبول کیجئے کہ آپ ہی بہت توبہ قبول کرنے والے اور بڑے رحم کرنے والے ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ذرا دیر کی غفلت کو بھی نفاق سمجھتے تھے

وعن ابی ربعی حنظلة بن الربیع الاسیدی الکاتب احد کتاب رسول الله صلی الله علیه وسلمقال: لقینی ابوبکر رضی الله عنه فقال: کیف انت یا حنظلة؟ قلت: نافق حنظلة قال: سبحان الله ما تقول؟ قلت: نکون عند رسول الله صلی الله علیه وسلم یذکرنا بالجنة

ترجمہ: حضرت ابوربعی حنظلہ بن الربیع الاسیدی الکاتب سے روایت ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتبوں میں سے ایک تھے وہ کہتے ہیں (ایک دن راستہ میں) ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے میری ملاقات ہوئی تو انہوں نے دریافت کیا (کہو) حنظلہ کیا حال ہے؟ تو میں نے کہا: حنظلہ تو منافق ہوگیا تو انہوں نے (حیران ہوکر) کہا: سبحان اللہ یہ تم کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا (جس وقت) ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوتے ہیں آپ ہمیں جنت (اور جنت میں لے جانے والے اعمال وافعال) دوزخ (اور دوزخ میں لے جانے والے اعمال وافعال) یاددلاتے ہیں تو (ہم پر دنیا ومافیہا سے بے خبری اور خوف ورجا امید وبیم کی دوگونہ کیفیت کی وجہ سے ایسی حالت طاری ہوجاتی ہے جیسے جنت ودوزخ ہمارے سامنے ہیں اور ہم اپنی آنکھوں سے ان کو دیکھ رہے ہیں اور جب ہم آپ کے پاس سے آجاتے ہیں (اور گھر پہنچتے ہیں تو) بیوی بچوں میں اس طرح گھل مل جاتے ہیں یا معاشی مشغلوں میں اس طرح مصروف ہوجاتے ہیں کہ جنت ودوزخ کی بہت سی باتیں بھول جاتے ہیں تو (یہ سن کر) ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا تو خدا کی قسم ہمارا حال بھی بالکل ایسا ہی ہے تو میں اور ابوبکرؓ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روانہ ہوئے جب ہم دونوں حضور علیہ الصلوٰۃ السلام کی خدمت میں پہنچے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! حنظلہ تو منافق ہوگیا فرمایا: یہ کیسے؟ میں نے عرض کیا ہم آپ کے پاس ہوتے ہیں آپ ہمیں جنت (اور جنت میں لے جانے والے اعمال وافعال) اور دوزخ (اور دوزخ میں لے جانے والے اعمال وافعال یاددلاتے ہیں تو ہم پر دنیا ومافیہا سے بے خبری وبیخودی اور امید وبیم کی ایسی دوگونہ حالت طاری ہوجاتی ہے جیسے جنت اور دوزخ ہمارے سامنے ہیں (اور ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں لیکن جب ہم آپ کے پاس سے جاتے ہیں تو بیوی بچوں میں گھل مل جاتے ہیں اور معاشی مشغلوں میں مصروف ہوجاتے ہیں اور جنت ودوزخ کی بیشتر باتیں بھول جاتے ہیں (دنیا اور دنیوی معاملات ہمارے دل ودماغ پر اس طرح مسلط ہوجاتے ہیں کہ ہم جنت ودوزخ سب کو بھول جاتے ہیں) یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلمنے فرمایا قسم ہے اس پروردگار کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اگر تم اسی (دنیا ومافیہا سے بے خبری اور ذکر وفکر میں محویت کی) حالت میں ہمیشہ رہو جس میں میرے پاس ہوتے ہو تو فرشتے تمہارے بستروں پر اور راستوں میں (جاتے آتے) تم سے مصافحے کریں لیکن اے حنظلہ یہ بے خبری کسی کسی وقت اچھی ہے تین مرتبہ یہی فرمایا (ورنہ دنیا اور امور دنیا سے متعلق فرائض کیسے ادا کرسکتے ہو)

تشریح: حضرت حنظلہ اور ابوبکر صدیقؓ نے ظاہر اور باطن اور دل اور زبان کے اختلاف کی طرح قلب کی حالتوں اور کیفیتوں کے اختلاف کو بھی نفاق سمجھ کر اپنے کو منافق سمجھ لیا تھا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس غلط فہمی کو دور بھی فرمایا اور اس کی مصلحت بھی بیان فرمائی کہ اگر دنیا و مافیہا سے لاتعلقی اور بے خبری کی وہی کیفیت ہمہ وقت قائم رہے جو میرے پاس موجودگی کے وقت ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ نے تم پر دنیا اور امور و معاملات دنیویہ سے متعلق جو احکامات واجب اور فرائض عائد کئے ہیں وہ کیسے انجام دیئے جا سکتے ہیں؟ اس لحاظ سے یہ دنیا و مافیہا سے لاتعلقی اور بے خبری کی جستجو بھی حد سے بڑھی ہوئی خدا پرستی اور بے اعتدالی کا نتیجہ ہے اور اس کا نقصان بھی دنیا اور امور و معاملات دنیویہ سے متعلق احکام و فرائض سے محرومی ہے جیسا کہ عبادات میں بے اعتدالی کا نتیجہ حقوق العباد کی حق تلفی ہے جو انتہائی خطرناک ہے جس کی تفصیل آپ پڑھ چکے ہیں مزید وضاحت کے لئے یوں کہئے کہ بظاہر دنیا اور امور دنیویہ سے بے تعلقی اور بے خبری بڑی خوش آیند چیز ہے اور فنا فی اللہ کی منزل تک پہنچانے میں بے حد ممد و معاون معلوم ہوتی ہے اور قرآن حکیم کے اعلان:

ففروا الی اللہ انی لکم منہ نذیر مبین

(سورۃ الذاریات ع:۳ آیت ۵۰)

پس بھاگو اللہ کی جانب بیشک میں اس کی جانب سے واضح طور پر خبردار کرنے والا ہوں

پر عمل کرنے کا پہلا قدم ہے مگر یہ کیفیت اور محویت اگر ہمہ وقت قائم اور کارفرما رہے گی تو وہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کس طرح ادا کئے جا سکیں گے جو اللہ تعالیٰ نے انسان پر ان امور سے متعلق عائد کئے ہیں لیکن کسی کسی وقت اس کیفیت کا قلب پر طاری ہونا بھی بے انتہا ضروری ہے ورنہ انسان صرف سگ دنیا اور خالص دنیا پرست بن کر رہ جائے اور نفس و خواہشات نفس اس پر اس طرح مسلط ہو جائیں کہ حرام و حلال میں فرق اور جائز و ناجائز میں امتیاز کئے بغیر نفس کی اغراض و خواہشات پورا کرنے میں منہمک ہو کر خدا کے خوف اور آخرت کے محاسبہ اور جزاء و سزا سے بالکل بے پرواہ ہو کر نفس اور خواہشات نفس کا پرستار بن جائے۔

افمن اتخذالهه هواه و اضله الله علی علم

تو کیا وہ شخص جس نے اپنی خواہشات نفس کو اپنا معبود بنا لیا ہو (اور اس بنا پر) اللہ نے اس کو جان کر گمراہ بنا دیا ہو (اس کو کوئی ہدایت کر سکتا ہے)

کا مصداق بن جائے اس لئے وقتاً فوقتاً اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنا بھی انتہائی ضروری ہے تا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تذکیر اور یاددہانی کے ذریعہ خدا کا خوف اور آخرت کے محاسبہ اور جزاء و سزا کا ڈر برقرار رہے یعنی خدا کا بندہ اور خدا پرست رہے اور آپ کے پاس سے جا کر ان تمام احکام پر عمل کرے اور ان تمام فرائض کو ادا کرے جو اللہ تعالیٰ نے اس پر عائد کئے ہیں۔

افسوس آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی تو ہمارے درمیان نہیں ہے مگر آپ کے وہ تمام اقوال و افعال جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر سنتے اور دیکھتے تھے وہ سب حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں کتب حدیث کے اندر موجود و محفوظ ہیں۔ انہی کتب حدیث میں سے ایک کتاب یہ بھی ہے جو آپ پڑھ رہے ہیں یہ باور کیجئے اور اس یقین کے ساتھ پڑھئے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہیں اور جنت دوزخ سے متعلق جو تذکیر اور یاددہانی آپ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فرمایا کرتے تھے ہمیں بھی فرما رہے ہیں اگر توفیق الٰہی ہمارے شامل حال ہوئی تو ہم بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرح اس تذکیر و یاددہانی سے

فائدہ اٹھا کر خدا اور رسول کے تمام احکام اور عائد کردہ تمام فرائض ادا کرنے لگیں گے یہی وہ اقتصاد اور میانہ روی ہے۔

گویا نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے سابقہ احادیث میں عملی بے اعتدالی اور اس کی مضرتوں سے آگاہ فرما کر عملی میانہ روی کی تعلیم دی ہے اور اس حدیث میں ذہنی اور فکری بے اعتدالی اور اس کی مضرت سے آگاہ فرما کر ولکن یاحنظلہ ساعة فساعة کے ذریعہ فکری اور ذکری میانہ روی کی تعلیم دی ہے۔

احادیث اور کتب حدیث پڑھنے کی ضرورت

اس لئے ہمارا بھی فرض ہے کہ ہم بھی روزانہ دن میں یارات میں کسی کسی وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تذکیر اور یاددہانی سے متعلق احادیث اسی تصور اور یقین کے ساتھ مطالعہ کیا کریں اور پڑھا کریں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہیں اور آپ ہمیں نصیحت فرما رہے ہیں تو انشاء اللہ العزیز ان احادیث سے کما حقہ فائدہ اٹھاسکیں گے۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! میں آپ سے اہل ہدایت کی سی توفیق، اہل یقین جیسا عمل، اہل توبہ جیسا اخلاص، اہل صبر کی سی ہمت اور اہل خوف کی سی کوشش، اہل شوق کی سی طلب، اہل تقویٰ کی سی عبادت اور اہل علم کی سی معرفت کا سوال کرتا ہوں یہاں تک کہ میں آپ سے ملاقات کروں۔ اے اللہ میں آپ سے وہ خوف مانگتا ہوں جو مجھے آپ کی نافرمانیوں سے روک دے تاکہ میں آپ کی اطاعت کے لئے ایسے عمل کروں جن سے میں آپ کی خوشنودی کا مستحق ہوجاؤں اور تاکہ میں آپ سے ڈر کر آپ کے سامنے خالص توبہ کروں۔ اور تاکہ آپ سے شرما کر میں آپ کے روبرو خلوص کو صاف کروں اور تاکہ میں تمام کاموں میں آپ پر بھروسہ کروں اور میں آپ کے ساتھ نیک گمان کو طلب کرتا ہوں آپ پاک ہیں۔ اے نور کو پیدا کرنے والے۔

اے اللہ! ہمیں ناگہاں ہلاک نہ کیجئے گا اور نہ ہمیں اچانک پکڑیئے گا اور نہ ہمیں کسی حق و وصیت میں غفلت میں رکھئے گا۔

اے اللہ! میری قبر میں وحشت کی جگہ انس پیدا فرما دیجئے۔

اے اللہ! مجھ پر قرآن عظیم کے طفیل رحم فرمایئے اور اسے میرے حق میں رہبر، نور ہدایت اور رحمت بنا دیجئے۔

اے اللہ! میں اس (قرآن) میں سے جو کچھ بھول گیا ہوں وہ مجھے یاد کرا دیجئے اور اس میں سے جو کچھ میں نہ جانتا ہوں وہ مجھے سکھا دیجئے اور مجھے اس کی تلاوت دن رات کے اوقات میں کرنے کی توفیق دیجئے اور

اے پروردگار عالم! اسے میرے لئے حجت بنا دیجئے گا۔

اے اللہ! میں آپ کا بندہ ہوں آپ کے بندہ اور بندی کا بیٹا ہوں۔ ہمہ تن آپ ہی کی مٹھی میں ہوں آپ کے قبضہ میں چلتا پھرتا ہوں آپ ہی کی ملاقات کی تصدیق کرتا ہوں۔ آپ کے وعدہ پر یقین رکھتا ہوں آپ نے مجھے حکم دیا لیکن میں نے نافرمانی کی، آپ نے مجھے روکا، لیکن میں نے اس کا ارتکاب کیا دوزخ سے پناہ لینے کی ہر جگہ آپ کے ذریعہ سے ہے آپ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ آپ پاک ہیں میں نے اپنی جان پر ظلم کیا۔ آپ ہمیں بخش دیجئے بے شک آپ کے علاوہ کوئی گناہوں کو نہیں بخش سکتا۔

شرعاً جائز اور ناجائز نذروں ومنتوں کا حکم

وعن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال: بینما النبی صلی اللہ علیه وسلم یخطب اذا ھو بجرجل قائم فسال عنه فقالوا: ابو اسرائیل نذر ان یقوم فی الشمس ولا یقعد ولا یستظل ولا یتکلم ویصوم فقال النبی صلی اللہ علیه وسلم: مروه فلیتکلم ولیستظل ولیقعد ولیتم صومه (بخاری)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں (ایک دن) اس اثنا میں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے اچانک ایک آدمی کو دیکھا کہ (وہ مسلسل کھڑا ہے تو آپ نے اس کے متعلق دریافت کیا (یہ کون ہے کھڑا کیوں ہے بیٹھتا کیوں نہیں) تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یہ ابواسرائیل ہے اس نے نذر مانی ہے کہ دھوپ میں کھڑا رہے گا نہ بیٹھے گا نہ (کسی چیز کے) سایہ کے نیچے آئے گا نہ بات کرے گا اور روزہ رکھے گا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس سے کہو اس کو چاہئے کہ بات کرے اور (کسی چیز کے) سایہ میں آئے اور بیٹھ جائے اور روزے کو پورا کرے۔

تشریح: اس حدیث سے پہلی حدیثوں میں بے تحاشا عبادت کرنے کا جوش وخروش شرعی عبادات کے دائرہ میں تھا مثلاً مسلسل روزے رکھنا' ساری رات نمازیں پڑھنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان عبادات میں اعتدال اور میانہ روی کی تعلیم دی اور بے اعتدالی سے منع فرمایا۔

مگر اس شخص ابواسرائیل نے محض جہالت کی بنا پر اپنے کو زیادہ سے زیادہ تکلیف پہنچانے کو ہی عبادت سمجھ لیا اس لئے مذکورہ نذر مانی جو پانچ چیزوں پر مشتمل ہے۔

(۱) دھوپ میں کھڑا رہنا (۲) کسی چیز کے سایہ کے نیچے نہ آنا (۳) نہ بیٹھنا (۴) بات نہ کرنا (۵) روزہ رکھنا

ان پانچ چیزوں کے اندر صرف ایک روزہ شرعاً عبادت ہے اس لئے روزے کو پورا کرنے کا حکم فرمایا: (۴) پہلی امتوں میں عبادت تھی اور خاموشی کا روزہ رکھا جاتا تھا شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں چپ رہنا کوئی عبادت نہیں باقی تینوں چیزوں کا مقصد اپنے آپ کو زیادہ سے زیادہ ایذا پہنچانا ہے اس لئے ان چاروں باتوں سے منع فرمایا۔

شریعت محمدیہ میں نذر (یعنی منت صرف انہی چیزوں کی مانی جاسکتی ہے جو ازقبیل عبادات ہوں مثلاً نمازیں پڑھنا' روزے رکھنا اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرنا حج کرنا' قرآن کریم کی تلاوت کرنا' ہمارے اس جہالت کے دور میں بھی اس طرح کی منتیں مانی جاتی ہیں مثلاً کسی زندہ یا مردہ پیر کے نام پر جانور قربان کرنا یا زندہ جانور چھوڑنا وغیرہ اس قسم کی نذریں ماننے پر شدید وعید آئی ہے اور گناہ کبیرہ ہے بلکہ اندیشہ کافر ہوجانے کا بھی ہے۔ العیاذ باللہ من تلک الجہالات (اللہ تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھیں اس قسم کی جہالتوں سے) ناواقف شخص کو منت ماننے سے پہلے کسی عالم یا مفتی سے دریافت کرلینا چاہئے ورنہ ثواب کے بجائے گناہ ہوگا۔

دُعا کیجئے: اے اللہ! ہر تعریف آپ ہی کے لئے سزاوار ہے۔ اور آپ ہی سے شکایت اور فریاد چاہئے اور آپ ہی سے مدد طلب کئے جانے کے قابل ہے۔ اور آپ کے علاوہ (گناہ سے) نہ کوئی بچا سکتا ہے اور نہ کوئی قوت (عبادت کی) دے سکتا ہے۔

نماز تہجد کی قضا اور اس کا وقت

وعن عمر بن الخطاب رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من نام عن حزبه من اللیل او عن شیء منه فقراه ما بین صلاة الفجر و صلاة الظهر، کتب له کانما قراه من اللیل (مسلم)

ترجمہ: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص (دکھ بیماری یا سفر وغیرہ ناگزیر وجوہات کی بنا پر) اپنا رات کا وظیفہ (تہجد کی نماز، قرآن کریم کی تلاوت، اسم ذات کا ذکر وغیرہ معمولات) سب کے سب یا اس میں سے بعض (رات کو نہ کر سکا اور) سو گیا پھر فجر کی نماز اور ظہر کی نماز کے درمیان (یعنی آفتاب بلند ہونے کے بعد سے زوال سے پہلے تک) اس کو پڑھ لیا (یعنی قضا کر لیا) تو اس کے نامۂ اعمال میں لکھ دیا جائے گا کہ گویا اس نے رات کو ہی پڑھا ہے۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک عبادت گزار مسلمان کے لئے پنج وقتہ فرض نمازیں ادا کرنے کے علاوہ رات میں تہجد کی نماز، تلاوت قرآن کریم اللہ اللہ کا ذکر وغیرہ کچھ نہ کچھ معمولات بھی ضرور ہونے چاہئیں اور ان پر پابندی بھی ضرور کرنی چاہئے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔

خیر العمل مادیم علیه و ان قل

بہترین عمل وہ ہے جس کی پابندی کی جائے اگرچہ کتنا ہی تھوڑا ہو۔

اگر کسی ناگزیر مجبوری کی وجہ سے وہ معمولات یا ان میں سے کوئی معمول چھوٹ جائے تو ان کو ایک فرض نماز (فجر) کے بعد سے دوسری فرض نماز (ظہر) کا وقت آنے سے پہلے ادا کر لئے جائیں اللہ تعالیٰ اپنی کریمی سے اس بلا تاخیر قضا کو ادا ہی شمار فرمالیں گے اور مداومت و استقامت میں رخنہ نہ پڑے گا لیکن اگر مزید تاخیر کی یا یہ سمجھ کر کہ نفل ہی تو ہیں اگر ایک رات نہ پڑھیں تو کون سا گناہ ہو جائے گا تو سمجھ لینا چاہئے کہ یہ مکار نفس کا فریب ہے وہ ان معمولات کی عادت چھڑانا اور استقامت کے عظیم مرتبہ اور اجر و ثواب سے محروم کرنا چاہتا ہے اس کے دھوکے میں ہرگز نہ آنا چاہئے اور آفتاب بلند ہونے کے بعد سے زوال سے پہلے تک ضرور پڑھ لینا چاہئے تاکہ معمول میں فرق نہ آئے اور شب بیداری کی عادت نہ چھوٹے۔

قیام لیل (شب بیداری) کی اہمیت

سورۂ مزمل میں جو رات کے بیشتر حصہ قیام لیل کا حکم آپ کو دیا گیا تھا ایک سال تک اس حکم پر عمل کرنے کے بعد آیت کریمہ **فاقرء وا ماتیسر من القران** (پس پڑھ لیا کرو جتنا قرآن آسان ہو) کے ذریعہ قیام لیل میں تخفیف فرمانے کے بعد بھی جس کی تفصیل باب مجاہدہ کے ذیل میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں آپ پڑھ چکے ہیں ارشاد ہے۔

علم ان سیکون منکم مرضی واخرون یضربون فی الارض یبتغون من فضل الله واخرون یقاتلون فی سبیل الله فاقرء وا ما تیسر منه

(سورۃ المزمل ع ۲ آیت ۲۰)

اللہ کو معلوم ہے کہ تم میں کچھ لوگ بیمار بھی ہوں گے اور کچھ لوگ اللہ کا فضل (رزق) حاصل کرنے کی غرض سے (معاشی) سفر بھی کریں گے اور کچھ لوگ اللہ کی راہ میں جنگ بھی کریں گے لہٰذا جتنا تم سے آسانی کے ساتھ ہو سکے (ہر حالت میں) قرآن پڑھ لیا کرو۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اہل ایمان کو بیماری یا سفر تجارت یا سفر جہاد جیسے اعذار کے باوجود بھی کچھ نہ کچھ قیام لیل ضرور کرنا چاہئے اگر چہ چند رکعتیں ہی ہوں اور کتنی ہی مختصر قرأت ہو۔

چنانچہ نہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ صحابہ کرام اور صلحاامت کا بھی معمول رہا ہے کہ وہ کچھ نہ کچھ قیام لیل ضرور کرتے تھے اور تہجد کی نماز پڑھتے تھے اگر کسی رات کو کسی ناگزیر شرعی عذر کی وجہ سے ترک ہو جاتا تو سورج نکلنے کے بعد سے زوال سے پہلے تک اس کی قضا کر لیا کرتے تھے تاکہ عادت نہ چھوٹے اور تساہل نہ پیدا ہو تجربہ شاہد ہے کہ اگر ایک دن بھی قیام لیل (رات میں قیام) یا اس کی قضا دن میں نہ کی جا سکے تو بڑے سے بڑے تہجد گزار مسلمان میں بھی سستی پیدا ہو جاتی ہے اور ہفتوں بلکہ مہینوں تہجد کی نماز کی توفیق نہیں ہوتی اور دوبارہ تہجد کی نماز شروع کرنے میں بڑی دشواری پیش آتی ہے۔

ہماری حالت

لیکن ہم ''وائے برما'' (افسوس ہمارے اوپر) تو باجماعت فرض نمازوں کی پابندی بھی ہم سے نہیں ہوتی اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائیں اور قیام لیل (شب بیداری) کی سعادت اور اس پر مداومت کی توفیق عطا فرمائیں امین ثم آمین۔

جن خوش نصیب مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے قیام لیل (شب بیداری) کی سعادت عطا فرمائی ہو ان کو اس کی قدر کرنی چاہئے اگر کسی مجبوری کی وجہ سے شب کا کوئی معمول چھوٹ جائے تو اس حدیث کے مطابق زوال سے پہلے اس کی قضا کر لینی چاہئے تاکہ مداومت اور استقامت کا مرتبہ حاصل ہو۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! میں آپ کی رضا کی آپکی ناخوشی سے اور آپ کے عفو کی پناہ میں آپ کے عذاب سے پناہ مانگتا ہوں۔ اور میں آپ سے خود آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔ میں آپ کی تعریف پوری طرح کر ہی نہیں سکتا۔ آپ اسی تعریف کے لائق ہیں جو خود آپ نے اپنی ذات کی کی ہیں۔

اے اللہ! ہم اس سے آپ کی پناہ میں آتے ہیں کہ ہم کہیں پھسل جائیں یا کسی کو پھسلائیں یا ہم کسی کو گمراہ کریں، یا ہم کسی پر ظلم کریں یا کوئی ہم پر ظلم کرے یا ہم جہالت کریں یا کوئی ہم سے جہالت کرے یا میں گمراہ ہوں یا کوئی مجھے گمراہ کرے میں آپ کی ذات گرامی کے نور کی پناہ میں آتا ہوں جس نے آسمانوں کو روشن کر رکھا ہے اور اس سے اندھیرے چمک اٹھے ہیں۔ اور اس سے دنیا و آخرت کے کام درست ہیں۔ (پناہ) اس بات سے کہ آپ مجھ پر اپنا غصہ اتاریں یا آپ مجھ پر اپنی ناراضگی نازل کریں اور حق ہے کہ آپ ہی کو منایا جائے یہاں تک کہ آپ راضی ہو جائیں۔ (گناہ سے) نہ کوئی بچاؤ ہے اور (عبادت کی) نہ کوئی طاقت ہے مگر آپ ہی کی مدد سے (یہ ہو سکتا ہے) اے اللہ! میں آپ سے بچہ کی سی نگہبانی چاہتا ہوں۔

اے اللہ! میں دو اندھی برائیوں یعنی سیلاب اور حملہ آور اونٹ سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔

قیام لیل اور نماز تہجد کے پابند لوگوں کو تنبیہ

وعن عبدالله بن عمرو بن العاص رضی الله عنهما قال: قال لی رسول الله صلی الله علیه وسلم : یا عبدالله لا تکن مثل فلان، کان یقوم اللیل فترک قیام اللیل (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے عبداللہ تم فلاں شخص کی مانند مت ہو جانا کہ وہ قیام لیل کیا کرتا (اور تہجد کی نماز پڑھا کرتا) اس کے بعد اس نے قیام لیل چھوڑ دیا۔

تشریح: یہ وہی عبداللہ بن عمرو بن العاص ہیں جن کی حرص عبادت کا تفصیلی حال آپ چودھویں باب کی نویں حدیث میں پڑھ چکے ہیں کہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بمشکل سمجھا بجھا کر صیام داؤد (ایک دن روزہ ایک دن افطار) پر آمادہ کیا تھا اور داؤد علیہ السلام کے ہی قیام لیل (آدھی رات سونا اور دوسری آدھی رات کے ایک حصے میں نماز پڑھنے اور ایک حصہ میں سونے) پر آمادہ کیا تھا اور ہفتہ میں ایک قرآن ختم کرنے کی اجازت دی تھی اور یہی وہ عبداللہ بن عمرو بن العاص ہیں جو آخر عمر میں تمنا کیا کرتے تھے کہ کاش میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی تخفیف (مہینہ بھر میں تین روزے) کو قبول کر لیتا بے اعتدالی کا یہی انجام ہوتا ہے مگر تھے عہد کے پکے آخر عمر میں گو یہ تمنا کرتے تھے مگر جو عہد کیا تھا (ایک دن روزہ ایک دن افطار) اس پر مرتے دم تک قائم رہے اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص طور پر ان کو خطاب کر کے فرمایا ہے کہ تم نے یہ بے اعتدالی اختیار تو کی ہے مگر فلاں شخص کی طرح سب کچھ مت چھوڑ بیٹھنا۔ واللہ اعلم

تہجد کی کتنی رکعتیں قضا کی جائیں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اگر کبھی بیماری کی وجہ سے رات میں کچھ نماز چھوٹ جاتی تو آپ دن میں (زوال سے پہلے) بارہ رکعات پڑھ لیا کرتے تھے۔ (مسلم)

تشریح: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ عملی معمول ہے جس کی اسی باب کی دوسری حدیث میں تعلیم دی ہے فرض نماز اور واجب وتر تو جس طرح بھی پڑھے جاتے رات ہی میں پڑھتے تھے کبھی قضا نہیں کرتے تھے نماز تہجد اگر آپ پر واجب بھی ہو تب بھی نفل (زائد) ہے تہجد کی زیادہ سے زیادہ تیرہ رکعتیں پڑھنا آپ سے ثابت ہے اس لئے بارہ رکعتیں دن میں پڑھ لیا کرتے تھے تیرھویں رکعت نہیں پڑھتے اس لئے کہ پھر ساری نماز وتر (طاق) ہو جاتی اور دن میں بجز مغرب کے وتر (طاق) نماز ثابت نہیں ہے وتر (طاق) نماز تو رات میں ہی پڑھی جاتی ہے واللہ اعلم۔ بہر حال نماز تہجد کی اہمیت اس حدیث سے ثابت ہے اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

فضول سوالات کرنے کی ممانعت

عن ابی هریرة رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: دعونی ما ترکتکم انما اهلک من کان قبلکم کثرة سوالهم، واختلافهم علی انبیائهم فاذا نهیتکم عن شیء فاجتنبوه واذا امرتکم بامر فاتوا منه ما استطعتم (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جب تک میں تمہیں چھوڑوں (یعنی تم سے کچھ نہ کہوں) تم بھی اس وقت تک مجھے چھوڑے رہو (یعنی کسی بھی چیز یا کام کے متعلق مجھ سے سوال نہ کرو) اس لئے کہ تم سے پہلی امتوں کو صرف اسی چیز نے ہلاک کیا ہے کہ وہ اپنے نبیوں سے طرح طرح کے سوالات کثرت سے کیا کرتے تھے (اور ان پر عمل نہیں کرتے تھے) لہٰذا جب میں تم کو کسی چیز (یا کام) سے منع کروں تو تم اس سے دور رہو (اس کے پاس بھی نہ جاؤ) اور جب میں کسی چیز (یا کام) کا حکم دوں تو جہاں تک تم سے ہو سکے اس پر عمل کرو۔

تشریح: اس حدیث کے دو جزو ہیں ایک کثرت سوال سے ممانعت، دوسرے منہیات یعنی ممنوعات و محرمات سے کلی طور پر احتراز کرنا یعنی دور رہنا اور پاس بھی نہ جانا اور مامورات یعنی جن کاموں کے کرنے کا حکم دوں (مثلاً عبادات) جہاں تک تم سے ہو سکے اس پر عمل کرو اس لئے تشریح بھی ہر جزو کی الگ الگ مناسب اور مفید ہے۔

پہلا جزو: نبی دنیا میں بھیجا ہی اس لئے جاتا ہے کہ اپنی امت کو خداوندی احکام بتلائے اور ان پر عمل کرائے وہ دن رات اپنے منصب رسالت و تبلیغ احکام الٰہیہ کی ذمہ داری سے سبکدوش ہونے میں مصروف رہتا ہے لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب تک میں تم کو کسی کام کا حکم نہ دوں تم خاموش رہو اور یقین رکھو کہ اگر کوئی حکم خداوندی ہوتا تو میں ضرور اس سے آگاہ کرتا اور اس پر عمل کراتا تم محض اپنی ذہنی خارش اور عقلی چون وچرا کی بنا پر طرح طرح کے امکانی امور و احتمالات سے متعلق سوالات کہ اگر ایسا ہو تو کیا حکم ہے مت کیا کرو اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحیح حدیث میں فرمایا ہے۔

''مسلمانوں کے حق میں سب سے بڑا مجرم وہ شخص ہے جس کے احمقانہ سوال اور کھود کرید کرنے کی وجہ سے کوئی چیز حرام ہوگئی اگر وہ شخص کھود کرید نہ کرتا اور نہ پوچھتا تو حرام نہ ہوتی''

اس حدیث کا مقصد صرف احمقانہ سوالات اور کھود کرید کرنے والوں کا منہ بند کرنا ہے ورنہ شریعت میں جہاں تک ہمارا علم ہے کوئی بھی ایسی چیز نہیں جو کسی شخص کے دریافت کرنے کی وجہ سے حرام ہوئی ہو اگر وہ دریافت نہ کرتا تو حرام نہ ہوتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس چیز کو بھی حرام یا حلال کیا ہے صرف اللہ تعالیٰ کے حکم سے بذات خود حرام یا حلال کیا ہے جس کے آپ مامور تھے۔

اس کے برعکس آپ نے ایسے سوالات کا جواب دینے سے گریز کیا ہے اور بار بار کے اصرار پر تنبیہ کی ہے اور جواب نہ دینے کی وجہ بھی بیان کی ہے چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا (تقریر کی) اور فرمایا۔

اے لوگو! بیشک اللہ تعالیٰ نے تمہارے اوپر حج فرض کیا ہے لہٰذا تم حج کیا کرو تو ایک شخص نے دریافت کیا ہر سال

؟ (حج کیا کریں) آپ خاموش رہے (اور کوئی جواب نہیں دیا) یہاں تک کہ اس شخص نے تین مرتبہ یہی سوال کیا تو تیسری مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں (تمہارے سوال کے جواب) میں ہاں کہہ دیتا تو (ہر سال) حج فرض ہو جاتا اور یقیناً تم (دور دراز ملکوں سے ہر سال سفر کر کے مکہ نہیں آسکتے تم (ہر سال) حج نہیں کر سکتے اور حکم خداوندی پر عمل کرنے کی پاداش میں پہلی امتوں کی طرح ہلاک ہوتے''

اس کے بعد آپ نے وہی پہلی امتوں کا حشر بیان کیا جو اس باب کی پہلی حدیث میں مذکور ہے۔ اس شخص کا سوال تو پھر بھی کسی درجہ میں دریافت طلب ہے اس لئے کہ یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ جیسے پنجوقتہ نماز میں ہر روز ادا کرنا فرض ہیں رمضان کے روزے رکھنا ہر سال فرض ہے شاید ایسے ہی ہر سال حج ادا کرنا بھی فرض ہو آپ نے سکوت کی وجہ بیان کر دی کہ اللہ تعالیٰ نے عمر میں ایک مرتبہ حج فرض کیا ہے ہر سال نہیں اس سے زیادہ لایعنی اور بیکار سوالات کی مثالیں جن پر آپ کو غصہ بھی آیا ہے آنے والی حدیث میں مذکور ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ''ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی بھی چیز کے متعلق سوال کرنے سے منع کر دیا گیا تھا اس لئے ہمیں اچھا معلوم ہوتا تھا کہ دیہاتیوں میں سے کوئی عقلمند آدمی بطور وفد اپنے قبیلہ کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور آپ سے سوالات کرے اور ہم سنیں چنانچہ اس کے بعد ضمام بن ثعلبہ کا قصہ بیان کیا ہے۔ مسلم ج اول۔

یہاں تک کہ ایک مرتبہ حضرت جبرائیل علیہ السلام ایک غیر معروف اور ناقابل شناخت انسان کی شکل میں صحابہ کی موجودگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور آپ سے ایمان، اسلام احسان وغیرہ سے متعلق صحابہ کے سامنے نہایت اہم اور دقیق سوالات کئے اور آپ نے ان کے نہایت واضح محکم اور تسلی بخش جوابات دیئے اور ان کے جانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ جبرئیل علیہ السلام تھے تم تو سوال کرتے نہیں یہ تم کو دین (کے متعلق سوال کرنے کا طریقہ سکھلانے کے لئے آئے تھے (کہ دین کے متعلق اس طرح سوال کیا کرتے ہیں)

حدیث کے دوسرے جزو کی تشریح

حدیث کا دوسرا جزو نہایت اہم ہے ہر مسلمان کو ہر حالت میں اس کو پیش نظر رکھنا چاہئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں تو جس چیز (یا کام) سے میں تم کو منع کروں اس کو تو بالکل چھوڑ دو (پاس بھی نہ جاؤ) اور جس چیز (یا کام) کا میں حکم دوں اس پر جس قدر تم سے ہو سکے عمل کیا کرو اس سے معلوم ہوا کہ منہیات (یعنی ممنوعات ومحرمات) میں ہو سکنے یا نہ ہو سکنے کا کوئی سوال نہیں ان کو تو کلی طور پر ترک کر دو اور مامورات (وہ کام جن کے کرنے کا آپ نے حکم دیا مثلاً نماز، روزہ، زکوٰۃ حج وغیرہ عبادات) ان پر جس قدر تم سے ہو سکے عمل کیا کرو۔

مامورات اور منہیات میں فرق کی وجہ

اس فرق کی وجہ یہ ہے کہ اگر ممنوع اور حرام چیزوں یا کاموں کو بالکل ترک نہ کیا تو جو بھی مامور عبادات ادا کی جائیں گی اور مامورات پر جتنا بھی عمل کیا جائے گا سب بیکار جائے گا مثلاً ایک شخص ہے جو نہ صرف پنجگانہ فرض نمازیں بلکہ سنتیں اور نوافل بھی تہجد و اشراق کی نمازیں بھی پڑھتا ہے مگر اسی کے ساتھ سود لیتا بھی ہے اور دیتا بھی ہے تمام کاروبار سودی کرتا ہے یا یتیموں کا مال بے دریغ کھاتا ہے یا شراب پیتا بھی ہے پلاتا بھی ہے یا رشوت لیتا ہے غرض حرام وحلال کی پرواہ کئے بغیر روپیہ کماتا ہے یا اسمگلنگ کرتا ہے چور بازاری کرتا ہے یا جوا کھیلتا ہے یا ریس (گھوڑ دوڑ)

میں حصہ لیتا ہے اس کی نمازیں، روزے، صدقہ خیرات، حج وغیرہ غرض کوئی بھی بڑی سے بڑی عبادت وطاعت اس کو حرام خوری کے عذاب سے نہ بچا سکے گی جب تک ان حرام کاموں کو کلی طور پر ترک نہ کرے اور آئندہ نہ کرنے کا پختہ عہد نہ کرے۔ جس کو شریعت میں توبہ کہتے ہیں یہ تمام محرمات وہ نجاستیں ہیں جن کے باقی رہتے نماز پڑھنا ایسا ہی بیکار ہے جیسے ناپاک کپڑے پہنے یا بغیر وضو یا غسل کے ناپاکی کی حالت میں نماز پڑھے ایسی نماز نماز نہیں بلکہ نماز کا مذاق اڑانے کے مترادف ہے بالکل یہی صورت محرمات کو کلی طور پر ترک کئے بغیر عبادت کرنے کی ہے جو حرام خوری یا حرام نوشی یا حرام پوشی کے عذاب سے نہیں بچا سکتی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: پھر آپ نے ایک شخص کا ذکر فرمایا جو (جہاد یا حج وعمرہ کے لئے) دور دراز سفر کرتا ہے سر کے بال پراگندہ ہیں جسم غبار آلود ہے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر دعا مانگتا ہے اے پروردگار! اے پروردگار! حالانکہ جو کھایا ہے وہ حرام ہے جو پیا ہے وہ حرام ہے جو پہنے ہوئے ہے وہ حرام ہے جو غذا ملی ہے وہ حرام ہے تو اس کی دعائیں کہاں قبول ہوسکتی ہیں۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جب تک حرام خوری اور حرام پوشی اور گناہوں اور معصیتوں کو کلی طور پر ترک کرکے اور ان تمام غلاظتوں اور ناپاکیوں سے خود کو پاک وصاف کرکے ہی اللہ تعالیٰ کی عبادت وطاعت نہ کی جائے گی اللہ تعالیٰ کے ہاں ہرگز قابل قبول نہ ہوگی اور جہنم کی آگ سے نہیں بچا سکے گی تھوڑی ہو یا بہت صرف فرائض ہوں یا نوافل ومستحبات سمیت، اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جن کاموں کے کرنے کا میں تمہیں حکم دوں ان پر جتنا تم سے ہوسکے عمل کرو یعنی تم حرام کاموں یا چیزوں سے اور گناہوں اور نافرمانیوں سے کلی طور پر دور رہ کر جتنا بھی مامورات (عبادات وطاعات) پر عمل کروگے قابل قبول اور مفید ہوگا تھوڑا ہو یا بہت۔ تقویٰ کے باب میں بیان کیا جاچکا ہے کہ تخلی عن الرذائل کے بغیر تحلی بالفضائل ممکن نہیں یعنی رذیلتوں سے پاک وصاف ہوئے بغیر فضیلتوں سے آراستہ ہونا ممکن نہیں یہی تقویٰ کے معنی ہیں اسی کتاب میں باب تقویٰ کو دوبارہ پڑھ لیجئے تاکہ ہر وقت پیش نظر رہے۔

دعا کیجئے: اے اللہ! بہ طفیل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جو آپ کے نبی ہیں بہ طفیل ابراہیم علیہ السلام کے جو آپ کے خلیل ہیں اور بہ طفیل موسیٰ علیہ السلام کے جو آپ کے کلیم ہیں۔ بہ طفیل عیسیٰ علیہ السلام کے جو روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں۔ بہ طفیل کلام حضرت موسیٰ علیہ السلام اور انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام زبور حضرت داؤد علیہ السلام اور فرقان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اور بہ طفیل ہر اس وحی کے جسے آپ نے بھیجا ہو یا ہر حکم کے جسے آپ نے جاری فرمایا ہو۔ اور بہ طفیل ہر سائل کے جس کو آپ نے دیا ہو، بہ طفیل ہر محتاج کے جس کو آپ نے غنی کیا ہو۔ بہ طفیل ہر غنی کے جسے آپ نے محتاج کیا ہو اور ہر گمراہ کے طفیل جسے آپ نے ہدایت دی ہو اور میں آپ سے بہ طفیل آپ کے اس نام کے جس کو آپ نے زمین پر رکھا تو وہ ٹھہر گئی آسمانوں پر رکھا تو وہ قرار پکڑ گئے۔ پہاڑوں پر رکھا تو وہ جم گئے اور میں آپ سے بہ طفیل اس نام کے کہ وہ پاک ہے اور ستھرا ہے اور آپ کی کتاب میں آپ کی طرف سے نازل ہوا ہے بہ طفیل آپ کے اس نام کے جسے آپ نے دن پر رکھا تو وہ روشن ہوگیا۔ رات پر رکھا تو وہ اندھیری ہوگئی بہ طفیل آپ کی عظمت آپ کی بڑائی، اور آپ کے نور ذات کے درخواست کرتا ہوں آپ مجھے قرآن عظیم نصیب فرمائیں اور اسے میرے گوشت، خون، میری قوت سماعت وبصارت میں پیوست فرمادیجئے اور میرے جسم کو اس پر اپنی قدرت وقوت سے عامل بنادیجئے پس بے شک (گناہ سے) بچاؤ اور (نیکی) کی کوئی قوت نہیں مگر آپ ہی کے ذریعے سے (یہ ہوسکتا ہے)

سنت کی پیروی اور بدعتوں سے بچنے کی تاکید

عن ابی نجیح العرباض بن سارية رضى الله عنه قال: وعظنا رسول الله صلى الله عليه وسلم موعظة بليغة وجلت منها القلوب وذرفت منها العيون فقلنا: يارسول الله كانها موعظة مودع فاوصنا قال: اوصيكم بتقوى الله والسمع والطاعة وان تامر عليكم عبد

ترجمہ: حضرت ابونجیح عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں وعظ فرمایا جس سے ہمارے دل لرز گئے اور آنکھیں اشک ریز ہوگئیں تو ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول یہ (وعظ) تو گویا ایک (دنیا سے) رخصت ہونے والے کا سا وعظ ہے لہٰذا آپ ہمیں وصیت فرمایئے آپ نے ارشاد فرمایا میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنے کی وصیت کرتا ہوں اور مسلمانوں کے امیر (حکمران) کی بات سننے اور اس کی اطاعت کرنے کی وصیت کرتا ہوں اگرچہ کوئی حبشی غلام ہی تم پر مسلط ہوجائے (تب بھی تم اس کی اطاعت کرنا) اور بلاشبہ تم میں سے جو شخص (میرے بعد) زندہ رہے گا وہ (امت میں) بکثرت اختلاف دیکھے گا تو تم میری سنت (کی پیروی) کو اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین (کی سنت کی پیروی) کو اپنے اوپر لازم کرلینا اور اس سنت کو دانتوں سے پکڑے رہنا اور تم (دین میں) نئے نئے امور (بدعتوں) سے بے حد بچنا (اور دور رہنا) اس لئے کہ ہر بدعت (دین میں نئی چیز) گمراہی ہے۔

تشریح: اس حدیث کے بھی کئی جزو ہیں ا۔ اول یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بعد مسلمانوں کو تقویٰ اللہ کی وصیت فرماتے ہیں تقویٰ کی حقیقت گذشتہ حدیث کے ذیل میں آپ پڑھ چکے ہیں اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ہر قسم کی عبادات کی قبولیت کو صرف متقین کے اندر منحصر فرماتے ہیں گویا تقویٰ کے بغیر کوئی عبادت مقبول نہیں ارشاد ہے۔

انما يتقبل الله من المتقين (المائدہ: ۲۷)

اس کے سوا نہیں کہ اللہ پاک تو صرف متقین کی (عبادتیں) قبول فرماتے ہیں۔

۲۔ دوسری وصیت: امیر المسلمین کی اطاعت سے متعلق ہے کہ اگرچہ کوئی امیر شریعت کے اصول کے خلاف محض اپنی قبائلی یا افرادی طاقت یا فوجی طاقت کے زور سے تم پر مسلط ہوجائے تب بھی تم اس کی اطاعت کرو بشرطیکہ وہ مسلمانوں کو خلاف شرع کاموں پر مجبور نہ کرے اس لئے کہ ایسے متغلب (زبردستی امیر) کے خلاف محاذ آرائی خانہ جنگی کے مترادف ہے جو مسلمانوں کے جان و مال کی تباہی کا موجب ہے ہاں اگر وہ شریعت کے قطعی امور کے خلاف کام کرنے پر مسلمانوں کو مجبور کرے تو اس کے خلاف مسلمانوں کو متحد و متفق ہوکر بغاوت کرنا جائز ہے۔

بہرحال امیر المسلمین جیسا بھی ہو اس کی اطاعت نہ کرنا حکم نہ ماننا اپنی اور قوم کی تباہی کو دعوت دینے کے مترادف ہے اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کے مطابق امیر المسلمین کی ''سول نافرمانی'' ناجائز ہے۔

۳۔ تیسری وصیت میں اول آپ امت کے داخلی اختلافات کی پیشنگوئی فرماتے ہیں جس سے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی وفات اور حضرت عمرؓ کی شہادت کے بعد ہی امت مسلمہ کو سابقہ پڑا ہے اور آدھی صدی بھی نہ گزری تھی کہ عالم اسلام انہی

اختلافات اور باہمی خانہ جنگیوں میں تباہ ہونا شروع ہو گیا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت اور حضرت علی کے خلاف محاذ آرائی اور جنگ جمل جنگ صفین جیسی ہولناک لڑائیاں ہوئیں جن کے نتیجہ میں دو طرفہ ہزاروں صحابہ شہید ہوئے۔

ایسے پر آشوب اور پر فتن زمانہ میں اللہ کے رسول امت کو اپنی سنت کی پیروی اور اپنے خلفائے راشدین کی سنت کی پیروی پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہنے کی وصیت فرماتے ہیں کہ ایسے افراتفری کے زمانہ میں بھی قطعی طور پر دنیا اور آخرت کی فلاح کا واحد راستہ یہی ہے اس لئے کہ کتاب اللہ کے بعد سنت رسول اللہ واجب العمل ہے اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سنت خلفائے راشدین بھی باجماع اہل سنت والجماعت واجب العمل ہے۔

اور چودہ صدیاں گزر جانے کے بعد ہمارے اس خدا ناآشنا اور خدا فراموش زمانہ میں بھی ہمارا فرض ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور دنیا و آخرت کی فلاح کے معاملہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے ساتھ ہی خلفائے راشدین اور صحابہ کرام کی سنت کو بھی دانتوں سے پکڑے رہیں اس لئے کہ انہی حضرات کے سامنے قرآن نازل ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق انہی حضرات کو قرآن کے معانی، حقائق ودقائق اور احکام بتلائے اور سمجھائے جو حدیث کی کتابوں میں بحمد اللہ محفوظ وموجود ہیں اور ہم نظام شریعت کے لئے ادھر ادھر بھٹک رہے ہیں اور ہماری اس حالت پر تعجب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وکیف تکفرون وانتم تتلیٰ علیکم ایت اللہ وفیکم رسولہ (النسا:۱۰۱)

اور تم کیسے کافر ہوئے جا رہے ہو درآں حالیکہ اللہ تعالیٰ کی آیتیں تمہارے سامنے پڑھی جا رہی ہیں اور اس کا رسول تمہارے درمیان موجود ہے (اس کا ہر قول وفعل کتب حدیث میں موجود ہے) اللہ تعالیٰ ہماری حالت پر رحم فرمائیں آمین ثم آمین۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! آپ ہمیں اپنی خفیہ گرفت کی طرف سے بے فکر نہ کر دیں اور نہ ہمیں اپنی یاد سے غافل ہونے دیں اور نہ ہماری پردہ دری کریں اور نہ ہمیں غافلوں میں سے کیجئے۔

اے اللہ! میں آپ سے عافیت عاجلہ، بلائے دفعیہ اور دنیا میں آپ کی طرف منتقل ہونے کی درخواست کرتا ہوں۔

اے وہ (ذات) کہ سب کے عوض کافی ہے اور اس کے عوض کوئی بھی کافی نہیں اے بیکسوں کے والی، اے بے سہاروں کا سہارا۔ (سب سے) امیدیں ختم ہو چکی ہیں مگر آپ سے (باقی ہیں) مجھے اس حال سے جس میں کہ میں ہوں نجات دیجئے اور جو بلا کہ نازل ہو چکی ہے اس کے مقابلہ میں میری مدد فرمائیے اپنی ذات پاک اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حق کے طفیل میں جو آپ پر ہے۔ آمین۔ اے اللہ! میری نگہبانی اس آنکھ سے کیجئے جو کبھی سوتی نہیں۔ اور مجھے اپنی اس قوت کی آڑ میں لے لیجئے جس کے پاس کوئی بھٹک نہیں سکتا۔ مجھ پر اپنی اس قدرت سے رحم فرمائیے جو آپ کو مجھ پر حاصل ہے تاکہ میں ہلاک نہ ہو جاؤں اور آپ ہی میری امید گاہ ہیں آپ نے کتنی ہی نعمتیں مجھے دیں اور میرا شکران کے لئے کم ہی رہا۔ اور کتنی مصیبتیں ہیں جن میں آپ نے مجھے مبتلا کیا اور میرا صبر ان پر کم ہی رہا۔ پس اے وہ کہ اس کی نعمت کے وقت میرا شکر کم رہا پھر بھی مجھے محروم نہ کیا اور اے وہ کہ اس کے ابتلا کے وقت میرا صبر کم رہا پھر بھی اس نے میرا ساتھ نہ چھوڑا اور اے وہ کہ مجھے گناہوں پر دیکھا پھر بھی مجھے رسوا نہ کیا۔

سنت سے انکار جنت سے انکار کے مترادف ہے

عن ابی هريرة رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله عليه وسلم قال: كل امتی يدخلون الجنة الا من ابی قيل: ومن يابی يارسول الله؟ قال: من اطاعنی دخل الجنة، ومن عصانی فقد ابی (بخاری)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت تمام امتوں سے پہلے جنت میں داخل ہوگی سوائے اس شخص کے جو (جنت میں داخل ہونے سے ہی) انکار کرے صحابہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! جنت میں داخل ہونے سے بھی کوئی شخص انکار کرے گا؟ آپ نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی (حکم مانا) جنت میں داخل ہوگیا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے جنت میں داخل ہونے سے انکار کردیا۔

تشریح: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

ومآ ارسلنا من رسول الا ليطاع باذن الله (النساء:۶۴)

ہم نے ہر رسول کو اسی لئے بھیجا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اذن سے (حکم سے) اس کی اطاعت کی جائے۔

گویا جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے انکار کرتا ہے وہ مقصد خداوندی کو چیلنج کرتا ہے کہ دیکھ میں تیرے رسول کی اطاعت سے انکار کرتا ہوں قہر خداوندی ایسے فرعون بے سامان کو کب چھوڑ سکتا ہے اگر کسی مصلحت کے تحت اس دنیا میں اس کی گردن نہ توڑے تو آخرت میں تو اسے ایسا عذاب دے گا کہ **لايعذب عذابه احد** (اس کے عذاب جیسا عذاب کوئی (کسی کو) نہ دے گا۔

واضح رہے کہ عربی زبان میں ابا ذلت کو قبول کرنے سے انکار کو کہتے ہیں گویا اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرنے والا آپ کی فرمانبرداری کو اپنی توہین سمجھتا ہے اس لئے انکار کرتا ہے اسی طرح جنت میں داخل ہونے کو بھی اپنی شان کے خلاف سمجھتا ہے اسی لئے اس سے بھی انکار کرتا ہے ایسے مغرور وسرکش کی سزا یہی ہے کہ ان پر آگ کے کوڑے برسائے جائیں **فصب عليهم ربک سوط عذاب** (سورۃ الفجر آیت ۱۳) (پس تیرے رب نے ان پر عذاب کے کوڑے برسائے) اسی لئے قرآن کریم کی آیات میں سے نویں آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے خلاف کرنے والوں کو فتنہ یا عذاب الیم سے خبردار کیا گیا ہے۔

دُعا کیجئے

اے ایسے احسان کرنیوالے جس کا احسان کبھی ختم نہ ہو اور اے ایسے نعمتوں والے کہ جس کی نعمتیں کبھی شمار نہ ہوسکیں میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی آل پر رحمت کاملہ نازل فرمایئے میں آپ ہی کے زور پر دشمنوں اور زورآوروں کے مقابلہ میں بھڑ جاتا ہوں۔

سنت پر از راہ تکبر ونخوت عمل نہ کرنے والے کی سزا

عن ابی مسلم وقیل: ابی ایاس سلمة بن عمر بن الاکوع رضی الله عنه ان رجلا اکل عند رسول اللهصلی الله علیه وسلم بشماله فقال: کل بیمینک قال: لا استطیع قال: لا استطعت ما منعه الا اکبر فما رفعها

ترجمہ: حضرت ابومسلم خولانی رضی اللہ عنہ سے یا بقول بعض حضرت ابوایاس سلمہ بن عمرو بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم (کے دسترخوان پر) بائیں ہاتھ سے کھانا شروع کیا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہا ''دائیں ہاتھ سے کھاؤ'' اس نے کہا میں (دائیں ہاتھ سے) نہیں کھا سکتا آپ نے فرمایا (خدا کرے) تو نہ کھا سکے (یہ بددعا آپ نے اس لئے دی) کہ صرف اس کے غرور اور تکبر نے اس کو (آپ کی سنت پر عمل کرنے اور آپ کی بات ماننے سے) منع کیا تھا اور نہ وہ اس وقت دائیں ہاتھ سے کھا سکتا تھا) چنانچہ (آپ کی بددعا کے بعد) اس کو مرتے دم تک) دائیں ہاتھ کو اٹھانا نصیب نہ ہوا (دایاں ہاتھ شل ہو کر رہ گیا)

تشریح: رسول اللہ کی سنت پر عمل کرنے کو اپنی شان کے خلاف اور اپنی توہین سمجھ کر انکار کرنے کا مصداق آپ کے زمانہ میں یہ شخص تھا چنانچہ اس پر ایسی مار پڑی کہ ہاتھ شل ہو کر رہ گیا اور مرتے دم تک نہ اٹھا سکا۔

ہمارا زمانہ:

ہمارے اس خداشناس زمانہ میں تو ایسے سر پھرے سرکش لوگ بے شمار ہیں خاص کر جدید تہذیب (یورپین تہذیب) کے پرستار اگر ان سے کہا جائے ''کھانا بیٹھ کر کھانا سنت ہے سنت کا خلاف نہ کرو بیٹھ کر کھاؤ بسم اللہ کہہ کر کھاؤ پلیٹ کو صاف کرو'' یا بھرا ہوا ٹھنڈے پانی کا گلاس پھینک دیں گے صرف اس لئے کہ اس میں سے ایک دو گھونٹ کسی مسلمان نے یا ان کے والد بزرگوار نے پی لئے پیالی میں دو گھونٹ چائے یا لیمن وغیرہ کی بوتل میں دو چار گھونٹ ضرور چھوڑ دیں گے لاکھ ان کو سمجھایئے کہ ''خلاف سنت ہے ایسا مت کرو'' انتہائی متکبرانہ انداز میں اونھ کہہ کر منہ پھیر لیں گے گردن موڑ لیں گے بڑبڑائیں گے ''یہ سب پرانے خیالات اور دقیانوسی تہذیب ہے آج کل اسلامی تہذیب یہ ہے جو ہمیں یورپین قوموں کی خوشہ چینی (بوٹ چاٹنے) سے ملی ہے'' انگریز کے بچے بنے ہوئے ہیں پوری نئی تعلیم یافتہ اور تہذیب آموختہ نسل انگریز کی نقالی میں سنن وآداب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنے کو اپنی شان کے خلاف اور اپنی توہین سمجھ رہی ہے یہ سب اس حدیث کا مصداق ہیں خدا ان پر رحم کرے کسی آفت یا دردناک عذاب میں مبتلا نہ ہو جائیں۔

حضرت ابوعبداللہ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنا آپ فرما رہے تھے تم اپنی (نماز کی) صفوں کو ضرور سیدھا (برابر) کر لو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے چہروں (یعنی دلوں) کے درمیان (ایسی ہی) مخالفت ڈال دیں گے (جیسی تمہاری صفوں میں ہے) بخاری ومسلم

اور مسلم کی ایک روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (نماز شروع کرنے سے پہلے) ہماری صفوں کو اس طرح برابر کیا کرتے تھے کہ گویا آپ ان صفوں سے تیر کی لکڑیاں سیدھی کر رہے ہیں یہاں تک کہ جب آپ نے محسوس کیا کہ ہم (صفوں کو سیدھا کرنا) سمجھ گئے ہیں (تو یہ اہتمام ترک کر دیا) پھر ایک دن (نماز پڑھانے کے لئے) باہر تشریف لائے اور (مصلے پر) کھڑے ہوئے اور قریب تھا کہ آپ اللہ اکبر کہیں تو دیکھا کہ ایک شخص کا سینہ آگے کو نکلا ہوا ہے اس لئے کہ وہ صف میں برابر نہیں کھڑا تھا تو آپ نے (بطور تنبیہ) فرمایا اے اللہ کے بندو! یا تم اپنی صفوں کو برابر کر لو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے چہروں (یعنی دلوں) کے درمیان مخالفت ڈال دیں گے۔

نماز میں صفوں کو سیدھا رکھنا سنت ہے اور پروردگار کے حضور میں خشوع وخضوع کے ساتھ صف بستہ کھڑے ہونا آداب صلوٰۃ میں سے ہے اگرچہ بظاہر یہ صرف ایک ظاہری اور جسمانی عمل ہے مگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ تمہارے اس ظاہری عمل کا باطنی اثر یہ ہے کہ نماز کا یہ اتحاد واتفاق مسلمانوں کی تمام تر اسلامی اور اجتماعی زندگی پر اثر انداز بلکہ سنگ بنیاد ہے جو لوگ رب العالمین کے حضور میں باہمی اختلاف کا مظاہرہ کرنے سے باز نہیں آسکتے تو یاد رکھو تمہاری قومی اور اجتماعی زندگی باہمی اختلافات اور باہمی مخالفتوں سے محفوظ نہیں رہ سکتی جب تم خدا کے گھر میں خدا کے سامنے باہمی اجتماع کے وقت باہمی اختلافات اور باہمی مخالفت کا مظاہرہ کر رہے ہو تو کیسے ممکن ہے کہ تم مسجد سے باہر اس سے باز آسکو اس کے معنی یہ ہیں کہ تمہارے دلوں میں خدا کا خوف مطلق نہیں پھر تمہارے دلوں میں اسلامی اخوت ومحبت اور اتحاد واتفاق کیسے اور کون پیدا کر سکتا ہے۔ بہرحال اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ظاہر کا اثر باطن پر ضرور پڑتا ہے۔

ہماری نمازیں

ہم تو مسجد کو خدا کا گھر اور نماز میں کھڑے ہونے کو احکم الحاکمین کے حضور میں پیش ہونا سمجھتے ہی نہیں بچپن سے جو عادت پڑی ہوئی ہے اس کے تحت ایک رسمی چیز سمجھ کر حسب عادت مسجد میں چلے جاتے ہیں اور امام کے پیچھے اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں نہ ہمیں یہ خبر ہوتی ہے کہ امام کیا پڑھ رہا ہے اور ہم کیا کر رہے ہیں بے روح اور بے جان رکوع سجدے کرتے رہتے ہیں صحیح معنی میں کہئے ٹکریں مارتے رہتے ہیں سلام پھیرنے کے بعد دنیا بھر کے افکار وخیالات جیسے لے کر گئے تھے ویسے ہی لئے ہوئے مسجد سے باہر آجاتے ہیں اور سمجھ لیتے ہیں کہ ہم نماز پڑھ آئے ایسی بے جان اور بے روح نمازیں ہماری انفرادی اور اجتماعی زندگی میں کوئی انقلاب نہیں پیدا کر سکتیں۔

ہماری یہ حالت صرف نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات اور نمازوں کے آداب وسنن سے ناواقف اور بے بہرہ ہونے کا نتیجہ ہے۔

دُعا کیجئے: اے اللہ! دنیا کو میرے دین پر مددگار بنا دیجئے اور تقویٰ کو میری آخرت پر مددگار بنا دیجئے میری ان چیزوں کا جو میری آنکھوں سے دور ہیں آپ ہی محافظ رہئے اور ان چیزوں میں جو میرے پیش نظر ہیں تو مجھے میرے نفس کے حوالہ نہ کیجئے۔ اے وہ کہ نہ اسے گناہ نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نہ اسکے ہاں مغفرت کی کوئی کمی ہے۔ مجھے وہ چیز عنایت فرمائیے جو آپ کے ہاں کمی نہیں کرتی۔ مجھے وہ چیز معاف کر دیجئے جو آپ کو نقصان نہیں پہنچاتی۔ بے شک آپ ہی بڑے دینے والے ہیں۔ میں آپ سے فوری کشائش، صبر جمیل، رزق وسیع اور جملہ بلاؤں سے امن کی درخواست کرتا ہوں اور میں آپ سے عافیت کی ہمیشگی اور اس عافیت پر توفیق شکر کا سوال کرتا ہوں اور میں آپ سے مخلوق کی طرف سے بے احتیاجی مانگتا ہوں آپ بزرگ وبرتر کے علاوہ نہ کوئی (گناہوں سے) بچاؤ ہے اور نہ کوئی (اطاعت کی) قوت ہے۔

سونے کے وقت آگ بجھا دیا کرو

عن ابی موسی رضی الله عنه قال: احترق بیت بالمدینة علی اهله من اللیل فلما حدث رسول الله صلی الله علیه وسلمبشانهم قال: ان هذه النار عدو لکم فاذا نمتم فاطفؤها عنکم(متفق علیه)

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) مدینہ میں ایک گھر میں آگ لگی گھر والوں سمیت سب کچھ جل گیا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ان لوگوں کا حال بیان کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا یہ آگ تمہاری دشمن ہے لہٰذا جب تم سویا کرو تو اس کو بجھا دیا کرو۔

تشریح: یہ حدیث ان آداب وتعلیمات نبوی میں سے ہے جن کی رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ازراہ شفقت اپنی امت کو تعلیم دی ہے گویا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم صرف احکام الٰہی (مامورات ومنہیات) ہی کی تعلیم نہیں دیتے اور جہنم کی آگ سے ہی نہیں بچاتے ہیں بلکہ دنیاوی فلاح و بہبود کی تعلیم بھی دیتے ہیں تمام دنیا اس پر متفق ہے کہ آگ انسان کی ایسی دشمن ہے کہ چشم زدن میں انسانوں کے جان ومال اور املاک کو پھونک کر رکھ دیتی ہے اس کی ایذا رسانی اور مضرت ونقصان رسانی سے بچنے کا واحد راستہ یہ ہے کہ اسے جلد از جلد بجھا دیا جائے اسی لئے دنیا کے تمام چھوٹے بڑے ملکوں کی حکومتوں نے بڑے بڑے کوہ شکن فائر بریگیڈر (آگ بجھانے والے انجن) اور عملہ کے ہر وقت تیار رہنے کا اہتمام کیا ہوا ہے اطلاع ملتے ہی چند منٹ میں پہنچ کر گھنٹوں یا دنوں میں آگ کو بجھا دیتے ہیں مگر آگ لگنے سے بچانے کا واحد راستہ یہ ہے کہ ان حکیمانہ آداب وتعلیمات نبوت پر عمل کیا جائے اور ضرورت پوری ہونے کے بعد بجھا دی جائے تو نہ آگ لگے گی نہ جان ومال کا نقصان ہوگا۔

امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے تین طبقے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو ہدایت اور علم دے کر اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے (اور میں نے اس کو لوگوں تک پہنچایا ہے) اس کی مثال ایسی ہے جیسے زمین پر خوب (موسلا دھار بارش ہوتی ہے تو زمین کے کچھ قطعے ایسے عمدہ اور حاصل خیز ہوتے ہیں کہ بارش کا سارا پانی جذب کر لیتے ہیں اور ان میں ہر طرح کی خشک وتر پیداوار (غلہ پھول اور پھل) اور گھاس چارہ خوب فراوانی کے ساتھ پیدا ہوتا ہے اور کچھ ایسے شور نشیبی خطے ہوتے ہیں کہ بارش کے پانی کو اپنے اندر صرف روک لیتے ہیں (اور پانی بڑے بڑے تالابوں اور جھیلوں کی شکل میں جمع ہو جاتا ہے) جس سے اللہ لوگوں کو نفع پہنچاتا ہے لوگ خود بھی پیتے ہیں مویشیوں کو بھی پلاتے ہیں اور کھیتیوں کو بھی سیراب کرتے ہیں اور کچھ قطعے ایسے سنگلاخ چٹیل میدان ہوتے ہیں کہ نہ بارش کے پانی کو روکتے اور جمع کرتے ہیں اور نہ شور ہونے کی وجہ سے ان میں کچھ اگتا ہے۔

پس یہ (پہلی) مثال ہے ان لوگوں کی جو اللہ کے دین میں سمجھ پیدا کرتے ہیں اور جو ہدایت اور علم ان کو میرے ذریعہ پہنچا اس کو خود بھی حاصل کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی اس کی تعلیم دیتے ہیں اور یہ (آخری) مثال ہے ان لوگوں کی جنہوں نے

(از راہ تکبر) نہ اس علم وہدایت کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھا جو اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ بھیجا اور نہ اس کو قبول کیا۔

تشریح: حدیث کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ بہت بڑا احسان وانعام ہے کہ اس نے رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو (حسب وعدہ ہدایت وعلم لے کر اپنے بندوں کے پاس بھیجا لیکن آپ کی ہدایت سے نفع اٹھانے والے دو قسم کے لوگ ہیں ایک وہ علماء عاملین جنہوں نے اس علم وہدایت پر خود بھی عمل کیا اور اپنے اعمال صالحہ کے ذریعہ اپنی زندگی کو بھی سرسبز وشاداب بنایا اور دوسروں کی زندگی کو بھی تعلیم وتربیت کے ذریعہ سرسبز وشاداب بنایا بالکل اسی طرح جیسے باران رحمت خداوندی ہے مگر اس بارش سے نفع اٹھانے والے زمین کے خطے اپنی صلاحیتوں کے اعتبار سے مختلف قسم کے ہوتے ہیں بعض خطوں کی زمین نہایت عمدہ اور حاصل خیز ہوتی ہے وہ اس بارش سے خوب پھولتے پھلتے اور سرسبز وشاداب ہوتے ہیں اور خلق خدا کو ان سے جسمانی غذا حاصل ہوتی ہے اور بعض خطوں کی زمین شور اور بنجر ہونے کی وجہ سے خود تو کچھ نہیں اگاتی مگر وہ خطے اس بارش کو ضائع نہیں ہونے دیتے بلکہ ندی نالوں اور بڑے بڑے تالابوں اور جھیلوں کی شکل میں بارش کے تمام پانی کو جمع کر لیتے ہیں اور لوگ اس پانی کو پیتے پلاتے اور کھیتوں کو سیراب کرتے ہیں خلق خدا اس پانی سے حسب ضرورت منتفع ہوتی رہتی ہے (یہ وہ علماء اور واعظین ہیں جو خود تو عمل نہیں کرتے مگر دوسروں کو اپنے علم سے فائدہ پہنچاتے ہیں) اور کچھ خطے ایسے سنگلاخ اور چٹیل میدان ہوتے ہیں کہ نہ خود اس پانی سے نفع اٹھاتے ہیں نہ ہی پانی کو روکتے اور جمع کرتے ہیں تمام پانی ضائع جاتا ہے یہ وہ مغرور ومتکبر اور سرکش لوگ ہوتے ہیں جو بربنا عناد نہ خود اس علم ہدایت سے فائدہ اٹھاتے ہیں نہ دوسروں کو فائدہ پہنچاتے ہیں۔

بہرحال لوگوں کے تین طبقے ہیں ایک علماء عاملین اور دوسرے وہ حاملین علم جو اپنے علم سے خود تو فائدہ نہیں اٹھاتے مگر مسلمانوں کو اپنے علم سے فائدہ ضرور پہنچاتے ہیں تیسرے وہ منکرین ومتکبرین جو از راہ عناد نہ خود ایمان لاتے ہیں نہ دوسروں کو ایمان لانے دیتے ہیں۔

یہ علم وہدایت جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر قرآن وحدیث کی صورت میں موجود ومحفوظ ہے علم اور عمل کے ذریعہ اس کی حفاظت مسلمانوں کا فرض ہے کہ خود بھی عمل کریں دوسروں سے بھی عمل کرائیں۔

دُعا کیجئے: اے اللہ! میرے باطن کو میرے ظاہر سے بہتر بنا دیجئے اور میرے ظاہر کو اچھا بنا دیجئے۔
اے اللہ! میں آپ سے ان اچھی چیزوں کا سوال کرتا ہوں جو آپ لوگوں کو مال اور بیوی بچے میں سے عطا فرماتے ہیں اور اس بات کا سوال کرتا ہوں کہ میں نہ گمراہ ہوں اور نہ گمراہ کرنے والا ہوں۔
اے اللہ! ہمیں اپنے منتخب بندوں سے کر دیجئے جن کے چہرے اور اعضاء روشن ہونگے اور جو مقبول مہمان ہوں گے
اے اللہ! میں آپ سے ایسا نفس مانگتا ہوں جو آپ پر اطمینان رکھے، آپ کے ملنے کا یقین، آپ کی مشیت پر راضی اور آپ کے عطیہ پر قناعت کرنے والا ہو۔ اے اللہ! آپ ہی کے لئے حمد ہے ایسی حمد جو آپکی ہمیشگی کے ساتھ وہ بھی ہمیشہ رہے اور آپ ہی کے لئے حمد ہے جو آپ کے دوام کے ساتھ وہ بھی دائم رہے اور آپ ہی کے لئے ایسی حمد ہے جس کی آپ کی مشیت کے ادھر اس کی انتہا نہیں۔ اور آپ ہی کے لئے ایسی حمد ہے کہ اسکے قائل کا تمام تر مقصود آپ ہی کی خوشنودی ہے اور آپ ہی کے لئے ایسی حمد ہے جو ہر پلک جھپکانے اور ہر سانس لینے کے ساتھ ہو۔

امت کو جہنم میں سے بچانے والے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میری اور تمہاری مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے آگ جلائی تو (روشنی کو دیکھ کر) جھینگر اور پروانے آگ میں گرنے لگے اور وہ شخص ان کو (آگ میں گرنے سے بچاتا اور ہٹاتا ہے) اسی طرح میں تمہاری کمر پکڑے ہوئے ہوں (اور تمہیں آگ میں گرنے سے بچا رہا ہوں) اور تم میرے ہاتھ سے نکلے جا رہے ہو اور آگ میں گرے پڑتے ہو) مسلم نے اس حدیث کو روایت کیا۔

تشریح: یہ آگ لذات وخواہشات کی مقناطیسی کشش رکھنے والی حرام کاریوں، نافرمانیوں اور کبیرہ گناہوں کی آگ ہے جس میں گرنے کے لئے نفس امارہ کے پرستار بے تاب ہیں قابو سے باہر ہوئے جا رہے ہیں اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم رات دن ممنوعہ چیزوں اور کاموں سے بلا استثناء دور رہنے کی تاکید فرما رہے ہیں کہ **الا مانھیکم عنہ فاجتنبوا** اور ارشاد ہے: **ان اعدی عدوک نفسک التی بین جنبیک** (تمہارا سب سے بڑا دشمن تمہارا نفس ہے جو تمہارے پہلو میں (بیٹھا ہوا ہے) لیکن اس مکار نفس کی دعوت پر لبیک کہنے والے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس شدید ممانعت کے باوجود پروانوں کی طرح اس آگ میں گرنے کے لئے بے تاب ہیں قابو سے باہر ہوئے جا رہے ہیں مکار نفس نے لذتوں اور خواہشات نفسانی کا ایسا سبز باغ دکھایا ہے کہ ہادی رحمت کی تنبیہ **حفت النار بالشھوات** کے باوجود اس دشمن نفس کا بچھایا ہوا جال ایسا ہم رنگ زمین ہے کہ بے ساختہ اس میں گرفتار ہوئے چلے جا رہے ہیں اور کہتے ہیں دام ہم رنگ زمین بود گرفتار شدم، بجز ان پاکباز نیکوکار اہل ایمان کے جنھوں نے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر عمل کرنے کی سعادت حاصل کر لی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بہ تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (کھانے کے وقت) انگلیوں کو چاٹنے اور پلیٹ صاف کرنے کا حکم دیا اور فرمایا تم نہیں جانتے کہ (کھانے کے) کون سے جزو میں برکت ہے (اگر تم نے انگلیوں کو نہ چاٹا اور پلیٹ کو صاف نہ کیا اور اس جزو میں برکت ہوئی تو تم برکت سے محروم ہو گئے حالانکہ پیٹ اللہ کی رکھی ہوئی برکت ہی سے بھرتا ہے۔ مسلم

اور مسلم ہی کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (کھاتے وقت) جب تم میں سے کسی کا لقمہ (زمین پر) گر جائے تو اس کو چاہئے کہ اس کو اٹھالے اور جو ناگوار چیز اس پر لگی ہو اس کو دور کر دے اور کھالے اور اس کو شیطان کے لئے نہ چھوڑے اور ہاتھوں کو جب تک انگلیاں چاٹ نہ لے تولیہ سے نہ پونچھے اس لئے کہ وہ نہیں جانتا کہ اس کے کھانے کے کون سے جزو میں برکت ہے (اگر برکت اسی جزو میں ہوئی جو اس نے تولئے سے پونچھو دیا تو وہ برکت سے محروم ہو گیا)

اور مسلم ہی کی ایک روایت میں آیا ہے بلاشبہ شیطان تم میں سے ہر ایک کے ساتھ ہوتا ہے ہر چیز کے وقت اور ہر حالت میں حتیٰ کہ کھانے کے وقت بھی موجود ہوتا ہے لہٰذا جب تم میں سے کسی کے ہاتھ سے لقمہ گر جائے تو جو ناگوار چیز اس پر لگی ہو اسے دور کر دینا چاہئے پھر لقمہ کو کھا لینا چاہئے شیطان کے لئے نہ چھوڑنا چاہئے۔

تشریح: یہ شیطان خود انسان کا نفس لوامہ (ملامت

کرنے والا نفس) یہ جو اللہ تعالیٰ کے عطا کیئے ہوئے رزق کی ہم سے توہین کرانا چاہتا ہے اور کہتا ہے کہ شان کے خلاف ہے کہ فقیروں کی طرح ہر گری پڑی چیز کو اٹھا کر کھاؤ یا پلیٹوں میں بچا ہوا کھانا کھاؤ انگلیوں میں لگا ہوا کھانا چاٹو لوگ کہیں گے کیسا ندیدہ ہے کہ ایک آدھ لقمہ بھی نہیں چھوڑا اور پلیٹ یا انگلیوں کو چاٹنا تو پرلے درجے کی بدتہذیبی ہے مہذب لوگ تمہارے ساتھ دسترخوان پر بیٹھنا بھی گوارا نہ کریں گے یہ سب مکار نفس لوامہ کا فریب ہے وہ ہمیں اس طرح بہکا کر اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے رزق کی توہین اور ناشکری کا مرتکب بنانا چاہتا ہے اس کے فریب میں کسی بھی مسلمان کو نہ آنا چاہئے اور نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے فرمودہ آداب و بلا جھجک عمل کرنا چاہئے اور کھانے میں شریک لوگوں کو بتلانا چاہئے کہ یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے مسلمانوں کا مقصد اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر عمل کرنے کی سعادت حاصل کرنا ہونا چاہئے نہ ہی آج کل کے فرعون صفت نام نہاد مہذب لوگوں میں سرخروئی اسی باب کی چوتھی حدیث کی تشریح کے ذیل میں ہم آج کل کے مہذب لوگوں کی حالت پر تفصیل کے ساتھ روشنی ڈال چکے ہیں اس مقام پر تو صرف اس شیطان سے تعارف کرانا ہے جو ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودہ آداب وسنن سے باغی اور منحرف بنانے پر تلا ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو آداب وسنن نبی علیہ الصلوۃ والسلام پر عمل کرنے کی خصوصاً اس زمانہ میں توفیق عطا فرمائیں۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! میرے دل کو اپنے دین کی طرف متوجہ کر دیجئے اور اپنی رحمت کے ساتھ ادھر ادھر سے حفاظت رکھئے

اے اللہ! مجھے ثابت قدم رکھئے کہیں میں پھسل نہ جاؤں اور مجھے ہدایت پر رکھئے کہ کہیں میں گمراہ نہ ہو جاؤں۔ اے اللہ جس طرح آپ مجھ میں اور میرے دل میں حائل ہیں تو شیطان اس کے عمل اور مجھ میں حائل رہئے۔

اے اللہ! ہمیں اپنا فضل نصیب کیجئے اور ہمیں اپنے رزق سے محروم نہ کیجئے اور جو رزق آپ نے ہمیں دیا ہے اس میں برکت فرمائیے ہمارے دلوں کو غنی کر دیجئے اور جو کچھ آپ کے پاس ہے ہمیں اس کی طرف رغبت دے دیجئے۔

اے اللہ! آپ مجھے ان لوگوں میں سے کر دیجئے جنہوں نے آپ پر توکل کیا پس آپ ان کیلئے کافی ہو گئے انہوں نے آپ سے ہدایت طلب کی سو آپ نے انہیں ہدایت صیب فرمادی انہوں نے آپ سے مدد چاہی سو آپ نے انہیں مدد عطا فرمادی۔ اے اللہ میرے دل کے وسوسوں کو اپنی خشیت اور اپنی یاد بنا دیجئے اور میرے شوق و ہمت کی چیز کو وہی کر دیجئے جسے آپ اچھا سمجھتے اور پسند کرتے ہیں۔

اے اللہ! آپ میرا امتحان نرمی یا سختی غرض جس چیز سے بھی کریں مجھے طریق حق و شریعت اسلام پر جمائے رکھئے۔

اے اللہ! میں آپ سے جملہ اشیاء میں نعمت کے پورے ہونے اور ان پر آپ کے شکر کی توفیق پانے کی درخواست کرتا ہوں یہاں تک کہ آپ خوش ہو جائیں اور خوش ہونے کے بعد آپ میرے لئے تمام ایسی چیزوں میں جن میں انتخاب ہوتا ہے میرے لئے انتخاب فرما دیجئے۔ اور اے کریم انتخاب بھی سب ہی آسان کاموں کا نہ کہ دشوار کاموں کا فرمائیے۔

اے اللہ! صبح کے نکالنے والے، رات کو آرام کا وقت بنانے والے، سورج چاند کو وقت کا مقیاس بنانے والے مجھے اپنی راہ میں جہاد کی قوت عطا فرمائیے۔

بدعات پر عمل کا شرمناک نتیجہ

عن ابن عباس رضی الله عنهما قال: قام فینا رسول الله صلی الله علیه وسلم بموعظة فقال: یاایها الناس انکم محشورون الی الله تعالیٰ حفاة عراة غرلا ﴿کما بدانا اول خلق نعیده وعدا علینا انا کنا فاعلین﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (ایک دن) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان وعظ فرمانے کھڑے ہوئے تو آپ نے فرمایا: اے لوگو! تم سب (حشر کے میدان) میں جمع کئے جاؤ گے (اور) اللہ تعالیٰ کے حضور میں ننگے پاؤں، تن برہنہ غیر مختون (پیش ہوگے) اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق: ''جیسے ہم نے پہلی مرتبہ مخلوق کو (عدم سے وجود میں لاکر) پیدا کیا ہے ایسے ہی ہم دوبارہ پیدا کریں گے یہ وعدہ ہے ہمارے ذمہ بلاشبہ ہم ایسا ضرور کریں گے'' اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سن لو! سب سے پہلے قیامت کے دن جس کو لباس پہنایا جائے گا (اور خلعت اصطفاء وخلت سے سرفراز کیا جائے گا) وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہوں گے (آپ فرماتے ہیں اور) سن لو! میری امت میں سے کچھ لوگوں کو لایا جائے گا تو ان کو پکڑ کر بائیں جانب (جہنم کی طرف) لے جایا جائے گا تو میں کہوں گا یہ تو میری امت کے لوگ ہیں؟ (ان کو بائیں جانب کیوں لے جایا جا رہا ہے؟) تو کہا جائے گا ''بلاشبہ تم نہیں جانتے کہ انہوں نے تمہارے بعد (دین میں) کیسی کیسی نئی نئی (اعتقادی اور عملی) گمراہیاں پیدا کی ہیں تو میں وہی کہوں گا جو ایک صالح بندے (عیسیٰ السلام) نے کہا تھا۔

وکنت علیهم شهیداً مادمت فیهم فلماتوفیتنی کنت انت الرقیب علیهم وانت علی کل شیء شهید. ان تعذبهم فانهم عبادک وان تغفرلهم فانک انت العزیز الحکیم. (مائدہ ع ۱۶)

اور میں ان سے باخبر تھا جب تک میں ان میں رہا پھر جب تو نے مجھے اٹھایا تو تو ہی تھا ان کا نگران اور ہر چیز تیرے سامنے حاضر ہے اگر تو ان کو عذاب دے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو معاف کردے تو تو زبردست حکمتوں والا ہے۔ تو مجھے بتلایا جائے گا جب سے تم ان سے جدا ہوئے ہو یہ لوگ برابر (دین سے) الٹے پاؤں لوٹتے رہے ہیں (یعنی دین سے پھرتے رہے ہیں)

تشریح: اس حدیث میں چند چیزیں محتاج تشریح ہیں:

۱۔ قیامت کے دن تمام انسانوں کے پابرہنہ تن برہنہ اور بغیر ختنہ اٹھائے جانے کی وجہ خود اللہ تعالیٰ نے بیان فرمادی کہ دوسری پیدائش بالکل پہلی پیدائش کی طرح طبعی ہوگی انسانی صنعت کا اس میں مطلق دخل نہ ہوگا۔

۲۔ سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنانے کی وجہ بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء میں سب سے پہلے اصطفاء اجتباء اور خلت سے انہی کو سرفراز فرمایا ہے اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام تمام انبیاء میں ایسے موحد اعظم ہوئے ہیں کہ انہوں نے نہ صرف صنم پرستی بلکہ ارواح

پرستی کواکب پرستی غرض ہر غیر اللہ کی پرستش کی تردید فرما کر خدا کی وحدانیت کا جھنڈا بلند کیا ہے اسی لئے ان کا خصوصی لقب ابراہیم خلیل اللہ ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے واتخذ الله ابراهيم خليلاً

۳- علماء محققین اس بات پر متفق ہیں کہ ہر سنت کے مقابلہ پر بدعت ہے اور احیائے سنت بدعت کی اماتت ہے۔

اسلامی آداب

زندگی کے ہر شعبہ اور ہر حالت مثلاً کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے، سونے جاگنے، ملنے ملانے اور لباس پہننے وغیرہ سے متعلق جو طور طریقے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے تعامل سے ثابت ہوں اور وہ کسی دوسری غیر مسلم قوم کا شعار (امتیازی نشان) نہ ہوں وہ سب اسلامی آداب ہیں تاہم مسلمانوں کو حتی الامکان انہی آداب کو اختیار کرنا چاہئے جو احادیث سے ثابت ہیں کسی دوسری غیر مسلم قوم کے شعار (امتیازی نشان) ہرگز اختیار نہ کرنا چاہئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

من تشبه بقوم فهو منهم

جس نے کسی قوم کے ساتھ (کسی بھی چیز میں) مشابہت اختیار کی وہ انہی میں سے ہے۔

ہماری حالت

ہم اس زمانہ میں بدعات سے بدر جہا زیادہ غیر قوموں کی نقالی میں سرتاپا مبتلا ہیں لہٰذا جس طرح بدعات سے نجات پانے کے لئے احیا سنت کی بے حد ضرورت ہے اسی طرح غیر اسلامی طور طریقوں سے نجات پانے کے لئے اسلامی آداب کی ترویج واشاعت کی اس سے بھی زیادہ ضرورت ہے چنانچہ جس قدر ہماری معاشرت میں آداب نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور مسنون طریقے رائج ہوتے جائیں گے اسی قدر غیر قوموں خصوصاً یورپین قوموں کے طور طریقے ختم ہوتے چلے جائیں گے ایک آداب طعام ہی کو لے لیجئے اگر ہم پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیان کردہ طریق پر فرش پر بیٹھ کر دستر خوان بچھا کر بسم اللہ کہہ کر کھانا کھانے کو رواج دیں تو میز کرسیوں پر بیٹھ کر جانوروں کی طرح کھڑے کھڑے ہاتھوں میں گداؤں کی طرح کاسۂ گدائی لئے بغیر پلیٹ ہاتھ میں لے کر ادھر ادھر ڈشوں میں سے کھانا لے کر کھانے کے مروجہ غیر اسلامی طور طریقے آہستہ آہستہ سب چھوٹ جائیں گے اسی پر بقیہ زندگی کے تمام شعبوں کو قیاس کر لیجئے اور للہ زیادہ سے زیادہ احیا سنت اور اسلامی آداب کی ترویج کی کوشش کیجئے تا کہ ہم خود اور ہماری آئندہ نسلیں مسلمان رہ سکیں ورنہ ہم خود بھی گنہگار ہوں گے اور آنے والی نسلوں کے گناہ بھی ہم پر ہوں گے اللہ تعالیٰ ہم پر رحم فرمائیں۔

غرض اس حدیث کا حاصل صرف اس ہولناک انجام سے خبر دار کرنا ہے جب قیامت کے دن ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو اپنی طرف بلائیں گے مگر ہم اپنے خلاف سنت عقائد واعمال کی بنا پر جن کا حال فرشتوں کی زبان سے سن کر فرمائیں گے دور ہوں دور ہوں جہنم میں جائیں گے اور آپ کی شفاعت سے بھی محروم ہوں گے۔ العیاذ باللہ

دُعا کیجئے: اے اللہ! آپ کے ابتلاء اور مخلوق کے ساتھ آپ کے برتاؤ میں آپ ہی کیلئے حمد ہے اور آپکے ابتلا اور ہمارے گھر والوں کیساتھ برتاؤ میں آپ ہی کیلئے حمد ہے۔ اور آپکے ابتلاء اور خاص ہماری جانوں کیساتھ برتاؤ میں آپ ہی کیلئے حمد ہے۔ اور آپ ہی کے لئے حمد ہے اس پر کہ آپ نے ہمیں ہدایت دی اور آپ ہی کیلئے حمد ہے اس پر کہ آپ نے ہمیں عزت دی اور آپ ہی کے لئے حمد ہے کہ آپ نے ہماری پردہ پوشی فرمائی اور آپ ہی کیلئے قرآن پر حمد ہے، اور آپ ہی کے لئے اہل و مال پر حمد ہے، اور آپ ہی کے لئے درگزر پر حمد ہے اور آپ ہی کے لئے حمد ہے یہاں تک کہ آپ خوش ہو جائیں۔ اور آپ ہی کیلئے حمد۔ ہے جب تک کہ آپ خوش ہو جائیں۔

بلاضرورت اور بے مقصد کام کرنے کی ممانعت

عن ابی سعید عبدالله بن مغفل رضی الله عنه قال: نهی رسول الله صلی الله علیه وسلم عن الخذف وقال: انه لا یقتل الصید، ولا ینکا العدو (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت ابوسعید عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (بے مقصد ادھر ادھر) کنکریں پھینکنے سے منع کیا اور فرمایا: یہ کنکریں نہ تو شکار کو مارتی ہیں نہ ہی دشمن کو زخمی کرتی ہیں (ہاں گزرنے والے کی) آنکھ بیشک پھوڑ دیتی ہیں (سامنے کوئی ہوتو اس کے) دانت کو بیشک توڑ دیتی ہیں۔

تشریح: اور ایک روایت میں ہے کہ ابن مغفل صحابیؓ کے ایک رشتہ دار نے (یوں ہی) کنکر پھینکی تو ابن مغفلؓ نے اس کو منع کیا اور کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کنکر پھینکنے سے منع کیا ہے اور فرمایا ہے کنکر شکار کو نہیں مارتی (یہ سننے کے باوجود) اس نے پھر کنکر پھینکی تو ابن مغفلؓ نے کہا میں تم سے حدیث بیان کر چکا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کیا ہے اور تم پھر بھی کنکریں پھینکتے ہو (جاؤ) میں تم سے کبھی بات نہ کروں گا۔

اس ممانعت کا مقصد ان تمام بے مقصد حرکات اور کاموں سے منع کرنا ہے جو (نادانستہ طور پر) دوسرے شخص کو ضرر پہنچا سکتے ہیں ورنہ نشانہ درست کرنے کی غرض سے نشانہ بازی خواہ تیر کمان سے ہو خواہ غلہ اور غلیل سے خواہ اس زمانہ میں چھرہ دار بندوق سے نشانہ کی مشق کرنا اور مخصوص جگہ پر تیر یا غلہ یا چھرے مارنا بالکل جائز ہے بلکہ دشمنوں سے لڑنے کی غرض سے اس قسم کی مشقیں نہایت ضروری ہیں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف احادیث میں اس کی ترغیب دی ہے **واعدوا لهم ما استطعتم من قوة** کا مصداق آپ نے تیراندازی ہی کو بتلایا ہے اور اس کی تعریف کی ہے۔

ہماری آج کی زندگی میں تو اس قسم کی احمقانہ حرکتوں کے نتیجہ میں بڑے بڑے جھگڑے سماجی نزاعات رونما ہو جاتے ہیں اور ان کے خمیازے بھگتنے پڑتے ہیں اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حکیمانہ ممانعت پر عمل کرنا علاوہ عمل بالسنہ کے اجر وثواب کے اس زندگی میں سلامتی اور عافیت کا ذریعہ بھی ہے خود بھی عمل کرنا چاہئے اور دوسروں سے بھی عمل کرانا چاہئے حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کی یہ غیرت ایمانی ہے کہ حدیث رسول اللہ سن لینے کے باوجود دیدہ ودانستہ اس کے خلاف کرنے والے رشتہ دار سے سلام وکلام ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس کی توفیق عطا فرمائیں کہ دیدہ دانستہ سنت کا خلاف کرنے والوں سے تعلقات کی پرواہ کئے بغیر سلام وکلام اسی طرح ختم کر دیں اور جتلا دیں کہ ہم تم سے قطع تعلق اس وجہ سے کر رہے ہیں کہ تم دیدہ ودانستہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف کرتے ہو

حجر اسود کے احترام کی وجہ

حضرت عابس بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب حجر اسود کو بوسہ دے رہے تھے اور کہتے جا رہے تھے میں خوب اچھی طرح جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے نہ نفع پہنچاتا ہے نہ ضرر اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے نہ دیکھا ہوتا تو کبھی نہیں بوسہ دیتا

تشریح: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس اعلان سے

ایک طرف ان دریدہ دہنوں کو دندان شکن جواب دینا چاہتے ہیں جو مسلمانوں کے حجر اسود کے استلام (چومنے) کو کھلی ہوئی صنم پرستی کا طعنہ دیتے ہیں دوسری طرف یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع بھی صرف اس لئے کرتے ہیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں آپ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر کوئی کام نہیں کرتے۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر فعل خواہ وہ انسانی عقل کے اعتبار سے معقول ہو یا نہ ہو ہمارے خیال میں مستحسن ہو یا نہ ہو ہم خدا کے حکم کے مطابق اس کی پیروی کریں گے درحقیقت ہم حجر اسود کو نہیں چومتے بلکہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے ہیں انہوں نے بذریعہ وحی (خفی ہو یا جلی) ہم کو بتلایا ہے۔

الحجر الاسود یمین الله

حجر اسود اللہ تعالیٰ کا دایاں ہاتھ ہے۔

اللہ تعالیٰ لبیک اللھم لبیک کہنے والے حاجی سے اللہ کے گھر پہنچنے پر اس کا تلبیہ (حاضری) قبول فرماتے ہیں اور ہاتھ ملاتے ہیں (مصافحہ کرتے ہیں) اور بندہ رب العالمین کی اس ذرہ نوازی اور عزت افزائی پر زار و قطار روتا ہے اور خوشی کے آنسو بہاتا ہے کون عقل کا دشمن ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اتباع کو صنم پرستی کہتا ہو۔

ایک اور روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجر اسود کو چوم رہے تھے اور زار و قطار رو رہے تھے اور خوشی کے آنسو بہا رہے تھے حضرت عمر فاروقؓ آپ کے پیچھے کھڑے رو رہے تھے حضرت عمر کو روتے دیکھ کر فرمایا:

یاعمر ھھنا تسکب الدموع

اے عمر یہی تو جگہ ہے جہاں آنسو بہائے جاتے ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ اتباع رسول کا اعلان ایسا ہی ہے جیسے بیت اللہ کے طواف کے متعلق اللہ تعالیٰ کا اعلان ہے۔

فلیعبدوا رب ھذا لبیت (القریش: ۳)

پس چاہئے کہ وہ اس گھر کے رب کی عبادت کریں (نہ کہ) اس گھر کی (یعنی اس گھر کے رب کی عبادت کریں طواف کریں نمازیں پڑھیں اس گھر کی نہیں)

اس لئے کہ بیت اللہ اس پتھروں کی چار گوشہ عمارت کا نام نہیں ہے بلکہ وہ محدود فضا جو عرش سے فرش تک ایک بقعہ نور کی شکل میں قائم ہے جن کے دل کی آنکھیں کھلی ہیں وہ دیکھتے بھی ہیں اس فضا کا نام بیت اللہ ہے اسی کی طرف رخ کر کے مسلمان دنیا کے ہر گوشہ میں نمازیں پڑھتے ہیں مشرق میں ہوں یا مغرب میں شمال میں ہوں یا جنوب میں مکہ مکرمہ کی سطح کی بنسبت نشیب میں ہوں یا فراز میں پہاڑوں کے اوپر آباد ہوں یا غاروں میں۔ ظاہر ہے کہ مکہ مکرمہ میں مسجد کے صحن میں بنی ہوئی پتھروں کی عمارت تو پہاڑوں کی بلندی کی بنسبت بہت زیادہ نشیب میں واقع ہے مگر نمازیں اسی فضا نور کی طرف رخ کر کے پڑھی جاتیں ہیں جدید سعودی تعمیر حرم کے اندر دوسری اور تیسری منزلوں پر بھی اور زمین دوز تہہ خانوں کے اندر بھی نماز اسی بقعہ نور کی طرف پڑھی جاتی ہے طواف اوپر کی منزلوں پر بھی اسی طرح ہوتے ہیں جیسے حرم کے ہموار فرش پر خانہ کعبہ کا طواف کیا جاتا ہے اور نمازیں پڑھی جاتی ہیں اس سے معلوم ہوا کہ بیت اللہ اس پتھروں کی بنی ہوئی چار گوشہ عمارت کا نام نہیں ہے اور مسلمان نہ اس عمارت کا طواف کرتے ہیں نہ اس کی طرف نماز پڑھتے ہیں بلکہ بیت اللہ اور خانہ کعبہ اس فضا اور بقعہ نور کا نام ہے جس کی بلندی رب العالمین کے عرش سے فرش یعنی زمین کی نچلی سطح تک ہے اسی کا طواف کرتے ہیں اسی کی طرف نمازیں پڑھتے ہیں وہی

مسلمانوں کا قبلہ ہے اسی کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے کا حکم۔

باقی یہ فضا محدود اور بقعہ نور بھی صرف اس وحدہ لاشریک لہ کی عبادت میں ایک گونہ وحدت کی شان (یعنی اتحاد یکجہتی اور یکسوئی) پیدا کرنے کے لئے ہے ورنہ اس بیت اللہ کا رب جو ہمارا معبود ہے وہ تو جسم وجسمانیات یا کیف وکم اور جہت وسمت سے وراء الوراء ہے وہی سبحانہ تعالیٰ شانہ (پاک ہے وہ اور عقل وفہم کی رسائی سے اس کی شان بلند وبرتر ہے) وہی اس بیت (گھر) کا رب ہے وہی ہمارا معبود ہے اسی کے ہم بندے ہیں اسی کی عبادت کرتے ہیں لیکن چونکہ ہم اس کے بندے عالم اجسام سے تعلق رکھتے ہیں زمین پر رہتے اور بستے ہیں ہم اس کی عبادت میں وحدت کی شان (یکجہتی یکسوئی بغیر جہت اور سمت کی تعیین کے) نہیں قائم رکھ سکتے اس لئے صرف ہماری ضرورت سے احکم الحاکمین اس بقعہ نور اور فضا محدود کو نماز میں قبلہ اور طواف میں بیت اللہ قرار دے دیا اسی کے حکم کی تعمیل میں ہم بیت اللہ اور خانہ کعبہ کے چاروں طرف نمازیں پڑھتے ہیں اور طواف کرتے ہیں۔

بہرحال ہم مسلمان تو اس رب العالمین وحدہ لا شریک لہ کے فرمانبردار ہیں اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے مامور ہیں۔

معذرت

عام طور پر مسلمان لاعلمی کی بنا پر عبادات کی حقیقت اور روح سے ناواقف ہیں خصوصاً نماز میں قبلہ اور طواف میں خانہ کعبہ اور اس کی تقبیل (بوسہ دینے) سے اس لئے ہم نے ذرا تفصیل سے اس پر روشنی ڈالنی مناسب سمجھی اس دراز نویسی کی ہم معذرت چاہتے ہیں اور قارئین سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ طواف کرتے وقت اور نماز پڑھنے کے وقت اس بیان کو اپنے ذہن میں رکھیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے احکام اور اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت کی حقیقت سمجھ کر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

دُعا کیجئے

اے وہ ذات کہ جس سے ڈرنا چاہئے اور اے وہ کہ آپ ہی مغفرت فرما سکتے ہیں۔

اے اللہ! آپ مجھے اس چیز کی توفیق عطا فرمائیں جسے آپ اچھا سمجھیں خواہ وہ قول ہو، عمل یا فعل یا نیت یا طریق ہو بے شک آپ ہی ہر چیز پر قادر ہیں۔ اے اللہ میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں ایسے مکار دوست سے جس کی آنکھیں تو مجھے دیکھتی ہوں اور اس کا دل مجھے چیرے لیتا ہو اگر وہ بھلائی دیکھے تو اسے دبا دے اور برائی دیکھے تو اس کا چرچا کر دے

اے اللہ! میں شدت فقر، شدت محتاجی سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔

اے اللہ! میں ابلیس اور اس کے لشکر سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں

اے اللہ! میں عورتوں کے فتنہ سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں

اے اللہ! میں اس بات سے کہ آپ قیامت کے دن مجھ سے منہ پھیر لیں میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں

اے اللہ! میں ہر اس عمل سے جو مجھے رسوا کر دے آپ کی پناہ میں آتا ہوں اور ہر ایسے منصوبہ سے جو مجھے غافل کر دے آپ کی پناہ میں آتا ہوں ہر ایسے فقر سے جو مجھے ہول میں ڈال دے آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔ ہر ایسی دولت سے جو میرا دماغ چلا دے آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔ اے اللہ! میں فکر کی موت اور غم کی موت سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔

بدعت کی تعریف، تشخیص اور اس کا حکم

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے بھی ہمارے اس دین میں کوئی بھی ایسی نئی بات (عقیدہ یا عمل) نکالی (اور اختراع کی) جو دین کی نہیں تو وہ مردود ہے (بخاری)

بدعت کی جگہ جہنم ہے

صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے جس شخص نے کوئی بھی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا عمل نہیں ہے وہ مردود ہے۔

یہ حدیث مزید تشریح کی محتاج نہیں بالکل واضح طور پر بدعات کی تشخیص اور ان کی قطعی تردید کرتی ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی کہ جب آپ منبر پر کھڑے ہو کر جمعہ کا خطبہ دیتے تو آپ کا چہرہ سرخ ہو جاتا آنکھیں لال ہو جاتیں آواز بلند ہو جاتی اور غصہ بے حد بڑھ جاتا یہاں تک کہ ایسا معلوم ہوتا جیسے آپ (غافل لوگوں کو) دشمن (کے حملے) سے خبردار کر رہے ہیں اور فرماتے: صبح کو تم پر حملہ ہوا یا شام کو اور فرماتے: بیشک میں اور قیامت ان دو انگلیوں کی طرح (آگے پیچھے) بھیجا گیا ہوں اور اپنی کلمہ کی انگلی اور درمیانی انگلی کو ملا کر دکھلاتے (کہ میری بعثت اور قیامت کے درمیان اتنا ذرا سا فاصلہ ہے تم کس خواب غفلت میں گہری نیند سو رہے ہو اب آئی قیامت اور اب آئی) اور فرماتے: اما بعد پس بیشک بہترین کلام کتاب اللہ ہے اور بہترین سیرت محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت ہے اور بدترین امور (عقائد و اعمال) وہ ہیں جو نئے ایجاد کئے گئے ہیں اور ہر بدعت (نیا عقیدہ یا عمل) گمراہی ہے اور ہر گمراہی (کی جگہ) جہنم میں ہے۔

پھر (اس کے بعد) فرماتے: ہر مومن کی جان سے اس کی بنسبت میں قریب ہوں (یعنی مجھے اس کے جان و مال پر اس سے زیادہ اختیار ہے لہٰذا) جس مسلمان مرنے والے) نے مال چھوڑا وہ اس کے اہل یعنی وارثوں کا ہے اور جس نے کوئی قرض چھوڑا یا ضائع ہونے والے (بال بچے) چھوڑے (جن کا کوئی سرپرست نہیں) وہ میرے حوالے ہیں (ان کی کفالت میں کروں گا) اور وہ قرض مجھ پر ہے (میں ادا کروں گا)

تشریح: اس حدیث کے تین جزو ہیں ایک ان دنیا کے دھندوں میں گرفتار آخرت سے غافل لوگوں کو قرب قیامت سے خبردار کرنا ہے کہ آپ آخری نبی ہیں آپ کے بعد بس قیامت ہی آئے گی اور اس کے آنے میں کچھ زیادہ دیر نہیں ہے اب آئی اور تب آئی اور دو انگلیوں سے اس آگے پیچھے آنے کی کیفیت کو بیان فرمایا ہے۔

دوسرے جزو میں دین کے دو بنیادی ستونوں کا بیان ہے ایک یہ کہ قرآن کریم بہترین کتاب ہے اس سے بہتر کوئی کتاب نہیں دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب نبی محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت وسنت بہترین سیرت وسنت ہے جو امور (عقائد واعمال) ان دونوں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں وہی امور دین ہیں وہی عبادات ہیں انہیں پر اجر وثواب ملتا ہے اور جو امور عقائد واعمال ان دونوں سے ثابت نہ ہوں وہ نئی ایجاد ہیں اور گناہ وعذاب کا موجب ہیں انہی کا نام بدعت ہے اور سراسر گمراہی (جن کی جگہ جہنم میں ہے) یہی دوسرا جزو عنوان باب کو ثابت کرتا ہے۔

حدیث کے تیسرے حصہ میں مومنین کے جان ومال پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولایت عامہ کا بیان ہے کہ خود اہل ایمان کو اپنے نفسوں پر وہ اختیار حاصل نہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے جس کا اعلان اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بھی فرمایا ہے ارشاد ہے۔

النبی اولی بالمؤمنین من انفسھم (الاحزاب: ۶)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم مومنوں کے نفسوں پر خود ان سے زیادہ قریب اور با اختیار ہیں۔

چنانچہ اسی ولایت عامہ کی بنا پر آپ اعلان فرماتے ہیں کہ جو مسلمان مرنے کے بعد اپنے ذمہ قرض چھوڑ گیا وہ بھی میں (بیت المال سے) ادا کروں گا اور جس کے بال بچوں کا کوئی سرپرست نہیں ان کی کفالت بھی میں (بیت المال سے) کروں گا۔

گذشتہ حدیث کا حوالہ

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تم دور رہو اور پاس بھی نہ جاؤ (دین میں) نئی نئی باتوں (عقائد و اعمال) کے اس لئے کہ ہر بدعت (نیا ایجاد کردہ عقیدہ یا عمل) گمراہی ہے۔

اس حدیث کی تشریح بھی گزر چکی ہے دوبارہ دیکھ لیجئے۔

عبرتناک جائزہ

کلام اللہ کی ان آیات کریمہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان احادیث صحیحہ کی روشنی میں ذرا غور کیجئے اور جائزہ لیجئے کہ جن رسوم و بدعات میں ہم عام طور پر گرفتار ہیں اور عبادت سمجھ کر ان کو کرتے اور موجب اجر ثواب سمجھتے ہیں ان کا نہ صرف قرون خیر بلکہ اسلام کے تمام ادوار میں کہیں پتہ نشان ہے۔ کیا صحابہ کرام نے اپنے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر یا اہل بیت کی وفات پر یا صحابہؓ نے خلفائے راشدین کی وفات پر یا ایک دوسرے کی وفات پر تیجہ چالیسواں یا سالانہ عرس کیا تھا یا آپ کی تاریخ ولادت پر یا اہل بیت میں سے کسی کی تاریخ ولادت پر یا صحابہؓ میں سے کسی کی بھی تاریخ ولادت پر محفل میلاد منعقد کی تھی اور عمدہ ولذیذ کھانوں کی دیگیں پکوائی تھیں اور بے دریغ فضول خرچیاں کی تھیں؟ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یا آپ کے صحابہ کبار یا تابعین نے کبھی دسترخوان پر کھانا رکھ کر فاتحہ پڑھی تھی؟ یا آپ نے اور کسی بھی عہد کے مسلمانوں نے فرض نمازوں کے بعد دوسری دعا اور بیک آواز زور زور سے درود شریف پڑھا تھا؟ پاکستان بننے اور کراچی آنے سے پہلے اسلام کے تیرہ سو سالہ عہد میں کسی نے بھی اذان کے بعد اذان کی طرح بلند آواز سے الصلوٰة والسلام علیک یارسول اللہ کسی بھی زمانہ میں کسی بھی موذن نے کہا ہے؟ یا عشرہ محرم میں تعزیہ داری جو بت پرستی کی حد کو پہنچ چکی ہے یا یہ سیاہ اور سبز لباس اور دوپٹے کسی نے بھی پہنے تھے؟ اور یہ لکھنؤ کے شاعروں کے گھڑے ہوئے مرثیے اور ان پر ماتم اور سینہ کوبی کسی نے کی تھی؟ کہیں بھی یہ سب کچھ نہیں ہوتا جو ہندوستان و پاکستان میں ہوتا ہے حتیٰ کہ ایران کی حکومت نے جس کا مذہب تشیع ہے ان تمام لغویات کو حکماً ممنوع قرار دے دیا ہے یا رجب کے مہینہ میں بی بی فاطمہ کے نام کے کونڈے عہد اول کے مسلمانوں میں سے کسی نے بھی کئے ہیں۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! میرے پروردگار! اے میرے پروردگار! اے اللہ! اے بڑائی والے، اے سننے والے، اے دیکھنے والے، اے وہ کہ جس کا کوئی شریک ہے اور نہ مشیر، اے آفتاب و ماہتاب روشن پیدا کرنے والے اور اے مصیبت زدہ، ترساں و پناہ جو کے پناہ۔ اور اے ننھے بچے کی روزی پہنچانے والے اور اے ٹوٹی ہوئی ہڈی کے جوڑنے والے میں آپ سے درخواست کرتا ہوں مصیبت زدہ محتاج کی سی درخواست بے قرار آفت زدہ کی سی درخواست۔ میں آپ سے سوال کرتا ہوں آپ کے عرش کے بند ہائے عزت کے واسطہ سے اور آپکی کتاب کی کلید ہائے رحمت کے واسطہ سے اور ان آٹھ ناموں کے واسطہ سے جو رخ آفتاب پر لکھے ہوئے ہیں کہ قرآن کو میرے دل کی بہار اور میرے غم کی کشائش فرما دیجئے۔

کسی کو نیک کام کی راہ بتلانا بھی ثواب کا موجب ہے

ترجمہ: حضرت ابو مسعود عقبہ بن عمرو انصاری بدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے نیک کام کی راہ (کسی کو) بتلائی اس کو اس نیک کام کرنے والے کی مانند اجر ملے گا۔ (مسلم)

تشریح: اس لئے کہ یہ بتلانا بھی ایک نیک کام اور موجب ثواب عمل ہے جیسے اس نیک کام پر عمل کرنے والوں کا عمل ان کے لئے موجب ثواب ہے اور ظاہر ہے کہ یہ بتلانا دعوت دینے کے معنی میں ہے اس لئے حدیث باب کے مطابق ہے۔

جس طرح نیکی کی طرف دعوت دینے والا عمل کرنے والوں کے ثواب میں شریک ہے اسی طرح بدی کی طرف دعوت دینے والا عمل کرنے والے کے عذاب میں شریک ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ہدایت کی جانب (لوگوں کو) دعوت دی اس کو ان تمام لوگوں کے ثواب کے مانند ثواب ملے گا جنہوں نے اس کی پیروی کی اس ثواب دینے سے ان پیروی کرنے والوں کے ثواب میں کوئی کمی نہ ہوگی اور جس نے گمراہی کی جانب (لوگوں کو) دعوت دی اور بلایا اس پر ان تمام لوگوں کے گناہوں کے مانند گناہ اور عذاب ہوگا جنہوں نے اس کی پیروی کی اس عذاب سے پیروی کرنے والوں کے گناہ اور عذاب میں مطلق کمی نہ ہوگی۔ (صحیح مسلم)

پہلی حدیث میں صرف دعوت الی الخیر کا حکم مذکور تھا اس حدیث میں دعوت الی الخیر اور دعوت الی الشر دونوں کا حکم مذکور ہے۔

جہاد کا مقصد

حضرت ابو العباس سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ خیبر میں (ایک دن) فرمایا: میں کل (اسلامی) جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا جس کے ہاتھ پر (خیبر) فتح ہوگا یہ (خوشخبری) سن کر تمام لوگوں نے سخت اضطراب اور چہ میگوئیوں میں رات گزاری (کہ دیکھئے کس خوش نصیب کو جھنڈا ملتا ہے) جب صبح ہوئی تو (امیدوار) صحابہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے ہر شخص امید کرتا تھا کہ جھنڈا اس کو دیا جائے گا تو آپ نے فرمایا: علی بن ابی طالبؓ کہاں ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا: وہ بیمار ہیں ان کی آنکھیں دکھ رہی ہیں (اسی لئے وہ آئے نہیں) آپ نے فرمایا: ان کے پاس (کسی کو) بھیجو (بلا لائے) تو حضرت علی کو (ہاتھ پکڑ کر) لایا گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن ڈالا اور دعا فرمائی تو وہ ایسے اچھے ہو گئے جیسے ان کی آنکھوں میں درد تھا ہی نہیں، پھر ان کو جھنڈا دیا تو (اس پر) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کیا میں ان سے برابر جنگ کرتا رہوں یہاں تک کہ وہ ہماری طرح مسلمان ہو جائیں؟ آپ نے فرمایا تم اسی وقت (مجاہدوں کو ساتھ لے کر) روانہ ہو جاؤ یہاں تک کہ ان کے میدان میں جا اترو۔ جنگ کرنے سے پہلے ان کو اسلام کی دعوت دو اور اسلام کی رو سے جو اللہ کے حقوق ان پر واجب ہیں ان سے آگاہ کرو پس (اے علی) خدا کی قسم اگر اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ایک آدمی کو بھی تمہارے ذریعہ ہدایت فرما دی تو یہ تمہارے حق میں سرخ اونٹنیوں سے بدرجہا بہتر ہے۔ (بخاری و مسلم)

اہل خیبر کو اسلام کی دعوت پہنچ چکی تھی شرعی قاعدہ کے اعتبار سے ان کو دعوت دینے کی ضرورت نہ تھی اس کے باوجود رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو اسلام کی دعوت دینے کا حکم دینا صرف یہ بتلانے کے لئے تھا کہ اگر بغیر لڑے بھڑے تمہاری دعوت پر ایک شخص بھی اسلام قبول کرلے تو یہ تمہاری انتہائی سعادت ہے اور سرخ اونٹنیوں سے (جو عرب میں بہت قیمتی مال سمجھا جاتا تھا) بدرجہا زیادہ قیمتی سرمایہ ہے علاوہ ازیں چونکہ حضرت علی انتہائی جنگجو اور کفار سے جنگ کرنے کے لئے بے چین تھے آپ کو یقین تھا کہ یہ جاتے ہی جنگ شروع کردیں گے اور خون کی ندیاں بہادیں گے اس لئے ان کو یہ بتلانے کے لئے کہ اسلام کا مقصد صرف خونریزی نہیں ہے بلکہ اسلام قبول کرنے پر آمادہ کرنا ہے اگر بغیر لڑے بھڑے ہی وہ اسلام قبول کرلیتے ہیں تو سبحان اللہ ہاں اگر وہ اسلام قبول کرنے پر آمادہ ہی نہیں اور کفر پر اڑے رہیں تو بدرجہ مجبوری ایسے سرکشوں سے نمٹنے کا واحد راستہ جنگ ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کی زمین کفر و شرک کے فتنے سے پاک ہوجائے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وقاتلوهم حتى لاتكون فتنة ويكون الدين لله

اوران (کافروں) سے جنگ کرو یہاں تک کہ فتنہ (کفر و شرک) باقی نہ رہے اور اطاعت اللہ تعالیٰ کے لئے ہوجائے۔

یہی اسلامی جہاد کا مقصد ہے (یعنی اسلامی احکام (مان لیں) اسکی دلیل یہ ہے کہ غیر مسلم اسلامی ملک میں جزیہ دے کر رہ سکتے ہیں۔

دُعا کیجئے

اے ہمارے پروردگار! ہمیں دنیا میں فلاں فلاں (حسب ضرورت جائز خواہشات کا یہاں تصور کیجئے) چیزیں عطا فرمائیے

اے ہر اکیلے کے غمگسار اور ہر تنہا کے رفیق اور ایسے قریب جو بعید نہیں اور اے حاضر جو غائب نہیں اور اے ایسے غالب جو مغلوب نہیں اور اے حی و قیوم اے بزرگی و عظمت والے اور اے آسمانوں اور زمین کے نور اور اے آسمانوں اور زمین کی زینت اے آسمانوں اور زمینوں کے انتظام رکھنے والے، اے آسمانوں اور زمین کے تھامنے والے، اور اے آسمان و زمین کے مُوجد اور اے آسمان و زمین کے قائم رکھنے والے اور اے بزرگی و عظمت والے اے فریادیوں کے دادرس اور پناہ مانگنے والوں کی آخری دوڑ، اور بے چینیوں کے کشائش دینے والے، اور غمزدوں کے راحت دینے والے، اور بے قراروں کی دعا قبول کرنے والے اور اے صاحب کرب کو شفا دینے والے اے الٰہ العالمین اور اے ارحم الراحمین آپ ہی کے سامنے ہر حاجت پیش ہے۔

اے اللہ! آپ خالق اعظم ہیں آپ سب کچھ سنتے سب کچھ جانتے ہیں۔ آپ غفور، رحیم ہیں آپ ہی عرش عظیم کے مالک ہیں۔

اے اللہ! آپ محسن ہیں۔ صاحب جود، صاحب کرم ہیں آپ مجھے بخش دیجئے اور مجھ پر رحم کیجئے اور مجھے عافیت اور روزی دیجئے اور میری پردہ پوشی فرمائیے اور میرے نقصان کو پورا کردیجئے مجھے بلندی و ہدایت دیجئے اور مجھے گمراہ نہ کیجئے اور مجھے جنت میں اپنی رحمت سے داخل کردیجئے۔

نیک کام میں کوتاہی نہ کرنا خود نہ کر سکے تو سفارش کرنا بھی کار خیر ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قبیلہ اسلم کے ایک نوجوان نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں جہاد میں جانا چاہتا ہوں لیکن میرے پاس اتنا مال نہیں ہے کہ میں سامان جنگ مہیا کرسکوں تو آپ نے فرمایا: تم فلاں شخص کے پاس جاؤ اس نے سامان جنگ تیار کیا تھا مگر وہ بیمار ہو گیا (اس لئے نہیں جارہا) تو وہ نوجوان اس شخص کے پاس آیا اور کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں سلام کہا اور فرمایا ہے تم نے جو سامان جہاد کیلئے تیار کیا تھا وہ مجھے دے دو (میں جہاد میں جارہا ہوں اور میرے پاس سامان جنگ مطلق نہیں ہے) تو اس شخص نے اپنی بیوی کا نام لے کر کہا: اے فلانی جو سامان میں نے لڑائی کے لئے تیار کیا تھا وہ سب کا سب ان کو دے دے اس میں سے کوئی چیز بھی مت رکھیو اس لئے جو چیز بھی تو نے اس میں سے روکی (اور نہ دی) تو خدا کی قسم اس میں تیرے لئے کوئی خیر و برکت نہ ہوگی۔ (صحیح مسلم)

تشریح: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم کی تعمیل تمام قیمتی سامان دے دینے کی تاکید کے ساتھ اس اہمیت کا اظہار ہوتا ہے جو صحابہ کرامؓ آپ کے حکم کی تعمیل میں کیا کرتے تھے (عورتیں طبعاً بخیل ہوتی ہیں قیمتی سامان دینے میں بخل سے کام لیتی اور زیادہ قیمتی چیز روک لیا کرتی ہیں اس لئے بیوی کو خطاب کر کے کہتا ہے اگر تو نے کوئی ذراسی چیز روکی اور نہ دی تو یاد رکھ اس میں خیر و برکت مطلق نہ ہوگی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس بے سروسامانی غازی کی سفارش کرنا اور اس کو معذور مجاہد کے پاس بھیجنا یقیناً دعوت الی الخیر کا مصداق ہے اس سے معلوم ہوا کہ کسی شخص کو بھی کار خیر کے لئے اسی طرح دعوت دینا دعوت الی الخیر کا مصداق ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائیں اسی پر قیاس کر کے کہا جا سکتا ہے کہ کسی برے کام کے لئے کہنا دعوت الی الشر ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ اور اپنی پناہ میں رکھیں۔

دُعا کیجئے

اے ارحم الراحمین! اے میرے پروردگار! مجھے اپنا بنا لیجئے اور میرے دل میں اپنے مقابلہ میں فرمانبرداری ڈال دیجئے اور لوگوں کی نظر میں مجھے معزز کر دیجئے اور میرے (بُرے) اخلاق سے مجھے بچا لیجئے۔

اے اللہ! آپ ہی نے ہماری ذات سے ان اعمال کو طلب کیا ہے، جن پر ہم کوئی اختیار آپ کی توفیق کے بغیر نہیں رکھتے تو آپ ہمیں ان میں سے اس عمل کی توفیق عطا فرمائیے جو آپکو ہم سے رضامند کر دے۔

اے اللہ! میں آپ سے ہمیشہ رہنے والا ایمان، خشوع والا دل، سچا یقین، دین مستقیم پر بلا سے امن طلب کرتا ہوں اور میں آپ سے ہر بلا سے امن، امن کی ہمیشگی طلب کرتا ہوں اور میں آپ سے امن پر (توفیق) شکر کا سوال کرتا ہوں میں آپ سے خلق کی طرف سے بے نیازی طلب کرتا ہوں۔